اسلام کا معاشی نظام اور جدید اقتصادی نظریات

عکس ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

مسئلہ ''معاش'' موجودہ زمانے کا ایک سلگتا ہوا موضوع ہے کتنے لوگوں نے اسکی گتھیاں سلجھاتے زندگی کھپا دیں اور کتنے لوگوں نے محض اس مسئلہ کو ہوا دے کر شر و فساد کا دروازہ کھول دیا، مسئلۂ معاش کوئی پر پیچ وادی نہیں کہ بھوک کا مارا انسان اس وادی میں بھٹک بھٹک کر زندگی گنوا بیٹھے اور نہ ہی کوئی نا قابل فہم راز حیات ہے جس کی گرہ کشائی کے لئے ہر نئے دور میں ہر نئے رازی اور صاحب کشاف کی ضرورت محسوس کی جائے گی، محض لوگوں نے اس کو دشوار بنا دیا ورنہ ظہور اسلام معاشی مسائل ہی نہیں حیات انسانی کے ہر پہلو کی وضاحت کی مکمل تمہید تھی اور اسلام کے اعلان تکمیل تک کارگر حیات کا پورا پورا نقشہ پیش کر دیا گیا۔

ظاہری بات ہے پیدائش کے دن ہی ایک بچہ جہاں دیگر اعضاء و جوارح کے ساتھ آغوش مادری میں جنم لیتا ہے وہیں اپنے تن بدن کے تناسب سے ایک شکم بھی ساتھ لاتا ہے اور شکم کا دوسرا نام ''طلب و ضرورت'' رکھنا بے جا نہ ہوگا۔

بچہ جس قدر زندگی کے مراحل طے کرتا ہے اسی تناسب سے اس کا قد و قامت بڑھتا ہے اس کے عزائم مستحکم ہوتے ہیں اور اس کے احتیاجات بتدریج بڑھتے رہتے ہیں، ایک وقت تھا کوکھ مادر میں دوسروں کا چبایا ہوا لقمہ بھی اگر اس کے منہ میں نہ ڈالا جاتا تو کسی سے چھیننے کی سکت نہ تھی مگر جب اس نے زندگی کی کچھ بہاریں دیکھ لی، نت نئے طور و طریق سے سابقہ پڑ گیا تو پھر نہ کسی کے کھلانے کا محتاج رہا اور نہ ہی کسی کی کمائی ہوئی دولت کے سہارے بیٹھ رہنے کی عادت رہی بلکہ اس میں ہر قسم کی نئی تبدیلی پیدا ہوئی، وہ اپنے گاؤں محلے سے نکل کر قریہ قریہ اور صحرا صحرا کی خاک

چھاننے کا فن سیکھ لیا، پیٹ پالنے کی ہر نئی راہ معلوم ہوگئی، اب وہ خود ہی معاشی راہ ہموار کرنے کے لئے مناسب طریقہ کا سہارا لیتا ہے تا کہ اسکی بڑھتی ہوئی قدر ومنزلت کو مزید قوت وسہارا ملتا رہے اور جب آدمی کے معاشرتی زندگی کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے تو اپنی معاشی جدوجہد اور نتیجہ محنت کا نئے سرے سے اندازہ لگاتا ہے کہ کیا حالیہ قوت فکر ومحنت معاشرتی وسماجی صورتحال کو خوشحال رکھ سکتی ہے ؟ یا اس میں تبدیلی کی گنجائش ہے؟ اگر پرانا پیشہ گزران کافی ہوتا ہے تو دوسرے معاشی دروازے پر دستک دینے سے رک جاتا ہے یا زندگی میں مزید خوشحالی کا رنگ بھرنا ہو تو اپنی حیثیت بڑھانے کی نئی راہ ڈھونڈتا ہے اور اگر حالیہ صورتحال ہی موجودہ معاشرتی زندگی سے متصادم ہو تو پھر شکم کا شیطان ہی آدمی کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعۂ حیات پیدا کردیتا ہے یا اسکی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کشکول گدائی لیکر دست سوال دراز کرتا رہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو معیشت وتجارت پر ابھارنے کیلئے ان سے محنت کے بدلے اجر کا یقین، کفالت کے بدلے ثواب کی امید اور جائز بھاگ دوڑ کے بدلے نعم البدل کی ڈھارس بندھاتا ہے، اسلام ہی تنہا مذہب ہے کہ محنت کے بدلے دنیا میں اس محنت کی قدر اور آخرت میں اس کا غیر معمولی صلہ دینے کا وعدہ کرتا ہے، مسلمان دنیاوی اور اخروی فوز وفلاح سے ہمکنار ہونے کے لئے اپنی بساط بھر جتن کرتا ہے اور شرف محنت اپنی زندگی کا ایک لازمی جز بنالیتا ہے۔

اسلام نے عمل ومحنت کا مفہوم واضح کرکے لوگوں پر صحیح عمل اور صحیح محنت کی پابندی عائد کردی ہے، میرا مطلب ہے کہ اسلام کو اس سوال سے کوئی واسطہ نہیں کہ دولت کی پیدائش اور اسکی گردش کی کیا صورتیں ہونی چاہئے یہ تو زمانے کے تمدنی حالات کے تابع ہوتے ہیں جب جیسی ہوا چلی ان کا رخ بھی آپ سے آپ ادھر ہوگیا بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ آدمی معاشی معاملات میں جو بھی شکلیں اختیار کرے وہ قمار بازی، فریب کاری، رشوت خوری، زور زبردستی اور ظلم وجور سے پاک وصاف ہوں۔

یہ فطری اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری چیزوں میں مساوات کو نافذ نہیں کیا معاشیات بھی انہیں عدم مساوات اصول پر مبنی ہے، یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ آخر اس میں کون سی حکمت عملی پوشیدہ ہے؟ جواب معلوم کرنے کے لئے یہ بات ذہن نشیں رہنی چاہئے کہ انسانوں

کی دنیاوی زندگی امتحان گاہ ہے، خالق دوعالم یہ چاہتا ہے کہ دو بندوں میں کون دن کو محنت و مزدوری کرکے اپنا، اپنے خاندان کا اور دیگر بھوکے ننگے کا سہارا بن کر رات کی راحت بھی انہیں کی نذر کرتا ہے طول طویل قیام وسجود سے اپنی رات کا ایک قیمتی شئی (نیند) بھی کھو بیٹھتا ہے یہاں تک کہ آداب سحر گاہی کی آخری رسم ادا ہوتے ہوتے ایک دوسری جماعت کا وقت بھی ہوجاتا ہے اور پھر وہ اس جماعت کا بھی احترام کرنا نہیں بھولتا ہے۔

اور کون ہے جو دن کے عیش وآرام کو بھولنا گناہ سمجھتا ہی ہے رات کی راحت بھی اس کی جسمانی وروحانی اکسیر کے مانند ہے گویا ایسے شخص سے سماج کے کمزوروں کی دیکھ ریکھ ایک امر محال ہے۔

اسلام زندگی کی دو قسم کرکے آدمی کی جستجوئے حیات کو مستقل اور ابدی چیز بنادیتا ہے ایک مسلمان ایمان واسلام کے دائرے میں رہ کر اسباب زندگی مہیا کرتا ہے اس سے اس کا مقصود دنیاوی زندگی کی بجائے اخروی زندگی کی کامرانی ہوتا ہے یہی اسلام اور غیر اسلام کے مابین نقطۂ امتیاز ہے، غیر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسان سرمایہ کاری کے لئے ہر وہ طریقہ اپناتا ہے یا اپنا سکتا ہے جو اسکی معیشت میں رنگ بھرنے کا کام دے سکے اور اس پر مستزاد یہ تگ ودو محض دنیاوی اسٹیج پر ناچنے گانے اور موسیقی وآلات طرب کے استعمال تک محدود ہے اخروی حیات کا مستقل نظام تو کیا اس کا تصور بھی ناپید ہے۔

مساوات اور عدم مساوات کی تقسیم پر غور کرنے سے یہ بات بھی آسانی سے انسانی عقل وشعور میں نفوذ کرسکتی ہے کہ مذہب اسلام جو فطری قانون کے مجموعے کا نام ہے اس نے معاشیات میں عدم مساوات کا پہلو شامل رکھا تو بدیہی طور پر انسانی معاشرے کا دو طبقہ رائج ہوگا ایک خوشحال طبقہ ہوگا اور دوسرا خوشحالی سے محروم ہوسکتا ہے پہلا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل ہوگا جنکے پاس قابلیت و صلاحیت ہوگی، کام کرنے کی پوری طاقت ہوگی، زندگی گزارنے کا طور وطریق ہوگا۔

دوسرا طبقہ معذوروں محتاجوں اور نادانوں پر مشتمل ہوگا جو یا تو وقتی طور پر قابل کار نہ ہو نگے یا کام نہ کرسکنے کا دائمی عارضہ لاحق ہوگا۔

اسلام نے معاشرتی نسل کی بقا اور اس کے عمرانی مسائل کو حل کرنے کے لئے پہلے طبقہ

کے سر دوسرے طبقہ کی معاشی کفالت کی پوری ذمہ داری ڈال دی، یہاں ذمہ داری بھی دوطرح کی عائد ہوتی ہے ایک اخلاقی ذمہ داری اور دوسری واجبی ذمہ داری ،زکوۃ کا تعلق واجبی ذمہ داری اورصدقات وعطیات کا تعلق اخلاقی ذمہ داری سے ہے ،علماء حق نے اس بات کی مکمل وضاحت کردی ہے کہ اسلام کا نظام زکوۃ ریاست کی ہرطرح کی غربت وافلاس کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے جس کا اندازہ اس کتاب سے بھی لگے گا مگر آج اخلاص کے فقدان نے زکوۃ کے اعلیٰ مقاصد پر پانی پھیر دیا ہے، غلطی زکوۃ دینے والے اور زکوۃ لینے والے دونوں طرف سے ہے مالدار طبقہ ادائیگی اپنے لئے بارگراں محسوس کرتا ہے دوسری طرف بناوٹی مسائلین کی بھیڑ لگی ہے ایک تنومند وتوانا آدمی طرح طرح کے بہانے بنا کر زکوۃ حاصل کرنے کیلئے سینکڑوں دروازوں پر دوڑ دوڑ جاتا ہے، مالدار طبقہ کی غلطی سے مزید یہ غلطی اورخرابی پیدا ہوگئی کہ لوگوں میں زکوۃ کی ادائیگی کا اسلامی رجحان وکردار کا چہرہ مسخ ہوگیا اور جب زکوۃ دینا ہی بوجھ لگ رہا ہے تو اس بات کی کیا ضمانت کہ پورے مال کی زکوۃ دی یا کم ہی مال کی زکوۃ دے کر کے اس فریضے سے رستگاری پالی ،مسائلوں کی غلطی نے قابل کار انسانوں کو زکوۃ پر تکیہ کرنے کا ہنر سکھا دیا یا جو کسی طرح شکم پروری کر سکتے تھے انہیں بھی زکوۃ کا حرص دے کر اسلامی معاشرے کا معاشی نظام درھم برھم کردیا۔

اسلام کے معاشی نظام چلانے کا ہدف اول یہ ہے کہ دولت کی خاص طبقہ میں کسی طرح جمع نہ رہ سکے ورنہ سرمایہ ایک جگہ جمع رہ کر سرمایہ دار کو سانپ بنا دے گا اور قریب بھٹکنے والوں کو کبھی پھنکار دکھائے گا تو کبھی ڈسنے سے بھی نہیں چوکے گا ،اسلئے دولت کو گردش میں رکھا گیا ہے تاکہ کسی ایک ہاتھ میں جمع نہ ہوجائے بلکہ ہاتھوں ہاتھ گردش کرتی رہے ،گردش کا فائدہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک جگہ بہت سارا مال جمع ہوکر اسکے ضیاع کا باعث بن جائے ،گردش کی رفتار تیز تر کرنے کے لئے زکوۃ ،عشر وخراج ،وراثت ومیراث ،صدقہ وخیرات کا قانون نافذ ہے جو صرف گردش ہی تک محدود نہیں ،انسداد غریبی کا ایک مکمل نظام ہے ،اس کو عمل میں لاکر کوئی معاشرہ غربت کی کوئی شام نہیں گذار سکتا اس کے لئے ہر ''صبح'' ''صبح خوشحالی'' اور ہر شام ''شام آرام'' ہوگی۔

مغربی دنیا کی برق رفتاری شہرت کے آسمان پر کمندیں ڈال رہی ہیں ،لوگ مغرب کے اگرویدہ اسکی زلف گرہ گیر کے ثناخواں ،اسکی تعلیمات کے عاشق بیتاب ،اسکی برق وکرامات کے مصدق اور اسکی فکر ونظر کے ہمنوا ہیں ''کل جدید لذیذ'' کا فلسفہ جاہل عوام جہالت کی

بنیاد پر بہت جلد سمجھنے میں کامیابی حاصل کرلیتے ہیں اور اس فلسفہ کو ہر نئے طرز عمل اور ہر نئے مکتب فکر پر برتنے لگتے ہیں ،یہی ہوا سرمایہ داری کے ظہور سے کچھ وقتی فوائد رونما ہوتے ہی مشرق ومغرب کے لوگ بے تحاشہ اس نظام کے پیچھے دوڑ پڑے نہ آگے دیکھا کہ ہماری آخرت کی منزل چھوٹ رہی ہے اور نہ ہی پیچھے مڑ کر دیکھا کہ ہم نے اپنی معیشت کی راہ پہلے سے کہیں زیادہ شکل اور دشوار گذار بنالیں ،اپنے آگے پیچھے نہ دیکھتا کم سے کم اپنے بھائیوں کا ہی خیال کرلیتا ،اتنا ہی سوچ لیا ہوتا کہ ہم جس جماعت میں شریک ہورہے ہیں وہ تو ہمارے بھائیوں ہی سے علم جہاد بلند کرکے بغاوت کا مشغلہ پوری قوم وملت میں بھڑکا کر رکھ دے گا ،ہمیں اس جماعت میں شریک ہوکر اپنے معذور بھائیوں کی قربانی دینا ہوگی ،عدل واحسان سے بہت دور ہونا پڑے گا ،ظلم وفساد کا شیطان غریب ونادار سے دولت چھین چھین کر ہماری شکم پروری کا فریضہ انجام دے گا ،سب سے بڑی قربانی ہمیں دین وایمان سے محروم ہونا پڑے گا۔

محنت وسرمایہ دنیا میں صف آرا ہوگئے دیکھئے ہوتا ہے کس کس کی تمناؤں کا خون

ہیگل سے پہلے یہ بات لوگوں کے پیش نظر تھی کہ قلت وسائل آدمی کی ترقی کی راہ میں ارچن ہے جب قلت کی جگہ کثرت کا فلسفہ پیش کیا جانے لگے تو آپ سے آپ راہ ترقی ہموار ہوتی چلی جائے گی ،ہیگل اور سرمایہ داری کی آمد سے قلت وسائل کا معمہ تو حل ہوگیا مگر کثرت وسائل سے تو معیشت کی راہ پہلے سے کہیں زیادہ خطرات کا شکار ہوگئی ،سرمایہ دار ممالک کے باشندے اقتصادی بدحالی سے پریشان ہوکر تاریخ حیات کا آخری ورق تک پلٹنے لگے ،کساد بازاری کے خطرات دن بدن ایک بدترین صورتحال کی طرف رواں ہے ،معیشت کی تگ ودو عدل وانصاف ،رحم ومروت اور اخوت ومحبت سے عاری ہوگئی۔

دراصل سرمایہ کا بگاڑ یہاں سے پیدا ہوا کہ اس نے انسان کو سرمایہ کا خود مختار مالک بنادیا یہاں انسان کو آزادی دی کہ روزمرہ کی ضروریات کے علاوہ ذرائع پیداوار پر بھی اسکی ملکیت بے قید اور آزاد ہے وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال کرسکتا ہے جس کام میں چاہے لگائے جس طریقے سے چاہے ان سے نفع حاصل کرے اور اپنے تیار شدہ مال کی جو قیمت چاہے مقرر کرے ،جتنے آدمیوں سے جن شرائط پر چاہے کام لے ،غرض اپنے کاروبار کے بارے میں اسے کھلی آزادی ہے اور ریاست اسکی ملکیت میں کوئی دخل اندازی نہیں کرسکتی۔

کسی بھی نظام کی مستقل مزاجی اس کے مستقبل کا ضامن ہے اور مستقل مزاجی کے لئے فطری رموز واشارات اور کائنات کے زیر وبم سے گہری واقفیت پہلا درجہ ہے، دوسرے درجے میں اس بات کا خیال ناگزیر ہوتا ہے کہ سرگرمی ''قانون ربانی'' سے متصادم تو نہیں؟ اور سرمایہ داری جہاں فطرت کے خلاف اعلان جنگ تھا وہیں ''قانون ربانی'' پر حرف ثبت کر رہی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ داری مغربی سمندری تٹ پر یا صحرائی علاقہ میں لگائے خیمے کو لے کر رخت سفر باندھ گئی

گیا دور سرمایہ داری گیا　　　تماشا دکھا کر مداری گیا

کارل مارکس انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں پیدا ہوا، اس وقت یورپی ممالک میں صنعتی انقلاب کا دور دورہ تھا، بھاپ بجلی کی ایجاد نے مشرقی عوام سے اپنی خدائی کی داد حاصل کر لی تھی مگر ترقی یافتہ ممالک میں ظلم وعدوان اپنی آخری مثال قائم کر رہا تھا، لوٹ مار، معاشی استحصال، قومی استیصال سے مغربی لوگوں کو قلبی وابستگی تھی اور اسی میں زندگی کا سارا کیف وسرور بھی نظر آتا تھا، مارکس کو ایک طرف سرمایہ داری کی موت سے دھکا لگا ہی تھا مغربی دنیا کی اقتصادی بدحالی نے سرمایہ داری کی یاد تازہ کر دی، اب وہ ہیگل کا فلسفہ لے کر فطری اشارات کی تلاش شروع کی، اسے ہیگل کا سارا فلسفہ ازبر ہو گیا یہاں تک کہ ہیگل کی عملی ناکامی کا نتیجہ بھی اس نے ڈھونڈ نکالا اور اپنا بیان جاری کیا کہ سرمایہ داری میں شخصی ملکیت انسانیت کا افیون ہے اس لئے سرے سے ذاتی ملکیت کی روح سلب کر کے سرمایہ داری کی قبرستان میں دفن کر دو اور اسی کے برعکس ایک معاشی نظام حیات پیش کرو تا کہ بنیاد بھی مستحکم ہو اور عمارت کی زندگی بھی پائدار اور ابدی ہو جائے، یہی وجہ سے کہ ''اشتراکیت'' کو ''ذاتی ملکیت کا خاتمہ'' سے تعبیر کریں تو بھی وہی نظام معاش مراد ہوگا جس کو مارکس نے پیش کیا یہ تو منفی تعبیر تھی اگر مثبت تعبیر میں ''سماجی ملکیت کا نظام'' کہیں تو بھی وہی تصویر سامنے آئیگی۔

آن کی آن میں اشتراکیت کی مقبولیت عام ہو گئی اور لوگوں نے اس سے خیر سگالی لے کر انسانیت کا دم لینا شروع کیا، معلوم پڑتا ہے کہ اشتراکیت کوئی خدائی طاقت ہے جو فطری اصول کے تئیں سماج ومعاشرہ کی ناہمواری کی درستگی کا سامان بہم پہنچائے گی، مارکس نے اپنی عبادت کے لئے لوگوں کو ایک بائبل (سرمایہ) پیش کیا، اینجلز نے جبرئیل کا کردار ادا کر کے مارکسی امت تک اشتراکیت کا پیغام پہنچایا، یہ دن دوگنی رات چوگنی اپنا سفر حیات طے کرتی رہی یہاں تک کہ لینن اور

اسٹالین جیسے ائمۂ اشتراکیت نے جنم لیا اور اس مارکسی دین ومذہب (گرچہ مارکس کے یہاں مذہب کا تصور نہیں تاہم نظام اشتراکیت کو مذہب سے زیادہ وقعت دی جانے لگی) کو فروغ دینا شروع کیا، جس قدر ہو سکتا تھا ظلم کی تلوار بن کر لوگوں کو مارکس کی بائبل پر ایمان لانے کی دعوت دیں، ایمان نہ لانے والوں کو اشتراکی بائبل کی رو سے تہ تیغ کر دیا گیا بلکہ بعض ''مومنین بالمارکس'' کو بھی اپنی ذاتی رنجش کی بنیاد پر فنا کے گھاٹ پہنچا دیا گیا۔

اسی مارکسی بائبل میں ذاتی ملکیت کے خاتمے اور اجتماعی ملکیت کی توثیق پر ایک دلیل بھی مذکور ہے اس میں لکھا ہے کہ مثال کے طور پر ایک بچہ جب اپنے کھلونے کسی کو دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کے اس انکار کے پیچھے دراصل یہ خوف کارفرما ہوتا ہے کہ اس طرح اس کے کھلونے کم ہو جائیں گے یا کوئی اور بچہ اس کے باقی کھلونے بھی ہتھیا لے گا چنانچہ اگر دس بچے ہوں اور کھلونہ صرف ایک ہو تو ان میں لڑائی جھگڑا ہونا ناگزیر ہے لیکن اگر ان میں سے ہر ایک بچے کو ایک ایک کھلونہ مل جائے تو سب خوش ہو جائیں گے اور ان میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوگا۔

کہا جاتا ہے خدا کے انکار کی دلیل بھی لوگوں کے پاس موجود ہے ''اب کیا ہو'' مگر دلیل جو حقیقت کا آئینہ دار ہوتا ہے وہ کسی علمی سوال وجواب ہی میں جھلکتا ہے کسی مارکسی بکواس یا اشتراکی خیالات میں نہیں۔

میں یہ وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کسی سائنسداں کے پاس ذاتی ملکیت کی نفی کا ثبوت موجود نہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ دس کھلونوں کی موجودگی میں دس بچوں کا آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرنا انسانی فطرت میں ذاتی ملکیت کے جذبے کی نفی نہیں کرتا بلکہ اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحت مند ماحول میں ذاتی ملکیت کی خواہش کامل مساوات کے قیام سے بھی پوری ہو جاتی ہے اسی مناسبت سے اگر میں اشتراکی خطرات سے یہ سوال کر دوں کہ بہت سے بچے اپنے پاس کھلونہ رکھنے کے باوجود اپنے ساتھیوں کے کھلونے بھی کیوں اچک لیتے ہیں اور جب تک کوئی رکاوٹ نہ بنے وہ اپنی حرکت سے کیوں نہیں باز آتے؟

مجھے معلوم ہے اس سوال کا جواب دینے سے وہ قاصر محض ہوگا۔

مارکسی بائبل میں سماج کے تین طبقے ہیں۔

(ا) سرمایہ دارانہ سماج　　　(Capitalism society

(۲)سوشلسٹ سماج (socialist society)

(۳)کمیونسٹ سماج (communist society)

ان تینوں سماج میں معاشرتی ومعاملاتی لین دین کی تین صورتیں ہیں۔

(۱)قدر تبادلہ (Exchange value)

(۲)قدر اصل (intrinsic value)

(۳)قدر استعمال (use value)

قدر تبادلہ کسی چیز کی وہ قیمت ہے جو سپلائی اور مانگ کے دوطرفہ تقاضوں سے متعین ہوتی ہے مارکس کے نزدیک یہ سرمایہ دارانہ سماج ہے۔

قدر اصل کسی چیز کی وہ واقعی قیمت ہے جو انسانی محنت کی بنا پر اس کے اندر پیدا ہوتی ہے یہ سوشلسٹ سماج ہے۔

قدر استعمال کسی چیز کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ انسان کی ایک ضرورت کو پورا کرتی ہے اور یہ کمیونسٹ سماج ہے۔

ان چیزوں کو دیگر لفظوں میں اس طرح بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ جس سماج میں چیزوں کا لین دین نفع کی غرض سے ہو وہ سرمایہ دارانہ سماج ہے، جس سماج میں کوئی شخص کسی سے نفع کا طالب نہ ہو اور ہر شخص کو اسکی محنت کے بقدر پورا معاوضہ ملے وہ سوشلسٹ سماج ہے اور جہاں آدمی ان دونوں چیزوں سے بلند ہو جائے، جہاں نہ تو ایسا ہو کہ آدمی ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنا چاہے نہ ہی ضروری ہو کہ کوئی شخص جتنا کرے اتنا ہی وہ اپنے لئے پائے بلکہ ہر شخص کو کسی رکاوٹ کے بغیر اسکی ضرورت کی چیزیں حسب خواہش ملتی رہیں جیسے آج ہوا اور پانی مل رہے ہیں یہی آخری سماج کمیونسٹ سماج ہے جو مارکس کے تجزیہ کے مطابق انسانی سماج کے ارتقا کی بلند ترین منزل ہے۔

اس اصول کی فکری خامی خود اشتراکی بائبل کی مستحکم آیت سے ثابت ہے، جدلی مادیت جب سرمایہ داری اور دیگر نظام کو متاثر کر سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ کمیونسٹ سماج اس سے بچا رہے، اسی سے کمیونسٹ نظام کی ناکامی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، ہم کیا خود اشتراکیت پسند حضرات اپنے دین ومذہب کا مضحکہ اڑاتے ہیں ایک اشتراکی ڈپٹی کی فرانس کی پارلیامنٹ کے ایک قدامت پسند ممبر سے ملاقات ہوئی اور اس کو کارل مارکس کی تحریروں کا ایک خصوصی اڈیشن دکھایا جو بریل

(Braille) طریقہ پر چھپا ہوا تھا، اشتراکی نے کہا کہ یہ اڈیشن اندھوں کے لئے ہے، فرانسیسی نے جواب دیا جناب مارکس کی تمام تحریریں اندھوں ہی کے لئے ہیں۔

مغرب اور اہل مغرب مارکس اور مارکسی نظریات کو خدا وقرآن مانیں یا گوچہ گردو گوچہ گردی ہم تو اسے ایک تاریخ ساز شخصیت ضرور تسلیم کرتے ہیں اس نے ڈارون کا کردار ادا کیا، ڈارون نے جو علم الحیات بخشا مارکس نے تاریخ کو ایک سائنٹیفک نظریہ عطا کیا، اسکی حکمت ودانائی علم ومعرفت، شعور وآگہی اپنی جگہ مسلم ہے، ہم تو ''حکیم معاش'' بھی مارکس ہی کو کہتے ہیں مگر ہاں۔

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت   پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

یہ کیا کہ ایک بستی ہوئی دنیا کو برباد کر کے ایک کاشانہ آباد کیا جائے کہ اس طرح دنیا کی ہنگامہ خیزی سے بھی رستگاری ملے گی اور مسائل حیات کی پر پیچ راہوں سے نہیں گذرنا پڑے گا۔

کمال تو اس میں تھا کہ ایک اجڑی ہوئی بستی ہی سنوار دیتے یا کم ازکم بستی کا بگڑا ہوا ماحول ہی درست ہو جاتا۔

میں نے تو مارکس اور مارکسیت کی عملیت کا اعتراف بھی کیا مگر دیکھئے ابلیس لعین فرشتوں کے درمیان اقبال مرحوم کا یہ شعر گنگناتا ہے۔

کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی گوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز آشفتہ ہو

بہر حال روسی تجربات ومشاہدات نے واضح طور پر اشتراکیت کی ناکامی کا اعلان کر دیا اور اشتراکیت بھی سرمایہ داری کی طرح اپنی زندگی کی آخری رات بسر کر رہی ہے اور ہونا بھی چاہئے تھا یہی۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

زمانے کی ترقی اور معاشیات پر ماہرین کی کوشش نے تجارت ومعیشت کی مختلف نئی صورتیں پیدا کر دیں، لوگ موجودہ زمانے میں عالمی پیمانے پر سینکڑوں طرح کی تجارتی اسکیم ایجاد کر چکے ہیں، کمپنی، شیئر بازار، نظام زر وکرنسی، بینک کاری، بیمہ کاری رائج الوقت تجارتی طریقے ہیں، اسلامی علماء معاشیات قرآن وسنت اور فقہی بصیرت کی روشنی میں ان تمام طریقوں پر کام کئے، مجھ

اللہ بینک کاری کا متبادل نظام بھی پیش کردئے جس کے متعلق لوگوں کی یہ رائے تھی کہ بینک کاری کا نظام سودی کاروبار کے بغیر ممکن نہیں مگر شرکت مضاربت کے تحت اسلامی اصول کو برتتے ہوئے یہ بتایا کہ اسلامی بنک کاری کا انحصار شرکت ومضاربت پر ہے یہی اسلامی بنک کاری کی اصل صورت ہے،سعودی عرب،کویت،دوبئی،مصر،اردن،سوڈان،جرمنی،بحرین،سوئزرلینڈ اور پاکستان وغیرہ اسلامی ممالک میں یہ اسکیم چل بھی رہی ہے تاہم ہندوستان میں ملکی سطح پر اس کام کا ہونا ابھی باقی ہے،ارباب حل وعقد کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس نظام کو چلانے کی خاطر جلد از جلد پیش قدمی کریں۔

بیمہ بھی اس زمانے کا ایک تجارتی طریقہ ہے،اس سلسلہ میں علماء اسلام بھی دو متضاد نظریات کے حامل ہیں،ایک طبقہ اسکی حرمت کا مطلق حکم لگاتا ہے اور دوسرا طبقہ اس کے جواز کے لئے ذرا سی گنجائش کی راہ نکالتا ہے۔

دراصل بیمہ کی کئی قسمیں ہیں،فائر انشورنس،جنرل انشورنس،لائف انشورنس وغیرہ،زیا دہ اختلاف کا باعث لائف انشورنس ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اسکی ضرورت پر بحث بھی چل رہی ہے،مگر دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ لائف انشورنس میں سودخوری،قماربازی اور فریب کاری شامل ہے جس کی بنیاد پر حرام ہے،لوگوں کو سمجھنے میں دشواری کا سبب یہ بھی ہے کہ بیمہ کرنے پر اصل رقم سے زائد ملنے والی رقم کو بونس (Bonus) سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ سود ہے اور سود کو بونس کہہ دینے سے حرمت کا حکم نہیں بدل سکتا۔

میں نے اس کتاب میں جدید طریقۂ تجارت میں سے صرف بینک کاری پر روشنی ڈالی ہے اور دیگر نظام تجارت پر علماء حق کی واضح ترین گفتگو ہونے کی وجہ سے قارئین کرام سے ان مسائل کے چھیڑنے سے معذرت پیش کرتا ہوں مگر اس بات کی ضرور بالضرور تاکید کرتا ہوں کہ استعماری قوت جو معاشی نظام ہم پر تھوپنا چاہتی ہے ہم اسے سمجھیں اور استعماری حکمت عملی کو اپنے علمی تجربات کی روشنی میں واضح کریں اور لوگوں کو بھی اس سے روشناس کرائیں کیونکہ یہ ایسے مسائل ہیں جو دیندار طبقوں میں بھی موضوع اختلاف بنے ہوئے ہیں کوئی بعض چیزوں کو جائز سمجھ کر کھلے عام عملی جامہ پہناتا ہے اور کوئی حرام سمجھ کر اس کے قریب بھی جانے سے ڈرتا ہے۔

یہ کتاب دراصل ایک مقالہ ہے جس کو میں نے تعلیمی سند کے حصول کے لئے جامعہ سلفیہ

بنارس میں لکھا،بعد میں اسکی اہمیت اور حالات کے تقاضے کے تحت اسکی اشاعت میں نے وقت کی اہم ضرورت اور منظر اشاعت پر لانا اپنی ذمہ داری خیال کیا اسی خیال کے تحت اس موضوع کا انتخاب بھی کیا تھا۔

میں نے اس مختصر سی کتاب کے اندر ''اسلامی معاشیات'' کا تقریباً ایک حد تک تعارف پیش کردیا ہے اس سے بخوبی اسلامی اور غیر اسلامی معاشیات میں تمیز کی جاسکتی ہے،اس کے علاوہ ''اسلامی معاشیات'' کو جن دو بڑے معاشی نظام نے چیلنج کیا اس کا بھی خدوخال پیش کردیا تا کہ ایک عام آدمی بغیر کسی جانبداری کے اسلامی معاشیات کی بھی تصویر دیکھ لے اور غیر اسلامی معا شیات کے چہرے سے بھی نقاب اٹھا کر دیکھ لے کہ دونوں کے مابین نقطۂ امتیاز کیا ہے؟ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ اسلام اپنی کن فطری تعلیمات سے ممتاز ہوتا ہے؟ اور دیگر نظام میں کیا کیا خرابیاں موجود ہیں؟

اس کتاب کے پڑھنے سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ ایک تو اپنا ایمان عقیدہ درست اور مستحکم ہوگا دوسرا یہ کہ ہمیں گمراہ فرقوں کی اصلاح وتنقید کا سامان ملے گا بلکہ حق وباطل،توحید وشرک،ایمان وکفر اور حلال وحرام کے مابین خط امتیاز کھینچنا ہماری ذمہ داری ہے۔

جب غیر اسلامی معاشیات نے عالم اسلام کو چیلنج کیا تو کونے کونے سے اسلامی علوم کے ماہرین اور فطری معاشیات کے روشناسوں نے اس کے چیلنج کا مسکت جواب دے کر خاموش کردیا مگر آج بھی بعض جگہ کھلے عام اور بعض مقامات پر پس پردہ اسلام پر حملے ہو رہے ہیں ہر حملہ کے پیچھے مغربی الحادی ذہنیت کام کررہی ہے۔

معاشی نظام کی ترویج واشاعت میں میڈیا کا اہم کردار ہے،دنیا میں میڈیا کے تحت کام کرنے والے چھ بڑے مراکز میں سے چار امریکہ کا ہولڈ ہے،ایک یوروپ کا اور ایک میں امریکہ واسٹریلیا مشترک ہیں،امریکہ کے تسلط میں ٹائم ورنر(Time warner)ویاکم (Vioccm)ڈیزنی(Disney)ڈی سی ٹی (D,c,t)ہیں اور برٹلز مین(Bertest Man)پر یوروپ کا قبضہ ہیں اور چھٹواں مرکز نیوز کارپوریشن(Newscroporation) میں امریکہ واسٹریلیا دونوں مشترک ہیں،جب میڈیا پر مغرب کی مکمل دسترس ہے تو جو نظام بھی ہم پر تھوپنا چاہے وہ سماج پر برق رفتاری سے اثر انداز ہوگا اور ہم جس قدر بھی دفاعی آواز بلند کریں

اسلام کا معاشی نظام اور۔۔۔ مقبول احمد سلفی

صدا بصحرا ثابت ہوگی، اس لئے ہمیں حساس ترین قوم بن کر پھر سے ابھرنا ہے اور عصری تقاضوں کے تحت دشمنان اسلام کے تحدیات کا مقابلہ کرنا ہے ورنہ جو بیگانے ہیں وہ تو ہیں ہی اپنے بھی رفتہ رفتہ دین سے بیگانے ہونے لگیں گے اور ہو بھی رہے ہیں اس میں ہماری غفلت اور احساس کمتری کا ہاتھ ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں میں نے مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور اسلامی موقف کی ترجمانی کے لئے بھرپور کوشش کی ہے بطور دلیل وبضرورت مراجعہ اس کتاب کے اکثر مستند ماخذ کی فہرست کتاب کے آخر میں شامل کر دی گئی ہے نیز بینک کاری اور معاشیات کو صحیح طور پر سمجھنے کیلئے ان سے متعلق اہم اصطلاحات بھی شامل کتاب ہیں۔

آخر میں اس کتاب (مقالہ) کے مشرف مکرم مولانا ابوالقاسم سلفی صاحب کا شکر گزار ہوں جنکی دقیقہ سنجی، بہترین رہنمائی، مفید مشورے اور گراں قدر علمی آراء اس کتاب کی تکمیل کا باعث بنے۔

کتاب اپنی جگہ کیا اہمیت رکھتی ہے اور میں نے معاشیات کے موضوع پر کس حد تک کام کیا ہے یہ فیصلہ میں قارئین پر چھوڑتا ہوں جسے وہ پڑھتے ہوئے محسوس کریں گے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کتاب میں جہاں تک صحیح ہوگا وہ میرے رب ذوالجلال کی توفیق وعنایت ہوگی اور خطاونسیان کا انتساب میری جانب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس حقیر سی کاوش کو امت کی رشد وہدایت کا ذریعہ بنا کر مصنف اور اسکے جملہ خویش واقارب بالخصوص والدین واساتذہ کرام کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے۔
(آمین تقبل یارب العالمین)

مقبول احمد السلفی
اندھرا ٹھاری، مدھوبنی، بہار
مبعوث جمیعۃ اِحیاء التراث الاسلامی، کویت
۳ر مئی ۲۰۰۸ء
E-mail:maqbool salafi @yahoo.com

باب اول

معاشیات کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق

معاشیات ایک فن ہی نہیں،نظام حیات کا ایک مرکزی شعبہ ہے جس کے گرد حیات انسانی کے سبھی مشاغل چکر کاٹتے ہیں،اسی پر ملک وقوم کی ترقی کا انحصار ہے ،نت نئے قدیم وجدید معاشی مسائل کا حل ہے اور موجودہ دور میں معاشی بحران اور پیچیدہ مشکلات کے تئیں اس کی اہمیت قدرے بڑھ جاتی ہے ہر ایک فرد مسلم کو چاہئے کہ اجتماعی وانفرادی بہبود کے لئے معاشیات سے واقفیت حاصل کر کے ترقی کی راہ ہموار کرے۔

اس فن کی تصویر پیش کرنے سے پہلے علم معاشیات کی لغوی واصطلاحی نقاط کی وضاحت قابل ذکر امر معلوم ہوتا ہے۔

لغوی تحقیق:۔

لفظ معاشیات (Economy) کا اردو ترجمہ ہے ،یہ یونانی لفظ ہے جس کے معنی گھریلو انتظام کے ہیں اور عربی زبان میں ’’معاش ‘‘یا معیشة ‘‘عاش یعیش کا مصدر ہے ،صاحب المعجم الوسیط رقمطراز ہیں’’المعاش ماتکون به الحیاةمن المطعم والمشرب ونحوها‘‘ کھانے پینے کا وہ سامان جس سے زندگی وابستہ ہے [۱]

فیروزآبادی تحریر فرماتے ہیں’’المعیشةالتی تعیش بهامن ا لمطعم والمشرب وتکون به الحیاة‘‘

’’یعنی معیشت اکل وشرب کے ذریعہ زندگی گزارنے کا نام ہے اور جس سے زندگی کا

گہرا ربط ہے [۲]

صاحب المنجد نے معاش کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے’’المعاش والمعیشة ‘‘ ’’کھانے پینے کی وہ چیز جس سے گذران ہو سکے،ذریعۂ زندگی ،المعاش زندگی کا گزران ڈھونڈنا جمع معایش‘‘ [۳]

صاحب لسان العرب معاش کی لغوی تحقیق یہ پیش کرتے ہیں’’والمعاش و المعیش والمعیشة مایعاش به وجمیع المعیشة معایش علی القیاس ومعائش علی غیرالقیاس وقدروی بهماقوله تعالیٰ وجعلنالکم فیهامعایش‘‘

’’یعنی معاش اس چیز کو کہتے ہیں جس سے زندگی گزاری جائے اور معیشت کی جمع قیاساً معایش ہے مگر بغیر کسی قیاس کے اس کی جمع معائش بھی مستعمل ہے اور یہ دونوں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے مثلاو جعلنالکم فیهامعایش‘‘ [۴]

امام راغب اصفہانی نے بھی مذکورہ معانی کی تائید کی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں’’العیش الحیاةالمختصة بالحیوان وهوأخص من الحیاةلأن الحیاةتقال فی الحیوان وفی الباری تعالیٰ وفی الملك ویشتق منه ’’المعیشةلمایتعیش منه‘‘قال اللّٰہ تعالیٰ :

نحن قسمنابینهم معیشتهم فی الحیاةالدنیاورفعنابعضهم فوق بعض درجات لیتخذبعضهم بعضاً سخریاورحمةربك خیرممایجمعون (زخرف۳۲)فان له معشیةضنکا(طٰہٰ۱۲۴)وجعلنالکم معایش قلیلا ماتشکرون(الاعراف۱۰)فهوفی عیشةراضیة (القارعۃ۷)وقال علیه الصلاةوالسلام :لاعیش اِلاعیش الآخرةفأکرم الانصاروالمهاجرة
(رواہ البخاری۷/۹۰) [۵]

مندرجہ بالا معاش کی لغوی تعریف میں تقریبا یکسانیت پائی جاتی ہے اور ان تمام تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف دو الفاظ’’اسباب زندگی‘‘ سے معاش کی تعبیر کریں تو اوپر بیان کردہ

مفہوم زیادہ واضح ہو جائے گا۔

ماہرین معاشیات کی اصطلاحی تحقیق:۔

قدیم وجدید ماہرین معاشیات نے اسکی تعریف میں اتنا گل کھلایا ہے کہ جے این کینس کو کہنا پڑا ''معاشیات نے تعریفوں سے اپنا گلا گھونٹ لیا'' اسی بات کو براووٹن نے اس طرح کہا ہے ''جہاں کہیں بھی چھ ماہرین معاشیات ملتے ہیں وہاں ان کے سات مختلف خیالات ملتے ہیں''۔

ریاض شاکر خاں لیکچرار علم معاشیات جامعہ ملیہ اسلامیہ نے اختلاف علماء معاشیات کے اعتبار سے معاشیات کی تعریف کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) قدیمی ماہرین معاشیات (۲) مارشل
(۳) رابنس (۴) موجودہ دور کے دوسرے ماہرین معاشیات

(۱) قدیمی ماہرین معاشیات کی تعریفیں:۔

ایڈیم اسمتھ: ''معاشیات کا تعلق قوموں کی دولت کی نوعیت اور وجود کی چھان بین سے ہے''۔

واکر: ''معاشیات علم کی وہ شاخ ہے جو دولت سے متعلق ہے''

جے، بی، سے: ''معاشیات وہ علم ہے جو دولت کا چرچا کرتا ہے''

قدیم تعریفات میں نقص یہ ہے کہ اس میں دولت ہی کو سب کچھ مان لیا گیا ہے اسی وجہ سے ماہرین معاشیات میں سے کارلائل، رسکن، ولیم مورس، چالیس ڈکنس وغیرہ نے ان پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔

(۲) مارشل کی تعریف:۔

مارشل کا قول ہے ''معاشیات زندگی کے عام کاروباری پہلو سے انسان کی جدوجہد کا مطالعہ ہے، یہ علم اس بات کی چھان بین کرتا ہے کہ انسان کیسے آمدنی حاصل کرتا ہے

اور کس طرح اس کا استعمال کرتا ہے ۔۔۔۔۔اس طرح یہ ایک طرف دولت کا مطالعہ ہے اور دوسری طرف جو کہ اس سے بھی زیادہ اہم ہے انسانی مطالعہ کا ایک حصہ ہے'' بیگو کہتا ہے ''معاشیات میں معاشی بہبود کا مطالعہ کیا جاتا ہے، معاشی بہبود سے ہمارا مطلب سماجی بہبود کے اس بہبود سے ہے جسے براہ راست یا بالواسطہ زر کے پیمانے سے ناپا جا سکے''،

کینن کا کہنا ہے ''معاشیات کا مقصد ان تمام اسباب کو سمجھنا ہے جن پر انسانوں کے مادی بہبود کا انحصار ہے''۔

ایک زمانہ تک مارشل کی تعریف بہت مقبول تھی لیکن بعد میں لیونل رابنس نے اس کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا، ان کا کہنا ہے کہ مارشل نے اپنی تعریف میں مادیت کو ہوا دی ہے۔

(۳) رابنس کی تعریف:۔

رابنس نے اپنی کتاب An Easay on the Nature and signiticance of Economi? Science. میں معاشیات کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ''معاشیات وہ علم ہے جو کہ انسان کے اس طرز عمل کا مطالعہ کرتا ہے جو محدود ذرائع (جن کا مختلف طور پر استعمال ہو سکتا ہے) اور مقاصد سے متعلق ہے''

رابنس کی تعریف بھی ماہرین معاشیات کے نزدیک محل نظر ہے وہ کہتے ہیں کہ رابنس کی معاشی تعریف دیگر علوم پر بھی صادق آتی ہے مثلاً سیاسیات میں بھی اس طرح کا مسئلہ سامنے آتا ہے اس لئے اس تعریف میں بھی کچھ کمی ہے۔

(۴) موجودہ دور کے دوسرے ماہرین معاشیات کی تعریفیں:۔

جے، این کینس کی تعریف: ''معاشیات محدود ذرائع کا نام، انتظام اور روزگار اور آمدنی کے عنصر کا ایک سائنسی مطالعہ ہے''

جے، کے، متیا کی تعریف: ''معاشیات وہ علم ہے جو اس انسانی جدوجہد کا مطالعہ کرتا ہے جس کی بدولت انسان اس مرحلہ پر پہونچنے کی کوشش کرتا ہے جہاں اسکی کوئی خواہش

یا آرزو نہیں رہتی"۔

ان تعریفات پر بھی حرف تنقید ثبت کیا گیا ہے بلکہ جے ،کے ،متیا کی تعریف کو فلسفیانہ نظریہ قرار دیا ہے ۶

ابن خلدون اپنے مقدمہ میں اس کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "اعلم ان المعاش هو عبارة عن ابتغاء الرزق والسعي في تحصيله "یعنی معیشت روزی کی تلاش وجستجو اور اسکی حصولیابی کی تگ ودو کا نام ہے ۷

ابن خلدون کی تعریف بھی مذکورہ بالا تعریف سے مشابہ ہے اس تعریف میں قدرے امتیازی عنصر نمایاں ہے،معاشیات کی اس تعریف سے اتفاق رائے کر لینا بے جا نہ ہوگا۔

معاشیات کا موضوع:۔

اگر معاشیات کے اصطلاحی پہلو کو سامنے رکھیں تو اس سے موضوع کی تعیین کوئی مشکل نہیں تاہم اس کو واضح الفاظ میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ معاشیات میں معاشی مشاغل کے اسباب ،نوعیت اور نتائج کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور ان کے مشاغل ضروریات پر مبنی ہیں ،لہذا ضروریات کے پورا کرنے کی کوشش اور ان کا حصول (دولت) معاشیات کا موضوع قرار پایا۔۸

معاشیات سے واقفیت کے مقاصد:۔

اس امر کی وضاحت حسب ذیل ہے:

(۱) کام :تعلیم یافتہ پیدا کاران مہارتوں کو حاصل کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ کام کو اچھے ڈھنگ سے انجام دے کر آسودگی محسوس کرتا ہے۔

(۲) پیشہ وارانہ معلومات :تعلیم یافتہ پیدا کار مختلف کاموں کی ضروریات اور مواقع ان کے امکانات سے واقف ہوجاتا ہے۔

(۳) پیشہ کا انتخاب :تعلیم یافتہ پیدا کار اپنے پیشے کو سمجھ بوجھ کر منتخب کرتا ہے۔

(۴) پیشہ ورانہ کارکردگی :تعلیم یافتہ پیدا کار اپنے چنے ہوئے پیشے میں مسلسل کامیابی

حاصل کرتا ہے۔

(۵) پیشہ ورانہ ہم آہنگی :تعلیم یافتہ پیدا کار اپنی کارکردگی برقرار رکھتا ہے اور اسے خوب سے خوب تر بناتا ہے۔

(۶) پیشہ ورانہ قدر شناسی :تعلیم یافتہ پیدا کار اپنے کام کی سماجی اہمیت کی قدر کرتا ہے۔

(۷) شخصی معاشیات :تعلیم یافتہ صارف خود اپنی زندگی کی معاشیات کا منصوبہ تیار کرتا ہے۔

(۸) صرف میں تمیز اور فیصلہ کا استعمال :تعلیم یافتہ صارف اپنے خرچ کرنے کی رہنمائی کے لئے معیار طے کرتا ہے۔

(۹) خریدار کی قابلیت :تعلیم یافتہ صارف باخبر اور ماہر خریدار ہوتا ہے۔

(۱۰) صارف کا تحفظ :تعلیم یافتہ صارف اپنے مفاد کے تحفظ کے لئے مناسب اقدام کرتا ہے۔۹

فنی نقطۂ نظر سے معاشیات کے عمومی فوائد:۔

(۱) کارخانے کے مالکوں کو اس سے یہ فائدہ ہے کہ اس علم کے ذریعہ صنعتی تنظیم مفید طریقے پر چلائی جاسکتی ہے۔

(۲) بینک قائم کرنے والوں کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انہیں بینک چلانے کے اصول و ضوابط اور بین الاقوامی تجارت کے اصول معلوم ہوجاتے ہیں۔

(۳) تاجروں کو اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انہیں ٹیکس ادا کرنے کے اصول معلوم ہوجاتے ہیں۔

(۴) سیاستدانوں کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ ٹیکس عائد کرنے کے اصول اور قومی اخراجات کی مدوں سے واقف ہوجاتے ہیں۔

(۵) مزدوروں کو یہ فائدہ ہے کہ انہیں اپنے مسائل سے واقفیت اور ان مسائل کو حل کرنے کے طریقے کا علم ہوجاتا ہے مثلاً اپنی مانگوں کے لئے بروقت ہڑتال کرنا اور اس کو واپس لینا

وغیرہ [۱۰]

ان کے علاوہ بھی معاشیات کے بہت سے انقلابی فوائد ہیں مثلاً قوم وملت اور ملک کو ترقی ہوتی ہے، سماجی بہبود کے راستے ہموار ہوتے ہیں، زندگی گذارنے کا سلیقہ اور ہنر معلوم ہوتا ہے، دولت کی آمدورفت کے اصول سے واقفیت ہوتی ہے، شخصی معیار بنانے کا موقع ملتا ہے، غربت وافلاس کا سوسائٹی سے خاتمہ ہوتا ہے وغیرہ۔۔۔۔

اسلامی نقطۂ نظر سے معاشیات کے فوائد:۔

جس طرح معاشیات کے عمومی فوائد بیشمار ہیں اسی طرح اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اس کے لاتعداد منافع اور فوائد ہیں جن کا اجمالی تعارف مندرجہ ذیل سطور میں درج کیا جار ہا ہے۔

(۱) ہر فرد کو خواہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہوا سے حصول معاش کی کل آزادی ملتی ہے مگر حصول وصرف میں اسلامی حدود وقیود کی پاسداری ناگزیر عمل ہے۔

(۲) انسانی فلاح و بہبود کا راستہ کھل جاتا ہے جس سے ایک صالح معاشرہ کی بنیاد پڑتی ہے۔

(۳) اسلامی نظام معیشت سے ایک طرف فتنہ وفساد، ظلم وجور، بغض وحسد، نفرت وعداوت، معاشرے کی ناہمواری، غلامانہ زندگی، مادی زہریلے اثرات کا خاتمہ، ہر ایک غیر ضروری عنصر کا سدباب اور فطری انسانی نقطے کو عروج ملتا ہے۔

(۴) جہاں فواحش ومنکرات اور بدعات وسیئات سے معاشرہ پاک وصاف ہوتا ہے وہیں ضروری تعلیم ومذہب کو فروغ ملتا ہے اور اخوت وبھائی چارگی، الفت ومحبت، جذبۂ ایثار وقربانی اور عدل وانصاف پر معاشرہ کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

(۵) دولت ومعیشت کو جہاد شرعی میں صرف کرکے مردہ معاشرہ میں ایک نئی انقلابی روح پھونکی جاسکتی ہے۔

(۶) معاشرہ کی معاشی بے ڈھنگی اور اجارہ داری کا انسداد کرکے امیر وغریب کا احساس مٹایا جاسکتا ہے۔

(۷) صدقات وعطیات کے ذریعہ غریب عوام کو معاشی بحران سے بچا کر انکی زندگی میں خوشحالی کا رنگ بھر سکتے ہیں۔

(۸) اسلامی نظام معیشت قیام امن وامان کا ایک ناگزیر وسیلہ اور غیر معمولی اہمیت کا حامل آلۂ کار ہے۔

معاشیات اور دیگر مضامین کا باہمی ربط:۔

علم معاشیات کی ایک حد متعین ہے اس میں دوسرے علوم داخل ہونے سے مانع ہیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ علم معاشیات کا دوسرے علوم وفنون سے کوئی ربط وتعلق ہی نہیں بلکہ بعض مضامین ایسے بھی ہیں جن کا معاشیات سے گہرا ربط وتعلق ہے، بعض معاشی مسائل کا حل کرنے میں ان کا سہارا لئے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں مثلاً عمرانیات، تاریخ، جغرافیہ، نفسیات وغیرہ۔

یہاں بعض مضامین سے معاشیات کا تعلق دکھانا مقصد ہے اس کو ہم نیچے تحریر کرتے ہیں۔

معاشیات اور عمرانیات:۔

معاشیات اور عمرانیات میں بہت قریبی رشتہ ہے کچھ ماہرین تو اس بات کو مانتے ہیں کہ معاشیات کو الگ سے ایک علم ماننا غیر ضروری ہے اور یہ عمرانیات کا ایک حصہ ہے لیکن عمرانیات انسانی زندگی کے معاشی پہلو سے محض عام بحث کرتا ہے مگر دونوں ہی کا مقصد فلاح و بہبود ہے، معاشیات معاشی پر اور عمرانیات سماجی بہبود پر زور دیتا ہے نیز معاشیات کے مطالعہ میں معاشی مشاغل کا ارتقا، پیشے، معاشی نظام کی اقسام، صرف، محنت، معیار زندگی، سرمایہ، تقسیم دولت، معاشی ترقی، منصوبہ بندی، آبادی، کچھ ایسے خاص موضوعات ہیں جن کے سمجھنے میں عمرانیات بہت سودمند ہوسکتا ہے۔

معاشیات اور تاریخ:۔

تاریخ انسانی کی جدجہد کی ایک ایسی دستاویز ہے جس سے

ہمیں دورِ گذشتہ کی ہر انسانی جدوجہد کا پتہ چل جاتا ہے اسی لئے تاریخ کی مدد سے ماضی کی معاشی جدوجہد کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے اور معاشین کو تاریخی پس منظر سے بھی دلچسپی رہی ہے۔

علم معاشیات کے دو اہم پہلو ہیں:۔

(۱)معاشی تاریخ (۲)اور معاشی فکر کی تاریخ

معاشی تاریخ ایک طرف فاقہ کشی، قحط، سرد بازاری وغیرہ میں تاریخی مواد فراہم کرتی ہے تو دوسری طرف اس کے ذریعہ وہ بنیادی مواد حاصل ہوتے ہیں جن سے کہ معاشی اصول مرتب کئے جاسکتے ہیں۔

معاشی فکر کی بدولت ہمیں یہ واقفیت حاصل ہوجاتی ہے کہ سماج کا ارتقا کیسے ہوتا ہے اور ترقی کے ساتھ ساتھ کس طرح معاشی افکار، تصورات اور اصولوں پر نظر ثانی کی گئی ہے اور نتیجہ میں تبدیلیاں عالم وجود میں آئیں نیز ان تبدیلیوں کے کیا مقاصد تھے، اسی طرح ماضی کے معاشی فکر کا مطالعہ کرکے اور حال کے مسائل کو دھیان میں رکھ کر مستقبل کے معاشی حالات کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

معاشیات اور سیاست:۔

معاشیات اور سیاسیات ایک دوسرے کے معاون ہیں، آج کے دور میں اس تعلق میں اور اضافہ ہورہا ہے، شروع شروع میں ان دونوں علوم کا ایک ساتھ ہی مطالعہ کیا جاتا ہے حتی کہ معاشیات کو کچھ ماہرین ''سیاسی معیشت'' بھی کہتے ہیں، سیاسیات انسان اور ریاست کے تعلقات کا مطالعہ کرتا ہے اور معاشیات انسانی کردار کے معاشی پہلو کا اور یہ بات مسلم ہے کہ جس طرح سرکار کی ساخت ہوگی اسی طرح کی ملک کی معیشت بھی ہوگی، اور جہاں سیاسیات معاشیات پر اثر انداز ہوتی ہے وہیں معاشیات بھی سیاسیات پر اپنا اثر چھوڑتی ہے۔

اس طرح یہ واضح ہوجاتا ہے کہ سیاست اور معیشت نظری اور عملی دونوں اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں اور آپس میں معنوی طور پر مناسبت ہے۔

معاشیات اور جغرافیہ:۔

معاشیات کا ایک اہم حصہ ''معاشی جغرافیہ'' ہے اور جغرافیہ کا بھی ایک اہم حصہ ''معاشی جغرافیہ'' ہے، دونوں شانہ بشانہ چلتے ہیں، جغرافیہ انسان اور قدرتی ماحول کا مطالعہ کرتا ہے، طبعی حالت، آب وہوا، معدنیات، جنگلات، وغیرہ قدرتی ماحول کے عناصر ہیں اور معاشیات میں زمین کا تصور انہیں عناصر پر مشتمل ہے اور زمین پیداوار میں اہم حیثیت رکھتی ہے، زمین میں وہ تمام قدرتی وسائل شامل کئے جاتے ہیں جنہیں پیدا کرنے میں انسانی جدوجہد نہیں ہوتی مثلاً سطح زمین، سمندر، دریا، پہاڑ، درخت، بارش، ہوا، کانیں، مچھلیوں اور دوسرے جانوروں کی شکارگاہیں وغیرہ معاشیات میں انکی تقسیم کے بارے میں واقفیت حاصل کی جاتی ہے اس طرح جغرافیہ اور معاشیات کا تعلق نہایت قریب ہے۔

معاشیات اور کامرس:۔

کامرس میں کاروبار، صنعت، تجارت اور انکی تنظیم کے بارے میں مطالعہ کیا جاتا ہے ان عناصر سے متعلق اور اداروں کے طریق کار کے بارے میں مکمل تفصیلات ہمیں کامرس کے مطالعہ ہی سے حاصل ہوتی ہے اور معاشیات کے بہت سے موضوع کامرس کے مواد میں شامل ہیں، ان موضوعات پر بحث وتمحیص کے لئے کامرس کے اوراق پلٹنے پڑتے ہیں،

کامرس کی بعض شاخوں مثلاً طریقۂ تجارت اور طریقۂ کھاتہ داری، نیز طریقۂ کھاتہ داری کے مطالعہ سے سماجی حساب، توازن ادائیگی اور فرم کے بہت سے مسائل کا مطالعہ کرنے میں اسانی ہوجاتی ہے۔

معاشیات اور نفسیات:۔

نفسیات ذہن کا آئینہ دار ہے یہ انسان کی ذہنی کیفیتوں کا مطالعہ کرتا ہے انسان کی ذہانت، عزم، آموزش، محرک، جذبہ، رجحان وغیرہ نفسیات کے مواد میں شامل ہیں۔

انسان جو کچھ بھی کرتا ہے اس پر فطرتاً اس کی ذہنی کیفیت بہت اثر انداز ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ انسان کی معاشی سرگرمیاں بھی انہیں ذہنی کیفیات سے متاثر ہوتی ہیں، معاشیات جب بھی معاشی نظریہ سے انسان کا مطالعہ کرتا ہے اسے نفسیات کا سہارا لینا پڑتا ہے کیونکہ انسان کی احتیاجات اوران احتیاجات کی تکمیل جو معاشی مشاغل کے ذریعہ کی جاتی ہے، ایک ایسا سلسلہ ہے جسے دراصل ایک نفسیاتی عمل سمجھنا چاہئے، اگر معاشین کو نفسیات کا علم نہیں ہوگا تو وہ انسانی کردار کو نہ سمجھ پائے گا۔

نفسیات کی اہم شاخ صنعتی نفسیات، صنعتی معاشیات کا اہم جزء ہے اس طرح معا شیات اور نفسیات ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

معاشیات اور ریاضی :۔

بعض لوگوں نے معاشیات میں ریاضی کے استعمال سے گریز کیا ہے مگر جیونس، کورنو، ایزورتھ وغیرہ نے معاشیات میں ریاضی کو بھی کافی استعمال کیا ہے، جیونس کا کہنا ہے کہ نفس کے اعتبار سے معاشیات لازمی طور سے ریاضی ہے لیکن مل، کے، ارنس، یزلی جیسے معاشین کا خیال ہے کہ معاشیات میں ریاضی کے طریقوں کو اپنانے سے معاشیات کا مطالعہ ایک ذہنی ورزش بن کررہ جائیگا، مگر موجودہ دور میں معاشیات کے مطالعہ کیلئے ریاضی کی اہمیت کو تسلیم کیا جارہا ہے اور معاشیات کو ریاضی کی شکل دینے کی پوری کوشش کی جارہی ہے چنانچہ مالتھس کا نظریۂ آبادی، اصول مقدار زر جیسے تصورات ریاضی کی مدد سے وضع کئے گئے ہیں، جوں جوں معاشی اصول پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں، لفظی دلائل کے ذریعہ ان کی وضاحت مشکل ہوجاتی ہے، اس حالت میں ریاضی ہی ایک موزوں طریقہ ہے جس کے ذریعہ اصول وضع کئے جاسکتے ہیں۔

معاشیات اور شماریات :۔

شماریات کا تعلق اعداد وشمار سے ہے، مسائل سے متعلق اعداد وشمار جمع کرنا، انکی اصناف بندی کرنا، ان کا احضار کرنا اور پھر ان کا موازنہ کرکے تصحیح کرنا یہ سب عوامل شماریات میں شامل ہیں،

معاشیات میں بھی اکثر مسائل کی وضاحت اسی طریقے سے کی جاتی ہے، شماریات کے مطالعہ سے ٹیبل اور گراف تیار کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے، شماریات کے ذریعہ سے کسی معاشی مظہر کی وضاحت بہت آسانی سے اور خوبی کے ساتھ کی جاتی ہے شماریات کا ایک حصہ معاشی شماریات ہے جن کا تعلق معاشی مسائل ہی سے ہوتا ہے [11]

معاشیات کے اقسام :۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں معاشیات کی پانچ قسمیں کی ہیں ان کی عبارت کچھ اس طرح ہے:۔

"ان تحصيل الرزق وكسبه اماان يكون باخذه من يدالغيروانتزاعه عليه على قانون متعارف ويسمى مغرماوجباية واماان يكون من الحيوان والوحشي بافتراشه و اخذه برمه من البرأوالبحرويسمى اصطياداً واماان يكون من الحيوان الداجن باستخراج فضوله المنصرفه بين الناس فى منافعهم كاللبن من الانعام والحريرمن دودةوالعسل من نحلةأويكون من البنات فى الزرع والشجربالقيام عليه واعداده لاستخراج ثمرته فلحاواماان يكون الكسب من الاعمال الانسانية امافى موادمعينة ويسمى الصناعةمن كتابة وتجارةوخياطةوحياكةوفروسيةوأمثال ذلك أوفى موادغيرمعينةوهى جميع الامنتهانات والتصرفات واماان يكون الكسب من البضائع واعدادهاللاعواض امابالتقلب بهافى البلادواحتكارهاوارتقاب حوالة الاسواق فيهاويسمى هذاتجارة فهذه وجوه المعاش واصنافه وهى معنى ماذكره المحققون من اهل الادب و الحكمةكالحريرى وغيره فانهم قالوالمعاش تجاروامارةوفلاحة وصناعة ۔[12]

(۱)مغرم یا جبابہ:۔

معاش کی پہلی قسم ''مغرم یا جبابہ'' ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ غیروں سے تاوان تاٹیکس کے ذریعہ معیشت حاصل کی جاتی ہے۔

(۲)اصطیاد:۔

دوسرا طریقہ ''اصطیاد'' کا ہے اور یہ بری و بحری جانوروں کا شکار کرکے حاصل کیا جاتا ہے۔

(۳)فلح:۔

معاشیات کی تیسری قسم ''فلح'' ہے اس میں کاشتکاری، ریشم کی زراعت، شہد کی پیداوار اور شجرکاری یا اس کے پھل سے روزی کمائی جاتی ہے۔

(۴)صناعت:۔

روزی حاصل کرنے کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ آدمی بڑھی گری، ٹیلرنگ، بنکاری، شہسواری یا کسی جگہ ملازمت و پیشہ اختیار کرکے معیشت کی راہ ہموار کرتا ہے۔

(۵)تجارت:۔

تجارت کے ذریعہ بھی معاشی قوت مضبوط کی جاتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ سامان تجارت غیر ممالک میں فروخت کیا جائے یا ذخیرہ اندوزی کرکے رکھ لیا جائے اور نرخ چڑھنے پر فروخت کیا جائے اور یہ معیشت کا پانچواں طریقہ ہے۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ معاشیات کے یہی پانچ طریقے مشہور ومعروف ہیں اور علماء نے بھی انہیں اقسام میں معاشیات کو محصور کیا ہے مثلاً حریری کہ انہوں نے کہا معاشیات تجارت

ٹیکس، زراعت اور صناعت سے عبارت ہے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں کچھ آگے چل کر معاشیات کے فطری اور غیر فطری ہو نے پر بھی بحث کی ہے ان کا کہنا ہے کہ محققین علماء نے ٹیکس یا تاوان کو حصول رزق کے فطری اور طبعی طریقوں میں شمار نہیں کیا البتہ اتنا ضرور ہے کہ تجارت، زراعت اور صناعت فطری طریقے کے عین مطابق ہیں کیونکہ زراعت میں علم وہنر اور غور وفکر درکار نہیں ہوتی اور یہ معاشیات کی تمام اقسام پر فوقیت رکھتی ہے اس لئے بھی کہ زراعت کے موجد اول ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام تھے اور انہوں نے اس طریقہ کو قائم رکھا، صنعت کو دوسرے درجہ پر رکھا گیا ہے، زراعت کے بعد اس کو اس لئے رکھا گیا کہ یہ مرکب اور علمی طریقہ ہے اور اس میں غور وفکر کی ضرورت پڑتی ہے، ساتھ ہی یہ دیہاتوں کے بالمقابل شہروں میں زیادہ پایا جاتا ہے، صنعت کاری کا یہ طریقہ حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ اس کے متعلق خبر دی تھی اور اگر چہ تجارت فطرت کے موافق ہے مگر اس کے اکثر طریقے خیالی اور تصوراتی ہیں اسی بنا پر اسلام نے تجارت کے صرف اسی منافع کو جائز قرار دیا ہے جو جوا، وغرر اور فریب کاری سے یکسر پاک صاف ہو۔

باب دوم

نظامہائے معیشت کا اجمالی تعارف

یہ بات بدیہی ہے کہ جب سے دنیا قائم ہے اس وقت سے اب تک لوگوں نے بودو باش اختیار کرنے کے مختلف طریقے اپنائے ، یہ بھی صحیح ہے کہ ایک ہی دور میں مختلف گوشوں میں لوگ مختلف طرز زندگی پرکار بند تھے ،اگر آریہ قوم ہے تو اس کا طرز بودو باش کچھ اور تھا ، سناتن دھرم ہے تو اس کا معیار زندگی کچھ اور ہے ، جین مذہب ہے تو اس نے اپنے جینے کا کچھ اور طریقہ رائج کر رکھا ہے ، بودھ ملت ہے تو اس کی معاشی زندگی کا فلسفہ کچھ اور ہی ہے اور اگر کہیں مسلم قوم ہے تو وہ بھی اپنی حیات کے فطری قوانین کا پیروکار رہے اور آج کے زمانے میں اس فلسفہ کو سمجھنا آسان تر ہو گیا ہے۔

مذکورہ بیان کے تناظر میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ از آدم تا ایں دم معاشیات کے کئی ادوار گذرے ہوں گے اور ہر دور میں معاشیات کے کئی ایک طور وطریق رہے رہوں گے ،تلاش بسیار کے بعد ہمیں معلوم ہوا ہے کہ معاشی مراحل کی ابتداء شاہی نظام سے ہوئی اس کے معاشی نظام کو ''شاہی نظام'' سے تعبیر کرتے ہیں پھر ایک مدت کے بعد جاگیردارانہ نظام وجود پذیر ہوا جو یورپ کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کا نتیجہ ہے ، جاگیرداری نظام کا دائرہ کافی وسیع ہوا یہاں تک کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں ''فن معاشیات'' کی باقاعدہ طرح ڈالی گئی اور معاشیات کے نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا جس میں ہیگل اپنے معاشی افکار ونظریات سے افق پر شہرت کا پرچم لہرانے لگا اور لوگوں کو اپنے وضع کئے ہوئے معاشی قوانین کا گرویدہ بنالیا ، ہیگل کی ان تمام معاشی نظریات کا نام (Capitalism) (سرمایہ داری) پڑا جس کی پوری عمارت جدلی مادیت پر کھڑی ہے ، مادیت تو ویسے ہی خس وخاشاک کا نام ہے اسلئے کسی طوفان کی ضرورت بھی نہیں ، ایک ہلکی سی بارش

ہی سیل رواں بنا کر بہالے جائے ، اس نظام کو وقتی طور پر لوگوں کے درمیان خوب پذیرائی ہوئی مگر اس کے تجرباتی مشاہدے نے ہیگل کا کاخ تمنا چکنا چور کر دیا ، ہیگل کے بعد کارل مارکس کا ظہور ہوا جس کے عہد طفولیت کی تابناکی اس کے عہد شباب کی درخشندگی کا پیغام دے رہی تھی ، مگر یہ تابناکی اور درخشندگی اپنے اندر ایسی تاریکی چھپائے ہوئے تھی جو قوم وملت کے لئے خطرات کا سامان کر رہی تھی ، اس نے کمیونزم (اشتراکیت) کی بنیاد ڈال کر روسی باشندگان پر مال ودولت کی بارش تو کر دی مگر وہاں کے غریب کے لئے دو وقت کی روٹی کا انتظام نہ ہوسکا ، اس نظام کی آمد کو روس ہی نہیں بلکہ پورے یورپی ممالک اور دیگر اقوام عالم نے خوش آمدید کہا ، یہ تحریک جتنی جلد اٹھی اتنی ہی جلد اس زمانے میں اپنی شہرت کا جال بچھا دیا جس میں اکثر ممالک پھنسے اور پھنستے ہی چلے گئے مگر یہ معلوم ہے کہ اسلام نے گوشئہ حیات کا فلسفہ پیش کیا ہے اس کے سامنے کسی بھی مذہب کے علمبردار کو اپنا گھٹنا ٹیکنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے اور کیوں نہ ہو اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعہ دنیا کے سارے مذاہب پر فوقیت رکھے جبکہ اس کا قانون فطری ، اسکی تعلیمات جبلت کے عین مطابق اور اس کے افکار ونظریات طبعی امور سے قریب ترین ہیں یہی وجہ ہے کہ جب معاشیات کی گتھی پورے طور پر اشتراکی تحریک نے بھی سلجھانے سے اپنی کم علمی کا اعتراف کیا تو آپ خود لوگ اسلام کے معاشی فطریات کی طرف مائل ہونے لگے اور پھر ہر کہ ومہ پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام ہی نے معاشیات کا فطری نظام پیش کیا ہے مگر جن کے دل میں ایمان کی ذرہ برابر بھی رمق نہیں تھی وہ آج بھی ''اسلامی سوشلزم'' کا بے بنیاد نعرہ لگا رہے ہیں۔

معاشیات کے بنیادی وسائل:

کوئی بھی معیشت ہو اس کے کچھ مسائل ہوں گے اور ان مسائل کو حل کرنے کی راہ ہموار کرنے کے لئے نمودار ہوتی ہے ، معاشیات کے ان مسائل کو چار سرخیوں میں بیان کر سکتے ہیں۔

ترجیحات کا تعین:

پہلا مسئلہ جس کو معیشت کی اصطلاح میں ''ترجیحات کا تعین'' کہا جاتا ہے اس کا خلاصہ

یہ ہے کہ انسان کی ضروریات اور خواہشات بے شمار ہیں اور ان کے مقابلے میں وسائل محدود ہیں،
ظاہر ہے کہ ان محدود وسائل کے ذریعہ تمام ضروریات اور خواہشات پوری نہیں ہوسکتیں، لہٰذا کچھ
ضروریات اور خواہشات کو مقدم کرنا پڑے گا اور کچھ کو مؤخر کرنا پڑے گا لیکن کون سی ضروریات
کو مقدم کیا جائے اور کون سی ضروریات مؤخر کی جائیں؟ مثلاً میرے پاس پچاس روپے ہیں ان
پچاس روپئے میں سے آٹا بھی خرید سکتا ہوں، کپڑا بھی خرید سکتا ہوں، کسی ہوٹل میں بیٹھ کر ریفر
یشمنٹ پر بھی خرچ کرسکتا ہوں، یہ چار پانچ اختیارات(Options) میرے سامنے ہیں، اب
یہ میں پچاس روپئے کس کام پر خرچ کروں؟ اس کو "ترجیحات کو تعین" کہا جاتا ہے۔

یہ مسئلہ جس طرح ایک انسان کو پیش آتا ہے اسی طرح پورے ملک اور پوری ریاست
کو بھی پیش آتا ہے مثلاً ہندوستان کے کچھ قدرتی وسائل ہیں، کچھ انسانی وسائل ہیں، کچھ معدنی
وسائل ہیں، کچھ نقد وسائل ہیں، یہ سارے وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابلے میں ضروریات اور
خواہشات لامتناہی ہیں اب یہ متعین کرنا پڑے گا کہ ان وسائل کو کس کام میں صرف کیا جائے؟ اور
کس چیز کی پیداوار کو ترجیح دی جائے؟ اس مسئلہ کا نام "ترجیحات کا تعین" ہے۔

وسائل کی تخصیص:

دوسرا مسئلہ "وسائل کی تخصیص" کا ہے، ہمارے پاس وسائل پیداوار ہیں، یعنی سرمایہ،
محنت زمین ان کو ہم کن کاموں میں کس مقدار میں لگائیں؟ مثلاً ہماری زمینیں ہیں، اب زمین پر ہم
گندم کی کاشت کریں؟ کتنی زمین پر چاول کی کاشت کریں؟ اور کتنی زمین پر روئی کی کاشت
کریں؟ یا اسی طرح ہمارے پاس کارخانے لگانیکی صلاحیت ہے جس سے ہم کپڑا بھی بن سکتے
ہیں، جوتے بھی بنا سکتے ہیں اور کھانے پینے کی اشیاء بھی تیار کرسکتے ہیں، اب کتنے کارخانوں کو
کپڑا بنانے میں استعمال کریں؟ اور کتنے کارخانوں کو جوتے بنانے میں لگائیں؟ اور کتنے کار
خانوں کو کھانے پینے کی اشیاء تیار کرنے میں استعمال کریں؟ اس سوال کے تعین کو معیشت کی
اصطلاح میں "وسائل کی تخصیص" کہا جاتا ہے۔

آمدنی کی تقسیم: تیسرا مسئلہ ہے "آمدنی یا پیداوار کی تقسیم"، یعنی مندرجہ بالا وسائل کو کام

میں لگانے کے بعد اس کے نتیجے میں جو پیداوار یا جو آمدنی حاصل ہوئی اس کو کس طرح معاشرہ
میں تقسیم کیا جائے؟ اور کس بنیاد پر تقسیم کیا جائے؟ اس کو معاشیات کی اصطلاح میں "آمدنی کی
تقسیم" کہا جاتا ہے۔

ترقی:

چوتھا مسئلہ ہے "ترقی"، یعنی اپنے معاشی حاصلات کو کس طرح ترقی دی جائے؟ تاکہ
جو پیداوار حاصل ہو رہی ہو وہ معیار کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ اچھی ہو اور مقدار کے اعتبار سے
اس میں اضافہ ہو اور کس طرح نئی نئی ایجادات اور مصنوعات وجود میں لائی جائیں تاکہ معاشرہ
ترقی کرے اور لوگوں کے پاس اسباب معیشت میں اضافہ ہو اور لوگوں کو آمدنی کے ذرائع مہیا
ہوں، اس مسئلہ کو معاشیات کی اصطلاح میں "ترقی" کہا جاتا ہے۔ [13]

یہ چار بنیادی مسائل ہیں جنہیں حل کرنا ہر معاشی نظام کیلئے ضروری ہے یعنی ترجیحات
کا تعین، وسائل کی تخصیص، آمدنی کی تقسیم، اور ترقی۔

پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسائل اگرچہ فطری ہیں لیکن ایک نظام کے تحت ان کو سوچنے،
ان کا حل تلاش کرنے کی فکر آخری صدیوں میں زیادہ پیدا ہوئی اور اس کے نتیجے میں دو متقابل
نظریات ہمارے سامنے آئے، ایک سرمایہ دارانہ نظام اور دوسرا اشتراکی نظام۔

نظام ہائے معیشت کے بنیادی طریق کار:

ہر نظام معیشت اپنے مذکورہ بنیادی مسائل اور دیگر بنیادی نظریات کو حل کرنے کے لئے
چار طریق کار کا سہارا لیتا ہے۔

پیدائش دولت:

اس عنوان کے تحت ان مسائل سے بحث ہوتی ہے جو دولت کی پیداوار سے متعلق ہیں
یعنی یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہر نظام معیشت کے تحت پیداوار حاصل کرنے کے لئے کیا طریقے اختیار

کئے جاتے ہیں؟اس میں افراد،اداروں اورحکومت وغیرہ کا کیا کردار ہوتا ہے؟اس عنوان کا عربی نام ''انتاج الثروۃ'' ہے۔

تقسیم دولت:

اس عنوان کے تحت اس بات سے بحث کی جاتی ہے کہ حاصل شدہ پیداوار کو اس کے مستحقین کے درمیان کس طریق کار کے تحت تقسیم کیا جائے؟اس کو عربی میں ''توزیع الثروۃ'' کہتے ہیں۔

مبادلۂ دولت:

اس عنوان کے تحت ان طریقوں سے بحث کی جاتی ہے جو لوگ ایک چیز کے بدلے دوسری حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں،اس عنوان کو عربی زبان میں ''مبادلۃ الثروۃ'' کہتے ہیں۔

صرف دولت:

اس عنوان کے تحت حاصل شدہ پیداوار یا دولت کو خرچ کرنے سے متعلق مسائل سے بحث ہوتی ہے اس کو عربی میں ''استهلاك الثروة'' کہتے ہیں [14]

معیشت کے پیداواری عوامل

معیشت کے پیداواری عوامل مختلف نظام معاشیات میں مختلف ہیں،تاہم سرمایہ دارانہ نظام میں یہ بات طے شدہ ہے کہ کسی بھی چیز کی پیداوار میں چار عوامل کارفرما ہوتے ہیں،جن کو اردو میں ''عوامل پیداوار'' اور عربی میں ''عوامل الانتاج'' کہتے ہیں۔

(۱)زمین:

اس سے مراد قدرتی عامل پیدائش ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس کے

پیدا کرنے میں کسی انسانی عمل کا کوئی دخل نہیں۔

(۲)محنت:

اس سے مراد وہ انسانی عمل ہے جس کے ذریعہ کوئی پیداوار وجود میں آتی ہے۔

(۳)سرمایہ:

سرمایہ وہ عامل پیداوار ہے جو قدرتی نہ ہو بلکہ کسی عمل پیدائش کے نتیجے میں پیدا ہو، اور اس کے بعد کسی اگلے عمل پیدائش میں استعمال ہو رہا ہو۔

(۴)آجر:

اس سے مراد وہ شخص یا ادارہ ہے جو کسی عمل پیدائش کا محرک ہوتا ہے اور مذکورہ بالا تین عوامل پیداوار کو جمع کرکے نہیں پیدائش کے عمل میں استعمال کرتا ہے اور نفع ونقصان کا خطرہ مول لیتا ہے۔[15]

نظام ہائے معیشت پر تبصرہ

جاگیرداری کا پس منظر:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نظام جاگیرداری کا پس منظر واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''پانچویں صدی عیسوی میں جو مغربی رومن امپایر کا نظام درھم برھم ہوا تو یورپ کی تمدنی،سیاسی اور معاشی وحدت بالکل پارہ پارہ ہوگئی جس رشتے نے مختلف قوموں اور ملکوں کو باہم مربوط کر رکھا تھا وہ بھی قائم نہ رہا،اگر چہ رومی قانون،رومی عالمگیریت اور رومیوں کے سیاسی افکار کا ایک نقش تو اہل مغرب کے ذہن پر ضرور باقی رہ گیا جو آج تک موجود ہے لیکن سلطنت کے ٹوٹنے سے سارا یورپ بے شمار چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بٹ گیا،ایک ایک جغرافی خطے کے کئی کئی وحدت قائم نہ رکھ سکے،ساری مملکت تقسیم در تقسیم ہوکر ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں متفرق ہوگئی جن کا انتظام مقامی رئیس اور جاگیردار سنبھال سکتے تھے،اس طرح یورپ میں اس نظام زندگی

کا آغاز ہوا جس کو اصطلاحاً ''نظام جاگیرداری''(Feudal system) کہا جاتا ہے۔[16]

جاگیرداری کی خصوصیات:

(ا) بنائے اقتدار ملکیت زمین قرار پائی، عزت، طاقت، بالادستی اور مستقل حقوق صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہوگئے جو کسی علاقے مالکان زمین ہوں وہی اپنے علاقے میں امن قائم کرتے تھے، انہیں سے رئیس یا جاگیردار یا بادشاہ کا براہ راست تعلق ہوتا تھا، انہی کی سرپرستی میں علاقے کے وہ سب لوگ زندگی بسر کرتے تھے جو مالکان زمین کے طبقے سے تعلق نہ رکھتے ہوں خواہ وہ مزارعین ہوں یا اہل حرفہ یا اہل تجارت یہ سب گویا رعیت تھے، پھر خود اس رعیت میں بھی بہت سے طبقات تھے جن میں سے کوئی اونچا تھا اور کوئی نیچا، یہ طبقاتی تقسیم اور اس تقسیم کی بنا پر مراتب اور حیثیات اور حقوق کی تفریق اس سوسائٹی میں گہری جڑوں کے ساتھ جم گئی تھی، اس طرح نظام جاگیرداری کا معاشرہ ایک زینے کی سی شکل اختیار کر گیا تھا جس کی ہر سیڑھی پر بیٹھنے والا اپنے سے نیچے والے کا خدا اور اپنے سے اوپر والے کا بندہ بنا ہوا تھا، اس میں سب سے اوپر علاقے کے والئی ریاست کا خاندان ہوتا تھا اور سب سے نیچے وہ غریب خاندان ہوتے تھے جو کسی پر بھی اپنی خدائی کا زور نہ چلا سکتے تھے۔

(۲) مسیحی کلیسا جو خدا کے نام پر لوگوں سے بات کرتا تھا مگر جس کے پاس فی الحقیقت کوئی خدائی قانون اور کوئی اصولی ہدایت نامہ موجود نہ تھا، اس وقت یورپ میں نیا نیا قائم ہوا تھا، اس نے اس نوخیز نظام جاگیرداری سے موافقت کرلی اور وہ ان تمام روایتی اداروں اور حقوق اور امتیازات اور پابندیوں کو مذہبی سند عطا کرتا چلا گیا جو اس نظام کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں جڑ پکڑ رہے تھے، ہر خیال جو پرانا ہوگیا کلیسا کا عقیدہ بن گیا اور اس کے خلاف کچھ سوچنا کفر قرار پایا، ہر رسم جو ایک دفعہ پڑ گئی شریعت بن کر رہ گئی اور اس سے انحراف کے معنی خدا اور اس کے دین سے انحراف کے ہوگئے ادب و فلسفہ ہو یا معاشرت اور سیاست اور معیشت جس چیز کی بھی جو شکل نظام جاگیرداری میں قائم ہوگئی تھی کلیسا نے اس کو خدا کی دی ہوئی شکل ٹھہرادیا اور اس بنا پر اس کو بدلنے کی کوشش جرم ہی نہیں بلکہ حرام بھی ہوگئی۔

(۳) چونکہ ایسا کوئی مرکزی اقتدار اور انتظام موجود نہ تھا جو بڑی بڑی شاہراہوں کو تعمیر کرتا اور انہیں درست حالت میں رکھتا اور ان پر امن قائم کرتا، اس لئے دور دراز کے سفر اور بڑے پیمانے پر تجارت اور کثیر مقدار میں اشیاء ضرورت کی تیاری اور کھپت، غرض اس قسم کی ساری سرگرمیاں بند ہوگئیں اور تجارتیں، صنعتیں اور ذہنیتیں سب ان چھوٹے چھوٹے جغرافی خطوں میں سکڑ کر رہ گئیں جن کے حدود اربعہ جاگیرداروں کے اقتدار نے کھینچ رکھے تھے۔

(۴) صنعت و تجارت کا ایک ایک شعبہ ایک ایک کاروباری اور پیشہ ور برادری کا اجارہ بن گیا، نہ برادری کا کوئی آدمی اپنے پیشے سے نکل سکتا تھا اور نہ کوئی بیرونی آدمی کسی پیشے میں داخل ہوسکتا تھا، ہر برادری اپنے کام کو اپنے ہی حلقے میں محدود رکھنے پر مصر تھی، مال فوری اور مقامی ضروریات کے لئے تیار ہوتا، آس پاس کے علاقوں ہی میں کھپ جاتا اور زیادہ تر اجناس کے بدلے اس کا تبادلہ ہوجاتا تھا، ان مختلف اسباب نے ترقی، توسیع، فنی اصلاح اور اجتماعی سرمایہ کا دروازہ تقریبا بند کر رکھا تھا۔ [17]

سید قطب نے مندرجہ ذیل خصوصیات کی جانب اشارہ کیا ہے۔

ا۔دائمی زرعی غلامی

۲۔کسان پر فرائض اور ذمہ داریوں کا ناقابل برداشت بوجھ چنانچہ ہر کسان کا یہ فرض تھا کہ۔

(الف) ہفتے میں ایک پورا دن زمیندار کے کھیتوں میں بیگار دے۔

(ب) فصل کی کاشت اور کٹائی جیسے مواقع پر زمینداری کی بلا معاوضہ اور جبری خدمات انجام دے۔

(ج) مذہبی تہواروں اور ایسے ہی دوسرے خوشی کے مواقع پر اپنی غربت و تنگدستی کے باوجود اپنے ہر لحاظ سے خوشحال اور متمول آقا (یعنی زمیندار) کو قیمتی تحفے تحائف پیش کرے۔

(د) اپنا غلہ زمیندار کی مشینوں پر پسوائے (اس شرط پر کہ دوسرے جز یعنی انگوروں سے شراب کشید کرنے کے لئے زمیندار کی مشینوں کے استعمال کی لازمی شرط کو ہم نظرانداز کرتے ہیں کیونکہ اسلام میں شراب حرام ہے)

(۳) زمیندار کے وسیع اور لامحدود اختیارات جن کی رو سے وہ

(الف) مختلف کسانوں کو جتنا رقبہ مناسب سمجھتا تھا اپنی صوابدید سے دیتا تھا۔

(ب) ان فرائض وذمہ داریوں کا تعین کرتا تھا جو کسانوں کو انجام دینا ہوتی تھیں۔

(ج) ان ٹیکسوں کا تقرر کرتا تھا جو کسانوں کے لئے اسے ادا کرنا لازمی تھا۔

(۴) زمیندار کے لامحدود انتظامی اور عدالتی اختیارات جنہیں وہ کسی ملکی قانون کے مطابق نہیں بلکہ جسے چاہتا تھا اسے استعمال کرتا تھا اور اس سلسلہ میں کوئی قانونی گرفت نہیں کی جاتی تھی۔

(۵) جاگیرداری نظام کے دورانحطاط میں کسانوں کے لئے یہ لازمی شرط تھی کہ وہ اگر آزادی حاصل کرنا چاہیں تو اس کے لئے پہلے لازماً ایک مخصوص رقم زمیندار کو ادا کریں ۱۸

یہ وہ نظام جاگیرداری کی امتیازی خصوصیات ہیں جنکا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

نظام جاگیرداری کا عروج وزوال:

نظام جاگیرداری کا زمانۂ ظہور پانچویں صدی ہے اور یہ سولھویں صدی تک پھلتا پھولتا رہا، گرچہ اس نظام میں ساری کلفتیں رعایا اور عوام ہی کو تھیں مگر پھر بھی اپنی طوالت کی بناپر کچھ معنیٰ رکھتا ہے آخر کار بورژوا طبقہ کی شدومد اور احتجاج پیہم نے جاگیرداری نظام کا شیرازۂ وحدت پارہ پارہ کر دیا اور جاگیرداری کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بکھر کر وسیع تر ہونے لگیں، اس تعلق سے مولانا مودودی کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں کہ ''معیشت اور معاشرت اور سیاست کے میدان میں جاگیرداروں کے اقتدار کو چیلنج کیا گیا اور ان سارے امتیازات کے خلاف آواز اٹھائی گئی جو نظام جاگیرداری کے تحت قائم تھے، آہستہ آہستہ یہ جنگ پرانے نظام کی پسپائی اور ان نوخیز طاقتوں کی پیش قدمی پر منتج ہوتی چلی گئی اور سولھویں صدی تک پہنچتے پہنچتے نوبت یہ آ گئی کہ یورپ کے مختلف ملکوں میں چھوٹی چھوٹی جاگیرداریاں ٹوٹ ٹوٹ کر بڑی بڑی قومی ریاستوں میں جذب ہونے لگیں، یورپ کے روحانی تسلط کا طلسم ٹوٹ گیا، نئی قومی ریاستوں کے غیر مذہبی حکمرانوں نے کلیسا کی املاک ضبط کرنی شروع کر دیں، ایک عالمگیر مذہبی نظام کو چھوڑ کر مختلف قوموں نے اپنے اپنے الگ قومی کلیسا اپنانے شروع کر دئے، جو قومی ریاستوں کے حریف یا شریک وسہیم ہونے کے

بجائے اس کے دست نگر تھے اور اس طرح چرچ اور جاگیرداری کے مشترک غلبے کی بندش ٹوٹنے کے ساتھ بعد بورژوا طبقہ ان معاشرتی اور روایتی رکاوٹوں سے آزاد ہوتا چلا گیا جو اس پرانے نظام نے اسکی راہ میں حائل کر رکھی تھیں''۔ ۱۹

گویا آسمان کی لمبی مسافت طے کرنے کے بعد جاگیرداری کا سورج ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

سرمایہ داری (CAPITALISM)

سرمایہ داری کی تعریف:

صاحب موسوعہ تحریر فرماتے ہیں ''الراسمالیة نظام اقتصادی ذوفلسفة اقتصادیة وسیاسیة یقوم علی أساس تنمیة الملکیة الفردیة والمحافظة علیها متوسعا فی مفهوم الحریة ولقدذاق العالم بسببه ویلات کثیرة وماتزال الراسمالیة تمارس ضغوطها وتدخلها السیاسی والاجتماعی والثقافتی وترمی بثقلها علی مختلف شعوب الارض''۔ ۲۰

سرمایہ داری ایک اقتصادی نظام ہے جس میں معاشرتی اور سیاستی فلسفہ ہے اور اس نظام کی بنیاد شخصی ملکیت کو فروغ دینے اور اسکی حفاظت ونگرانی کرنے پر قائم ہے اور اس کے اندر شخصی ملکیت کا مفہوم بہت وسیع ہے، اس اقتصادی نظام کی وجہ سے دنیا کو بہت ساری خرابیوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس کا سیاسی، معاشرتی اور تہذیبی تدخل برابر متحرک ہے اور یہ اپنا نظام دنیا کی ساری قوم پر نافذ کرنا چاہتا ہے۔

سرمایہ داری کی وجہ تسمیہ:۔

چونکہ سرمایہ داری معیشت میں ذاتی منافع کا محرک کارفرما ہوتا ہے اس لئے اس کو ''سر

مایہ دارانہ نظام'' کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام مارکیٹ اکانومی(Market Economy) یعنی بازار پر مبنی معیشت ہے اس لئے کہ اس میں مارکیٹ کی قوتوں(Market Forces) یعنی رسد اور طلب سے کام لیا جاتا ہے۔

سرمایہ داری کا پس منظر:

جناب انوارالحق صاحب سرمایہ داری کا پس منظر اس طرح واضح کرتے ہیں کہ ''یہ ایک معروف بات ہے کہ چودھویں صدی سے سولہویں صدی کے آغاز تک یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا دور تھا، اس سے پہلے وہاں کی تاریخ پر دھند چھائی ہوئی تھی علم وہنر کا بچپن تھا اور وہ بھی بوجھل بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا، پاپائیت نے انسانی آزادی کا گلا گھونٹ رکھا تھا اور فرد ایک آمرانہ تقدس کی بھینٹ چڑھا ہوا تھا، پھر یونان کا فلسفہ، کلاسیکی ادب، کوپرنیکس اور کولمبس کی دریافتیں اور کسی حد تک مارٹن لوتھر کی اصلاحی تحریک یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنے اور فرد زندگی کے ہر شعبے میں آزادی کی سانس لینے لگا، یہی نہیں بلکہ ردعمل کے طور پر انفرادیت جسے ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس نے بے حد تقویت بخشی تھی، انیسویں صدی میں جان سٹوارٹ مل جیسے مفکروں کے زیر اثر اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی، فرد کی آزادی کا انتہا پسند تصور سیاست، معیشت، اخلاق، قانون، ادب غرض ہر طرف حاوی تھا جس کے نتیجے میں جدید سرمایہ دارانہ جمہوریت نے جنم لیا''۔[۲۱]

سرمایہ داری کی کلیدی شخصیات:

نظام سرمایہ داری کو جن لوگوں نے فروغ دیا اس کے متعلق کسی بھی قسم کے آراء واقوال وضع کئے اور اسکی انمٹ خدمت کیں ان میں سے مشہور ترین قائدین کا مختصر تعارف پیش ہے۔

(۱)فرانسوا کیزنے(Frandios Quessnay)(1776-1694):

یہ فرانس میں پیدا ہوا اور پندرہویں صدی میں شاہی نظام کے زیر نگرانی فرانس ہی میں علم طب حاصل کیا لیکن معاشیات سے دلچسپی ہونے کی بنیاد پر انہوں نے ''مذہب طبیعی'' کا نظام پیش کیا ۱۷۵۶ء میں ان کے دو مقالے شائع ہوئے جو کسان اور روزی سے متعلق تھے، پھر

۱۷۵۸ء میں معاشی فہرست(Le Table Economaique) تیار کی۔ میرابو(Mirabou) نے ان کی معاشی فہرست کے متعلق کہا کہ دنیا میں تین قسم کی بڑی ایجادات ہیں، ایک فن کتابت، دوسری مال ودولت اور تیسری ''معاشی فہرست''۔

(۲)جون لوک(John loke)(۱۶۳۲۔۱۷۰۴ء):

اس نے فطری آزادی کا نظریہ پیش کیا، اس نے شخصی ملکیت کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ یہ انسان کا طبعی حق ہے اور یہ انسان کی ایک بڑی ضرورت ہے جس سے اعراض بہت مشکل ہے۔

(۳)مذکورہ لوگوں کے ہم خیال تورجو(Turgot) میرابو(Mirabou) جان باتست سای(J.B.Say) اور باستیا ہیں۔

(۴)ایڈم اسمتھ(A.smith)(۱۷۷۲۔۱۸۲۳ء):

یہ مشہور کلاسیکی ہیں، اسکاٹ لینڈ میں پیدا ہوئے، فلسفہ کی تعلیم حاصل کی، جامعہ جلاسجو میں علم منطق کے استاد تھے ۱۷۷۶ء میں ''بحث فی طبیعۃ واسباب ثروۃ الامم'' نام کی کتاب تصنیف کی اس کتاب کے متعلق ایک بڑے نقاد کا کہنا ہے کہ ''انہ اعظم مؤلف خطہ قلم انسان'' یہ ایک عظیم تصنیفی شاہکار ہے جس کو کسی انسان کے قلم نے لکھا ہے۔

(۵)ڈیوڈ ریکارڈو(David Ricardo)(۱۷۷۲۔۱۸۲۳ء):

اس نے سرمایہ داری میں تقسیم دولت کے نظام کی شرح متعین کی اور کچھ ایسے بھی قانون وضع کئے جن میں اخلاقی پہلو ظاہر تھا، اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر وہ عمل بیکار اور معطل ہے جس میں اخلاق نہ ہو اور ان میں ایک دوسرے کے لئے محبت کا عنصر مفقود ہو۔

(۶)روبرٹ مالٹوس(Robert Maltus)(۱۷۶۶۔۱۸۳۶ء):

یہ ایک انگریز ماہر اقتصادیات تھا انہوں نے آبادی کے گھٹنے بڑھنے کا فلسفہ پیش کیا اور زرعی انتاج کی تشریح وتوضیح کی۔

(۷)جان اسٹیوراٹ مل(J.sturat Mill)(۱۸۰۶۔۱۸۷۳ء):

یہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مابین اعتدال کی راہ پر تھا، انہوں نے اقتصادیات پر

۱۸۳۶ء میں ''مبادئی الاقتصادالسیاسی ''نام کی ایک کتاب تصنیف کی جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی۔

(۸) لارڈ کنیز (Keyns)(۱۸۸۳۔۱۹۴۶ء):

اس نے روزگاری و بے روزگاری سے ہم آہنگ ایک نظریہ پیش کیا جس کا تذکرہ ''النظریۃ العامۃ فی التشغیل والفائدۃ والنفوذ ''میں ہے یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی تھی۔

(۹) دافید ہیوم (۱۷۱۱۔۱۷۷۶ء):

منفعت (Pragmatism) کا ایک کامل نظریہ وضع کیا جس میں یہ واضح کیا کہ شخصی ملکیت لوگوں کا حق ہے اور اسی میں ان کی منفعت بھی ہے۔

(۱۰) ادمون برک:

یہ بھی شخصی ملکیت کا حامی تھا۔ اور جو لوگ اس نظریہ کی مخالفت کرتے ان کی مدافعت بھی کرتے تھے۔ [۲۲]

بے قید معیشت کے اصول

اس نظام کے بنیادی اصول حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ شخصی ملکیت کا حق:

صرف انہیں اشیاء کی ملکیت کا حق نہیں جنہیں آدمی خود استعمال کرتا ہے مثلاً کپڑے برتن، فرنیچر، مکان، سواری، مویشی وغیرہ بلکہ ان اشیاء کی ملکیت کا حق بھی ہے جن سے آدمی مختلف قسم کی اشیاء ضرورت پیدا کرتا ہے تاکہ انہیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرے مثلاً مشین، آلات، زمین، خام مواد وغیرہ، پہلی قسم کی چیزوں پر تو بلا نزاع ہر نظام میں انفرادی حقوق ملکیت تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن بحث دوسری قسم کی اشیاء یعنی ذرائع پیداوار کے معاملہ میں اٹھ کھڑی ہوئی ہے کہ آیا ان پر بھی انفرادی ملکیت کا حق جائز ہے یا نہیں؟ نظام سرمایہ داری کی اولین امتیازی خصوصیت یہ

ہے کہ وہ اس حق کو تسلیم کرتا ہے، درحقیقت یہی اس نظام کا سنگ بنیاد ہے۔

۲۔ آزادئ سعی کا حق:

یعنی افراد کا یہ حق ہے کہ فرداً فرداً یا چھوٹے بڑے گروہوں کی شکل میں مل کر اپنے ذرائع کو جن میدان عمل میں چاہیں استعمال کریں، اس کوشش کے نتیجے میں جو فوائد حاصل ہوں یا جو نقصان پہنچے، دونوں انہی کے لئے ہیں، نقصان کا خطرہ وہ خود ہی برداشت کریں گے اور ان کے فائدے پر بھی کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی، ان کو پوری آزادی ہے کہ اپنی پیداوار اور اشیاء کی تیاری کو جس قدر چاہیں بڑھائیں یا گھٹائیں، اپنے مال کی جو قیمت چاہیں رکھیں، جتنے آدمیوں سے چاہیں اجرت پر یا تنخواہ پر کام لیں، اپنے کاروبار کے سلسلہ میں شرائط اور جو ذمہ داریاں چاہیں قبول کریں اور جو ضابطے چاہیں بنائیں، بائع اور مشتری، اجیر اور مستاجر، مالک اور نوکر کے درمیان کاروبار کی حد تک سارے معاملات آزادانہ طے ہونا چاہئے، اور جن شرائط پر بھی ان کی باہمی قرار داد ہو جائے اسے نافذ ہونا چاہئے۔

۳۔ ذاتی نفع کا محرک عمل ہونا:

نظام سرمایہ داری اشیاء ضرورت کی پیداوار و ترقی کے لئے جس چیز پر انحصار کرتا ہے وہ فائدہ کی طمع اور نفع کی امید ہے جو ہر انسان کے اندر فطرۃً موجود ہے اور اس کو سعی و عمل پر ابھارتی ہے نظام سرمایہ داری کے حامی کہتے ہیں کہ انسانی زندگی میں اس سے بہتر بلکہ اس کے سوا کوئی دوسرا محرک عمل فراہم نہیں کیا جاسکتا آپ نفع کے امکانات جس قدر کم کردیں گے اسی قدر آدمی کی جدو جہد اور محنت کم ہو جائیگی، نفع کے امکانات کھلے رکھئے اور ہر شخص کو موقع دیجئے کہ اپنی محنت و قابلیت سے جتنا کما سکتا ہے کمائے، ہر شخص خود زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر کام کرنے کی کوشش کرنے لگے گا۔ اس طرح آپ سے آپ پیداوار بڑھے گی، اس کا معیار بھی بلند ہوتا چلا جائیگا، تمام ممکن ذرائع وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائیگا اور ذاتی نفع کا لالچ افراد سے اجتماعی مفاد کی وہ خدمت خود ہی لے گا جو کسی دوسری طرح ان سے نہیں لی جاسکتی۔

۴۔مقابلہ اور مسابقت:

نظام سرمایہ داری کے وکلاء کہتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جو بے قید معشیت میں افراد کی خود غرضی کو بے جا حد تک بڑھنے سے روکتی ہے اوران کے درمیان اعتدال وتوازن قائم کرتی رہتی ہے، یہ انتظام فطرت نے خود ہی کردیا ہے کھلے بازار میں جب ایک ہی جنس کے بہت سے تیار کرنے والے، بہت سے سوداگر اور بہت سے خریدار ہوتے ہیں تو مقابلے میں آکر کسر وانکسار سے خود ہی قیمتوں کا ایک مناسب معیار قائم ہوجاتا ہے اور نفع اندوزی نہ مستقل طور پر حد سے بڑھنے پاتی ہے نہ حد سے گھٹ سکتی ہے اتفاقی اتار چڑھاؤ کی بات دوسری ہے، علی ھٰذالقیاس۔

کام کرنے والے اور لینے والے بھی اپنی اپنی جگہ مقابلے کی بدولت خود ہی اجرتوں اور تنخواہوں کے متوازن معیار قائم کرتے رہتے ہیں بشرطیکہ مقابلہ کھلا اور آزادانہ ہو، کسی قسم کی اجارہ داریوں سے اس کو تنگ نہ کردیا جائے۔

۵۔آجر اور مستاجر کے حقوق کا فرق:

نظام سرمایہ داری میں ہر کاروباری ادارے کے کارکن دو فریقوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک مالک جو اپنی ذمہ داریوں پر کسی تجارت یا صنعت کو شروع کرتے ہیں اور چلاتے ہیں، اور آخر تک اس کے نفع ونقصان کے ذمہ دار رہتے ہیں، دوسرے مزدور یا ملازم جن کو نفع ونقصان سے کچھ سروکار نہیں ہوتا وہ بس اپنا وقت اور پنی محنت وقابلیت اس کاروبار میں صرف کرتے ہیں اور اسکی ایک طے شدہ اجرت لیتے ہیں، بسا اوقات کاروبار میں مسلسل گھاٹا آتا رہتا ہے مگر اجیر اپنی اجرت لئے جاتا ہے بسا اوقات کاروبار بالکل بیٹھ جاتا ہے جس میں مالک تو بالکل برباد ہوجاتا ہے مگر اجیر کے لئے اتنا فرق پڑتا ہے کہ آج دوکان یا کارخانے میں کام کر رہا تھا تو کل دوسری جگہ کھڑا ہوا، نظام سرمایہ داری کے حامی کہتے ہیں کہ معاملہ کی یہ نوعیت آپ ہی سے یہ طے کردیتی ہے کہ از روئے انصاف کاروبار کا منافع اس کا حصہ ہے جس کے حصے میں کاروبار کا نقصان آتا ہے اور جو کاروبار کا خطرہ مول لیتا ہے، رہا اجیر تو وہ اپنی مناسب اجرت لینے کا حقدار ہے جو معروف طریقہ پر اس کے کام کی نوعیت اور مقدار کے لحاظ سے مارکیٹ کی شرح کے مطابق طے ہوجائے

اس اجرت کو نہ تو اس دلیل کی بنا پر بڑھنا ہی چاہئے کہ کاروبار میں منافع ہی ہو رہا ہے اور نہ اس دلیل سے گھٹنا چاہئے کہ کاروبار میں گھاٹا آرہا ہے، اجیر کا کام اس کو طے شدہ اجرت کا بہر حال مستحق بناتا ہے ان اجرتوں میں کمی وبیشی اگر ہو تو اس فطری قانون کے تحت رہے گی جس کے تحت دوسری تمام اشیاء کی قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں، کام لینے والے کم اور کام کے خواہشمند زیادہ ہوں گے تو اجرتیں آپ سے آپ کم ہوں گی، کام کرنے والے کم اور کام لینے والے زیادہ ہوں گے تو اجرتیں خود بڑھ جائیں گی اچھے اور ہوشیار کارکن کا کام آپ سے آپ زیادہ اجرت لائے گا اور کاروبار کا مالک خود اپنے ہی فائدے کی خاطر اس کو انعام اور ترقی دے کر خوش کرتا رہے گا، خود کارکن بھی جیسی کچھ اجرت پائے گا ویسے ہی کاروبار کی ترقی وبہتری میں جان لڑائے گا، مالکوں کی خواہش فطرتاً یہ ہوگی یہ لاگت کم سے کم اور منافع زیادہ سے زیادہ ہو، اس لئے وہ اجرتیں کم رکھنے پر مائل ہوں گے کارکن فطرتاً یہ چاہیں گے کہ ان کی ضروریات زیادہ سے زیادہ فراغت کے ساتھ پوری ہو اوران کا معیار زندگی بھی کچھ نہ کچھ بلند ہوتا رہے اس لئے وہ ہمیشہ اجرتیں بڑھوانے کے خواہشمند رہیں گے اس تضاد سے ایک گونہ کش مکش پیدا ہونی ایک قدرتی بات ہے لیکن جس طرح دنیا کے ہر معاملہ میں ہوا کرتا ہے اس معاملہ میں بھی فطری طور پر کسر وانکسار سے ایسی اجرتیں طے ہوتی رہیں گی جو فریقین کے لئے قابل قبول ہوں۔

٦۔ارتقا کے فطری اسباب پر اعتماد:

نظام سرمایہ داری کے وکیل کہتے ہیں کہ جب کاروبار میں منافع کا سارا انحصار ہی اس پر ہے کہ لاگت کم اور پیداوار زیادہ ہو تو کاروباری آدمی کو اس کا اپنا ہی مفاد اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ پیداوار بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ بہتر سائنٹیفک طریقے اختیار کرے انہی مشینوں اور آلات کو زیادہ سے زیادہ اچھی حالت میں رکھے خام مواد بڑی مقدار میں کم قیمت پر حاصل کرے اور پنے کاروبار کے طریقوں کو، اپنی تنظیمات کو ترقی دینے میں ہر وقت دماغ لڑاتا رہے، یہ سب کچھ بیرونی مداخلت اور مصنوعی تدبیر کے بغیر بے قید معیشت کی اندرونی منطق خود ہی کراتی چلی جاتی ہے، فطرت کے قوانین کثیر التعداد منتشر افراد اور گروہوں کی انفرادی سعی وعمل سے اجتماعی

ترقی اور خوشحالی کا وہ کام آپ ہی آپ لیتے رہتے ہیں جو کسی منصوبہ بندی سے اتنی خوبی کے ساتھ نہیں ہوسکتا، یہ فطرت کی منصوبہ بندی ہے جو غیر محسوس طور پر عمل میں آتی ہے۔

۷۔ریاست کی عدم مداخلت:

اس نظام کے حامیوں کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا اصولوں پر سوسائٹی کی فلاح و بہبود کا بہترین کام اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ افراد کو بلا کسی قید و بند کے آزادانہ کام کرنے کا موقع حاصل ہو، فطرت نے معاشی قوانین میں ایک ایسی ہم آہنگی رکھ دی ہے کہ جب وہ سب مل جل کر کام کرتے ہیں تو نتیجہ میں سب کی بھلائی حاصل ہوتی ہے، حالانکہ ایک فرد اپنے ہی ذاتی نفع کے لئے سعی کررہا ہوتا ہے جیسا کہ اوپر دکھایا جاچکا ہے، جب افراد کو اپنی سعی کا صلہ غیر محدود منافع کی شکل میں ملتا نظر آتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کرنے کے لئے اپنی قوت وقابلیت صرف کردیتے ہیں اس سے لامحالہ سب لوگوں کے لئے اچھے سے اچھا مال وافر سے وافر مقدار میں تیار ہوتا ہے ، کھلے بازار میں جب تاجروں اور صناعوں اور خام پیداوار اور بہم پہنچانے والوں کا مقابلہ ہوتا ہے تو قیمتوں کا اعتدال آپ سے آپ قائم ہوتا ہے، اشیاء کا معیار آپ سے آپ بلند ہو جاتا ہے اور خود ہی معلوم ہوتا رہتا ہے کہ سوسائٹی کو کن چیزوں کی کتنی ضرورت ہے ،اس سارے کاروبار میں ریاست کا یہ کام نہیں ہے کہ پیدائش دولت کے فطری عمل میں خواہ مخواہ مداخلت کرکے اس کا توازن بگاڑے بلکہ اس کا کام صرف یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں انفرادی آزادئ عمل زیادہ سے زیادہ محفوظ ہوسکے ،اسے امن اور نظم پیدا کرنا چاہئے ،حقوق ملکیت کی حفاظت کرنی چاہئے ،معاہدوں کو قانون کے زور سے پورا کرنا چاہئے ،ریاست کا منصب یہ ہے کہ منصب اور نگراں اور محافظ کی خدمت انجام دے ،نہ یہ کہ خود تاجر اور صناع اور زمیندار بن بیٹھے یا تاجروں اور صناعوں اور زمینداروں کو اپنی بار بار کی خلل اندازی سے کام نہ کرنے دے۔[۲۳]

سرمایہ داری کا ابتدائی دور:

مذکورہ معاشی اصولوں کے ذریعہ سرمایہ داری کی تحریکی سرگرمیوں کا آغاز ہوا، ماہرین

معاشیات کے درمیان اس بات پر اتفاق رائے پایا جاتا ہے یہاں تک کہ کارل مارکس جیسے سرمایہ داری کے شدید دشمن بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابتدائی دور میں سرمایہ دارانہ نظام سے انسانیت کو بڑا فائدہ پہنچا اور دنیا اسکی بدولت ترقی کی نئی منزلوں سے آشنا ہوئی ، مادی پیداوار میں اضافہ ہوا وسائل نقل وحمل بہتر ہوئے اور وسیع پیمانے پر قومی وسائل کا استعمال عام ہوا اور مزدور کا معیار زندگی پہلے سے جب کہ ان کا تمام تر دارومدار زراعت پر تھا، کہیں زیادہ بلند ہوگیا سید قطب نے بھی اپنی کتاب میں ان نکات کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ سرمایہ داری کے ابتدائی دور میں عوام سے لے کر دیگر لوگوں تک کا فائدہ ہوا [۲۴]

خرابیوں کا آغاز:

مگر سرمایہ داری کا یہ تابناک دور جلد ہی زوال پذیر ہوگیا کیونکہ اس کے فطری ارتقا کے نتیجے میں دولت بتدریج سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آگئی ،غریت اور مزدور، جائداد اور دولت سب کچھ سے محروم ہوگئے اس سے سرمایہ داری کو مزدور حاصل کرنے میں بڑی آسانی ہوگئی جن کی محنت کے طفیل ان کی دولت اور تجارت میں بے پناہ اضافہ ہوا، اس کے باوجود ان کی اجرتوں میں کوئی اضافہ نہ ہوا، ان کی اجرتیں اب بھی اتنی کم تھیں کہ ان کے لئے معقول زندگی گذارنا ممکن ہی نہیں تھا، ان کی محنت سے جو نفع حاصل ہوتا تھا وہ ان کے سرمایہ دار آقا ہتھیا لیتے تھے۔

سرمایہ داری کے عیوب ونقائص:

اب سرمایہ داری کے مستقل عیوب کی ایک فہرست ملاحظہ فرمائیے:

(۱)اشتراکیت اور اس کے علاوہ دیگر نظام معاش کے بالمقابل سرمایہ داری کی بنیاد عدم مساوات پر قائم ہے۔

(۲)اس نظام میں انانیت کا بڑا دخل ہے فرد یا افراد ذاتی اغراض کے لئے معاشرے کی ضروریات یا عوامی مصالح کا خون کردیتے ہیں ،صرف انفرادی مصلحت کا بول بالا ہوتا ہے۔

(۳)اس کی ایک خرابی یہ بھی ہے کہ جب بازار میں غلہ ختم ہوجاتے ہیں اس وقت اپنے سامان تجارت کو کھینچ کھینچ کر بازار میں لاتے ہیں اس سے غریب عوام کی قسمت اور ان کی غربت

وافلاس سے کھیلنا مقصود ہوتا ہے۔

(۴) اس نظام میں انفرادی ملکیت کو اس قدر فروغ دیا گیا ہے جس طرح اشتراکیت میں شخصی ملکیت عنقا ہے۔

(۵) معیشت کے میدان میں امیر وغریب کے درمیاں مقابلہ آرائی ہوتی ہے اس کے نتیجے میں عوام کو ہر مرتبہ شکست فاش سے دوچار ہونا پڑتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اچک لیتی ہے۔

(۶) مزدوروں سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور کم سے کم اس کی اجرت طے کی جاتی ہے کم اجرت طے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مزدور محنت ولگن سے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کی کوشش کرے گا۔

(۷) سرمایہ دارانہ معاشرہ میں بے روزگاری کی وبا عام ہوتی ہے وہاں کے عوام دانہ دانہ تک کے لئے ترس جاتے ہیں، دیگر خواہشات کی تکمیل کرنا تو دور کی۔

(۸) جہاں بھی نظام سرمایہ داری ہوگا وہاں لامحالہ دو طبقہ وجود میں آئیگا جن میں باہمی کشمکش ٹھنی رہے گی، رحمت وشفقت نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی، ان میں سے ایک طبقہ ضروریات زندگی سے بھی کلی طور پر محروم ہوگا۔

(۹) سماج کا ایک طبقہ بورژوا (BOUR BEOISIE) کہلائے گا جن کے ہاتھ میں سکۂ رائج الوقت ہوں گے وہ ان سکوں کو اپنے کاروبار میں لگا لگا کر دوچند کرتے رہیں گے اور اپنا رعب وجلال غریب طبقہ پر قائم کئے رہیں گے گویا ایک طرح سے سماج کا نچلا طبقہ ان کی ماتحتی اور غلامی میں ہوگا۔

(۱۰) اس نظام میں پیہم جنگ وجدال اور قتل وغارتگری کا منظر دیکھنے کو ملتا ہے جس کی ہولناکی اور خطرناکی قوم کے دل پر بجلی گرانے کے مترادف ہے۔

(۱۱) یہ نظام عدل وانصاف سے دور خود غرضی، مفاد پرستی، غلامانہ ذہنیت وانانیت پر قائم ودائم ہے۔

(۱۲) یہ نظام سارا کا سارا سود پر مبنی ہے جس کے فساد وبگاڑ پر پورے عالم کا اتفاق ہے۔

(۱۳) سرمایہ دارانہ نظام میں انسان کو مادی حیثیت دی گئی ہے جس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ اس کے معاملات اخلاقی اور روحانی نقطۂ نظر سے صفر ہیں۔

(۱۴) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس نظام میں وسائل زندگی کی کثرت ہوجاتی ہے مگر اس کی کثرت ہی اس کیلئے سم قاتل ہے ہوتا یہ ہے کہ بے روزگار لوگوں کے پاس اس قدر روپے کی فراہمی نہیں ہوتی کہ وہ سامان عیش وعشرت خرید سکے، اس کے نتیجے میں وہ سارے تجارتی مال بطور احسان غریب سماج کو دینے کے بجائے نذر آتش کردیتے ہیں۔

(۱۵) سرمایہ دارانہ معاشرہ کی اساسی ضرورت کبھی پوری نہیں ہوتی، سبھی کو اپنی تجوری بھرنے اور زیادہ سے زیادہ مال وزر اکھٹا کرنے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

(۱۶) اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ جو لوگ فیکٹریوں میں یا کارخانوں میں کام کرتے کرتے بوڑھے ہوجاتے ہیں اور مزید کام کرنے سے ان کی عمر اور ان کے اعضاء وجوارح جواب دینے لگتے ہیں تو بورژوا طبقہ کے اصول کے تحت انہیں اس حالت میں کارخانوں سے نکال باہر کردیا جاتا ہے [25]

خرابی کے اسباب:

مذکورہ خرابیوں کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) سرمایہ داروں نے جن اصول کو پیش کیا اس میں اس قدر مبالغہ آرائی سے کام لیا کہ ایسا کرنا اصولاً بھی ناجائز تھا اور عقلاً بھی صحیح نہیں تھا جس کی وجہ سے آجر وماجور، سرمایہ دار وعوام کے مابین مصاحبت کا توازن ختم ہوگیا جس کا لازمی نتیجہ تھا کہ منفعت کا شیرازہ منتشر ہوجائے۔

(۲) خصوصیت کے ساتھ صنعتی انقلاب کے دور میں بے قید معیشت کے اصولوں کا اتنا سخت مبالغہ اور بھی زیادہ غلط تھا، انقلاب کی وجہ سے طریق پیداوار میں جو بنیادی تغیر واقع ہوگیا تھا وہ یہ تھا کہ پہلے جو کام انسانی اور حیوانی طاقت سے کئے جاتے ہیں اب ان کے لئے مشین کی طاقت استعمال کی جانے لگی، ایک مشین لگانے کے یہ معنی ہوگئے کہ دس آدمی وہ کام کرنے لگیں جو پہلے ہزار آدمی کرتے تھے، اس طرح سے مشینی ایجاد نے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو بے روزگاری

کے ذریعہ مفلوج کردیا۔اس کا اثر ایک فرد پر ہی نہیں بلکہ پوری جماعت پر پڑا اور پوری قوم وملت اس بنیادی خرابی سے متاثر ہوگئی۔

(۳) پھر اس طریق پیداوار نے جب ہزارہا بلکہ لکھوکھا آدمیوں کو بے روزگار کردیا اور وہ مجبور ہوگئے کہ اپنے دیہات اور قصبات سے اور اپنے محلوں اور گلیوں سے نکل نکل کران بڑے کار خانہ داروں اور تاجروں کے پاس مزدوری یا نوکری تلاش کرتے ہوئے آئے تو لامحالہ اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا اور یہی ہوا کہ یہ بھوکے مرتے ہوئے طالبین روزگاران کم سے کم اجرتوں پر کام کرنے کے لئے مجبور ہوگئے جو سرمایہ داروں نے ان کے سامنے پیش کیں یہی وجہ ہے کہ اس صنعتی انقلاب کے دور میں جدید سرمایہ داری جیسی جیسی بڑھتی گئی ان کی ذہنیتیں پست ہونے لگیں، ان کے اخلاق بری طرح بگڑنے شروع ہوگئے، نفسی نفسی کے عالم میں باپ بیٹے اور بھائی بھائی تک کے درمیان ہمدردی باقی نہ رہی، غرضیکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہا جو اس غلط اور ایک رخی قسم کی آزاد معیشت کے برے اثرات سے بچا رہ گیا ہو۔

(۴) سرمایہ دار بورژوا اپنے لئے تو یہ حق تسلیم کرتے تھے کہ ایک ایک پیشے کے مالکان کاروبار اپنی اپنی انجمنیں بنائیں اور باہمی قرارداد سے اشیاء کی قیمتیں، نوکروں کی تنخواہیں اور مزدوروں کا یہ حق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ وہ بھی منظم ہوں اور اجتماعی قوت سے اجرتوں اور تنخواہوں کے لئے سودا چکائیں، حد یہ ہے کہ ان حضرات کو اپنے اس حق پر بھی اصرار تھا کہ وہ جب چاہیں کارخانہ بند کرکے ہزارہا ملازموں اور مزدوروں کو بیک وقت بیکار کردیں اور اس طرح انہیں بھوکا مار کر کم اجرتوں پر راضی ہونے کے لئے مجبور کریں چونکہ مزدور پیٹ کی وجہ سے ان کے کام اور تنخواہ پر خاطر خواہ راضی ہوجاتے، ساتھ ہی فکر معاش ان تاجروں سے چمٹے رہنے پر بھی مجبور کرتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ جوانی گزر کر پیری بھی آجاتی، اب جب ان پر بڑھاپا طاری ہوتا اور کوئی کام کرنے سے وہ رہ جاتے تو ان کو مالکان دھکہ دے کر کارخانوں سے باہر کردیتے لاکھ وہ چلائیں حضور میں نے آپ کے پاس عمر گزاردی اب بوڑھاپا کہاں گذاروں مگر کون مجبوروں کی مجبوری سنتا ہے اور کہاں انہیں مجبوری کی داستان سننے کی فرصت بھی ملتی ہے، انہیں تو جیب بھرنے ہی سے چھٹی نہیں، یہاں یہ حضرات اپنے اس استدلال کو بھول گئے جو وہ ذاتی مفاد کو ایک ہی صحیح

محرک عمل دینے کے حق میں پیش کرتے تھے، انہیں اپنے متعلق تو یہ یاد رہا کہ اگر ان کے لئے نفع کے امکانات غیر محدود ہوں گے تو وہ خوب کام کریں گے اور اس طرح اجتماعی ترقی آپ سے آپ انجام پائے گی لیکن اپنے نوکروں اور مزدوروں کے معاملہ میں وہ بھول گئے کہ جس کا نفع محدود ہی نہیں، تنگ تر ہو اور جس کا حال خراب اور مستقبل تاریک۔ وہ آخر کیوں دل لگا کر کام کرے اور کس بنیاد پر اپنے کام میں دلچسپی لے؟

(۵) علاوہ ازیں ان لوگوں نے کاروبار کے فطری اور معقول طریقوں سے ہٹ کر اپنے ذاتی مفاد کیلئے ایسے طریقے اختیار کرنے شروع کردئے جو صریحاً اجتماعی مفاد کے خلاف ہیں اور جن سے مصنوعی طور پر قیمتیں چڑھتیں اور جن سے دولت کی پیداوار رکتی اور ترقی کی رفتار سست ہوتی ہے۔

(۶) ان سب حرکات پر مزید غضب انہوں نے یہ کیا کہ افراد کے لئے اس بات کو بالکل جائز اور معقول اور برحق ٹھہرایا کہ وہ سرمایہ کو جمع کرکے اسے سود پر چلائیں اور سود کو قرض ، استقراض اور مالی لین دین کی بنیاد بنادینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے روک ٹوک صنعتی انقلاب کی وجہ سے طاقت ، دولت رسوخ واثر اور تمام فوائد ومنافع کا جو بہاؤ پہلے ہی ایک رخ پر چل پڑا تھا وہ اس کاروائی کی وجہ سے اور زیادہ یک رخا ہوگیا اور اسکی بدولت اجتماعی زندگی کا عدم توازن اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

(۷) جدید سرمایہ داری کی ان بنیادوں پر جو نیا معاشرہ وجود میں آیا ہے وہ ہمدردی، رحم، شفقت اور اس نوع کے تمام جذبات سے عاری اور اس کے برعکس صفات سے لبریز تھا، اس نظام میں غیر تو غیر بھائی کا بھائی پر یہ حق نہ رہا کہ وہ سہارا دے اگر بے روزگار ہو تو اسے روزگاری دینا تو دور کی بات مرتے وقت ایک گھونٹ پانی دینا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

(۸) لاکھوں آدمیوں کا بے روزگار ہونا باوجودیکہ ان کے اندر محنت وقابلیت ہے ایک تو حیران کن بات ہے ہی دوسری یہ کہ دوسری طرف تجارت گاہوں اور منڈیوں میں وافر مقدار میں سامان موجود ہونے کے باوجود اس کی مانگ وطلب نہیں، (یہ اور بات ہے اس کی خواہش ضرور ہے مگر خواہش کسی مجبوری کی نذر ہے) یہ پہلے نظریہ سے اور بھی تعجب انگیز ہے، اس کی وجہ یہی ہے

کہ خواہش اور سامان کے درمیان بے روزگاری سے پیدا شدہ ابتری حالت ہے اس صورتحال سے
بے قید معیشت کا یہ دعوی باطل ہوجاتا ہے کہ افراد کی تگ و دو خود بخود ذرائع ووسائل کی ترقی اور
پیداوار کی افزائش کا سامان کرتی رہتی ہے ترقی اور افزائش تو درکنار یہاں تو تجربے سے یہ ثابت
ہوا کہ انہوں نے اپنی نادانی سے خود اپنے منافع کے راستے میں بھی رکاوٹیں پیدا کرلیں۔۲۶؎

نظام سرمایہ داری کی اندرونی اصلاحات

اب ہمیں ایک نظریہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ جن ممالک میں بورژوا جمہوریت کی جڑیں
مضبوط تھیں انہوں نے نظام سرمایہ داری کو اصل بنیادوں پر قائم رکھتے ہوئے اس کے اندر کس قسم کی
اصلاحات کیں اور اس سے کیا نتائج برآمد ہوئے۔

(۱) ہر شعبۂ معیشت میں مزدوروں اور ملازموں کی ایسی تنظیمات کو باقاعدہ تسلیم کرلیا گیا
جو ان کی طرف سے بات کرنے کی مجاز ہیں، اس کیساتھ ایک حد تک رسمی یا قانونی طور پر بعض ایسی
عملی تدبیروں کو بھی جائز و معقول مان لیا گیا ہے جنہیں مزدوروں اور ملازموں کی انجمنیں اپنے
مطالبات منوانے اور ان کی خاطر دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال کرسکتی ہیں، اسطرح اگرچہ سرمایہ
اور محنت کی کش مکش ختم تو نہیں ہوتی لیکن محنت اب سرمایہ کے مقابلہ میں اتنی بے بس بھی نہیں رہی
ہے جتنی بے قید معیشت کے دور میں تھی۔

(۲) اجرتوں میں اضافہ، اوقات میں کمی، کام کرنے کے حالات میں نرمی، عورتوں اور
بچوں سے محنت لینے پر پابندی، مزدوروں کی جان اور صحت کی نسبتاً زیادہ پرواہ، اس کے گھر اور
ماحول کو پہلے سے بہتر بنانے کی کوشش، جسمانی نقصان پہنچ جانے کی صورت میں اس کی کچھ نہ کچھ
تلافی اور پھر سوشل انشورنس کی بھی بعض اسکیموں کی ترویج، یہ سب کچھ اگرچہ اس حد تک نہیں ہو جتنا
ہونا چاہئے لیکن بہرحال اب مزدوروں اور نچلے طبقے کے ملازموں کا حال اتنا خراب بھی نہیں ہے
جتنا پہلے تھا۔

(۳) حکومت کی یہ حیثیت تسلیم کرلی گئی ہے کہ وہ محنت اور سرمایہ کے درمیان حکم بنے

نیز ان کی باہمی کش مکش کو دور کرنے اور ان کے جھگڑے چکانے کی مختلف قانونی صورتیں بھی مقرر
کردی گئی ہیں، یہ چیز اگر اس حد تک نہیں پہنچی ہے کہ ہر شعبۂ معیشت میں اجیر اور مستاجر کے درمیان
حقوق و فرائض کا منصفانہ تعین کردیا جائے اور ابھی معاشی نزاعات میں عدالتی فیصلے دینے کا کام بھی
حکومت نے پوری طرح سے اپنے ہاتھ میں نہیں لیا ہے لیکن اصولاً حکومت کا یہ منصب تسلیم کرلیا
گیا ہے۔

(۴) یہ اصول بھی مان لیا گیا ہے کہ انفرادی نفع اندوزی پر ایسی پابندیاں عائد ہونی
چاہئے جن سے وہ اجتماعی مفاد کے خلاف نہ ہونے پائے اور یہ کہ ایسی پابندیاں عائد کرنا حکومت
ہی کے فرائض میں سے ہے۔

(۵) بعض ایسی معاشی خدمات کو اکثر حکومتوں نے خود اپنے ہاتھ لے لیا ہے جو یا تو
انفرادی کاروبار کے بس کی نہیں ہیں یا جنہیں افراد کے قبضہ میں دینا مجموعی مفاد کے خلاف ہے مثلاً
ڈاک اور تار اور وسائل حمل ونقل کا انتظام، سڑکوں اور شاہراہوں کی تعمیر اور ان کو درست حالت میں
رکھنا، جنگلات کی پرداخت اور ان کا نظم ونسق، آب رسانی اور آب پاشی، برق آبی کی پیدائش
اور تقسیم، روپئے کا کنٹرول، اس کے علاوہ حکومتوں نے عموماً معدنیات کو بھی اپنے اجارے میں لے
لیا ہے اور بعض بڑی بڑی صنعتوں کو اپنے انتظام میں چلانا شروع کردیا ہے۔

(۶) تھوڑی تھوڑی آمدنیاں رکھنے والے ملازموں اور مزدوروں کے لئے ایسے مواقع
پیدا کردئے گئے ہیں کہ وہ تھوڑا تھوڑا پس انداز کرکے تجارتی اور صنعتی کمپنیوں میں کم قیمت کے
حصے خریدلیں اور بعض جگہ ایسی صورتیں بھی اختیار کی گئی ہیں کہ خاص خاص قواعد کے مطابق
ملازموں اور مزدوروں کی اجرتوں کا ایک حصہ ان کو نقد ملتا جاتا ہے اور ایک حصہ ان کی طرف سے
کمپنی کے سرمائے میں شریک ہوجاتا ہے اس طرح بکثرت محنت پیشہ کارکن اس کمپنی یا کارپوریشن
کی ملکیت میں حصہ دار بھی ہوگئے ہیں جن کے اندر وہ مزدوری یا ملازمت کررہے ہیں، بعض بڑے
بڑے مشہور کارخانوں میں ۸۰ فیصدی اور ۹۰ فیصدی مزدور اور ملازم شریک ملکیت ہوچکے ہیں
اور اقساط پر حصے خریدنے کی آسانیاں حاصل ہونے کی وجہ سے کارخانوں میں انکی حصہ داری
کا تناسب برابر بڑھتا جارہا ہے ۲۷؎

نظام سرمایہ داری کی دائمی خرابیاں:

ان تمام تغیرات، ترمیمات اور اصلاحات کے باوجود ابھی تک نظام سرمایہ داری کے بنیادی عیوب ونقائص جوں کے توں باقی ہیں، شاید ان خرابیوں کا سدباب بھی بورژوا کے پاس نہ ہو۔

(۱) ابھی تک بے روزگاری کا استیصال نہیں ہوسکا ہے بلکہ زمانۂ جنگ کے سوا دوسرے تمام حالات میں یہ ایک مستقل مرض ہے جو نظام سرمایہ داری کے تحت سوسائٹی کو لگا رہتا ہے تجارت وصنعت کی گرم بازاری کا زمانہ ہو یا سرد بازاری کا زمانہ، بے روزگاری کم وبیش ہر حال میں نظام سرمایہ داری کی جزلاینفک بنی رہتی ہے۔

(۲) ابھی تک وہ عجیب وغریب معمہ جوں کا توں بے حل پڑا ہوا ہے وہ یہ کہ ایک طرف تو کروڑہا انسان ضروریات زندگی کے حاجتمند اور اسباب عیش کے خواہشمند موجود ہیں بے حد وحساب قدرتی وسائل موجود ہیں جنہیں استعمال کرکے مزید اشیاء تیار کی جاسکتی ہے اور لکھوکھا آدمی ایسے موجود ہیں جنہیں کام پر لگایا جاسکتا ہے لیکن دوسری طرف نظام سرمایہ داری دنیا کی ضرورت اور امکانی کھپت سے بہت کم جو مال تیار کرتا ہے وہ بھی بازار میں پڑارہ جاتا ہے۔

(۳) یہی نہیں بلکہ ابھی تک نظام سرمایہ داری کا یہ عیب بھی علی حالہ قائم ہے کہ ہر سال بہت بڑی مقدار میں تیار کیا ہوا مال اور پیدا کیا ہوا غلہ اور پھل اور دوسرا سامان بازار میں لانے کے بجائے قصداً برباد کردیا جاتا ہے درآں حالیکہ کروڑوں آدمی ان اشیاء کے طالب موجود ہوتے ہیں۔

(۴) ابھی تک نظام سرمایہ داری کا یہ عیب بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ ریاست، سوسائٹی، مالدار طبقہ، غرض کوئی بھی اپنے آپ کو ان لاکھوں، کروڑوں آدمیوں کی کفالت اور دست گیری کا ذمہ دار نہیں سمجھتا جو قابل کار ہونے کے باوجود بیکار ہوں یا ابھی قابل کار نہ ہوئے ہوں یا مستقل یا عارضی طور پر ناکارہ ہوگئے ہوں۔

(۵) ابھی تک سرمایہ داری کا یہ عیب بھی دور نہیں ہوا کہ مصنوعی طور پر قیمتیں چڑھائی

جاتی ہیں اور باقاعدہ منصوبے بنا بنا کر بعض اشیاء کا قحط پیدا کیا جاتا ہے، غائب سودے اور تجارتی قماربازی کے مختلف طریقے اب بھی اجتماعی معیشت کے مزاج کو شب وروز درہم برہم کرتے رہتے ہیں۔

(۶) لوگوں کو اب بھی کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے کہ اگر وہ ایک بڑا سرمایہ فراہم کرسکتے ہیں تو اپنے ذاتی نفع کے لئے جو مال چاہیں اور جتنا چاہیں تیار کرلیں اور معاشرہ پر تھوپنے کی جس طرح چاہیں کوشش کریں خواہ معاشرے کو اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

(۷) اب بھی یہ عجیب صورتحال رات دن مشاہدے میں آرہی ہے کہ معاشرے کی نہایت اہم اور سخت ضرورتیں تو رکی پڑی ہیں مگر محنت اور سرمایہ عیش وعشرت کے سامانوں پر، شہوات نفس کے کھلونوں پر اور خوشحالی کے چونچلوں پر بے تحاشا صرف ہورہا ہے۔

(۸) اب بھی صنعت اور تجارت کے بادشاہ اور مالیات کے شہنشاہ اپنی اغراض کے لئے وہ کھلی چھپی ریشہ دوانیاں کئے جارہے ہیں جو بین الاقوامی کش مکش، رقابت اور جنگ کی موجب ہوتی رہتی ہیں۔

(۹) ابھی نظام سرمایہ داری میں معاشرے اور ریاست کی تکمیل ساہوکار (بینکر) کے ہاتھ میں ہے اور وہ ساری اجتماعی قدروں کو شرح سود کے معیار پر جانچ رہا ہے اور اسی محور پر گھمارہا ہے، یہ فیصلہ وہ کرتا ہے کہ سرمایہ کو کن کاموں پر خرچ ہونا چاہئے اور کن پر نہ ہونا چاہئے۔

(۱۰) ابھی تک نظام سرمایہ داری کو وہ بیماری بھی لگی ہوئی ہے جسے کاروبار کا چکر (Trade Cycle) کہتے ہیں جس میں ہر چند سال کی گرم بازاری کے بعد دنیا کی معیشت پر کسادبازاری کے دورے پڑتے رہتے ہیں۔

یہ اور دوسرے بہت سے چھوٹے بڑے عیوب آج کی مقید اور اصلاح یافتہ سرمایہ داری میں بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح انیسویں صدی کی بے قید اور بداطوار سرمایہ داری میں پائے جاتے تھے یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ جمہوریت نے اس نظام کے اصل اسباب خرابی کو سمجھ کر حکمت کے ساتھ انہیں دور کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کی بلکہ جو کچھ ہوا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جتنا جتنا محنت پیشہ عوام کا دباؤ پڑتا گیا ہے یا اشتراکیت کا خطرہ بڑھتا گیا ہے، بورژوا طبقے اپنے

طریقوں میں اپنی ترمیمات کرتے چلے گئے ہیں جن سے عوام کی شکایات اس حد تک ہلکی پڑ جائیں کہ اشترا کی لوگ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ [۲۸]

سرمایہ داری کی جائے نمو:

سرمایہ داری کسی ایک پہلو کا نام نہیں بلکہ وہ ایک فعال تحریک ہے جو اپنے دعوی کے مطابق ہمہ گیر معاشی تعلیمات لیکر دنیا میں نمودار ہوئی ہے لیکن چونکہ اس کی ابتدائی سرگرمیوں کا زمانہ عروج وارتقا کا تھا، یورپ میں صنعتی انقلاب سے ایک ہنگامہ آرائی تھی اس پس منظر میں سرمایہ داری کی نمو سے لوگوں نے خیر سگالی لی، اس پر مستزاد یہ کہ اس تحریک کے ابتدائی زمانے میں کچھ فائدے بھی نظر آئے، ان چیزوں کو لے کر ایک دو ملک نہیں سارے عالم کی توجہ گاہ بن گئی اور آن کی آن میں سرمایہ داری یورپ کے مختلف ممالک میں داد تحسین حاصل کر چکی تھی انگلینڈ، فرانس، جرمنی، جاپان، امریکہ اور یورپ کے بیشتر ممالک سرمایہ داری کی زلف گرہ گیر کا گرویدہ بن چکے تھے، یورپی ممالک کا سرمایہ داری کی طرف التفات ایک حکمت عملی کے تحت بھی تھا جس کا حاصل یہ ہے یورپی ممالک اسلام دشمنی میں فی الفور یہ سوچ رہے تھے کہ چونکہ اسلام معاشیات کا کوئی معقول نظام پیش ہی نہیں کرسکا ہے اور ہمارے ملک میں ایک زبردست معاشی نظام کا ظہور بھی ہو چکا ہے جو کہ بظاہر خوشنما اور بباطن اسلام کے لئے سوچا سمجھا چیلنج ہے اس نظام کو مسلمانوں پر تھوپ دو۔

مسلم ممالک کا حال یہ ہوا کہ ان کی حکمت عملی سے وہ مغلوب ہوگئے اور ان کے تھوپے ہوئے نظام کو قبول کرنے پر کوئی حرج نہیں محسوس ہوا، یہی وجہ ہیکہ بیشتر اسلامی ملکوں میں بھی اس نظام کو سراہا گیا اور اسکو روبہ عمل لانے کے لئے تجویز بھی پیش کی گئی۔

مگر فریب کاری کا پردہ بہت باریک ہوتا ہے جسے قدرت کی کرشمہ سازی بہت جلد ہی تارتار کردیتی ہے اور اسے بے نقاب کرکے حقیقت کو طشت از بام کردیتی ہے ہوا یوں ہی کہ سرمایہ داری کی ناکامی پر لوگوں کو تعجب ہوا، بڑے بڑے دانشوروں نے اسکی ناکامی کے پیچھے کارفرما محرکات وعوامل کی کھوج لگائی اور بالآخر اس نظام کی ناکامی کا اصل راز بھی معلوم ہوگیا اور لوگوں نے اس سے توبہ کرکے اپنی عظمت رفتہ کی راہ لی مگر ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، آج بھی بہت سے غالی

قسم کے افراد اندھی تقلید اور زر پرستی کے حرص وطمع میں بدمست ہوکر سرمایہ داری کا جھنڈا لہرا رہے ہیں۔

نظام سرمایہ داری کے اسباب تسلط:

۱۔اسلام فرد کو، جماعت کو نقصان پہچانے کی اجازت نہیں دیتا، نظام سرمایہ داری میں سرمایہ دار کو اپنے سرمایہ سے نفع حاصل کرنے یا اسے روک رکھنے کی مکمل چھوٹ ہے اور وہ اس طرح من مانی سود اور افراط زر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کی دولت کو کھینچ کر اپنے پاس جمع کرلیتے ہیں، ان کی خودغرضی ان کو متحد کردیتی ہے اور اس اتحاد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ بڑی منظّم حرکات کو انجام دیتے ہیں اور عوام کی زیادہ سے زیادہ کام کرنے پر مجبور کررکھتے ہیں اس طرح یہ اور بھی طاقتور ہوجاتے ہیں اور طاقت کا استعمال اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے نظام سرمایہ داری کو مسلط رکھنے کے لئے بھی کرتے ہیں، نظام سرمایہ داری کے ٹھیکیداروں کا مقابلہ نہیں کرپاتے۔

(۲) سرمایہ دارنہ نظام کے علمبرداروں کی سیاسی وفوجی طاقت جس کی وجہ سے سماج کے کمزور افراد ہی نہیں بلکہ دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک ان کے مظالم کو برداشت کرنے اور ان کے معاشی معاملات کے فروغ کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں پھر بھی اس نظام کے تسلط کے برقرار رکھنے میں معاون ومددگار رہے۔

(۳) ایمان کی کمزوری سے امانتداری میں کمی واقع ہوئی جس سے انٹرپرینورس کے اعتما(Confidence Level) میں بڑی کمی واقع ہوئی، نتیجۃً شرکت ومضاربت کے اصولوں پر سرمایہ کی دستیابی گھٹی اور سودی معاملات کو فروغ ملا امراء میں زر پرستی بڑھی جس سے قرض وصدقات کی دستیابی اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں کمی واقع ہوئی اور سودی کاروبار کو فروغ ملا۔

(۴) اس نظام کے علمبردار دنیاوی دولت کے حصول کو ہی نصب العین سمجھتے ہیں اور اس کے لئے وہ سعی وجہد کرتے ہیں اور پھر ارشاد ربانی ''انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ سعی وجہد کرنے'' کے مطابق اس معاملہ میں درجۂ کمال حاصل کرلیتے ہیں۔

(۵) اس کے علمبرداروں کی اکثریت نصرانی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی وجہ

سے اکثر صدقات کے معاملہ میں کمال حاصل کر لیتے ہیں اور یہ صدقات سود سے ہونے والے ظلم کی شدت میں کمی کرتے رہتے ہیں جس سے نظام سرمایہ داری درہم برہم ہونے سے بچ جاتا ہے
۲۹

باب سوم

سوشلزم

سوشلزم کی تعریف:

صاحب موسوعہ رقمطراز ہیں ''ھی مذھب فکری یقوم علی الالحادوان المادۃھی اساس کل شئی ویفسرالتاریخ بصراع الطبقات وبالعامل الاقتصادی ظھرت فی المانیاعلی یدمارکس وانجلز وتجسدت فی الثورات البلشقیۃالتی ظھرت فی روسیاسنة۱۹۱۷م بتخطیط من الیھودوتوسعت علی حساب غیرھابالحدیدوالناروقدتضررالمسلمون منھاکثیراوھناك شعوب میحت بسببھامن التاریخ''۳۰

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں بایں الفاظ سوشلزم کا مفہوم واضح کیا گیا ہے کہ ''اشتراکیت ایک اقتصادی ہے جسے ایک یہودی مفکر کارل مارکس نے پیش کیا اور لینن اور اینجلز اس کے شارحین میں سے ہیں، اس کا فلسفہ جدلی مادیت اور میکانکی تصور حیات پر مبنی ہے''۳۱

اسی چیز کو علامہ مودودی نے قدرے تفصیل سے واضح کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ ''سوشلزم کے اصل معنی ہیں ''اجتماعیت'' اور یہ اصطلاح اس انفرادیت (Individualism) کے مقابلہ میں بنائی گئی تھی جس پر جدید سرمایہ داری کا نظام قائم کیا گیا، اس نام کے تحت بہت سے مختلف نظریئے اور مسلک کارل مارکس سے پہلے پیش کئے جانے شروع ہو گئے تھے جن کا مشترک مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسا نظام زندگی بنایا جائے جس میں بحیثیت مجموعی پورے اجتماع کی فلاح ہو لیکن وہ سب کاغذی رہ گئے کارل مارکس نے آ کر اس طلب عام کا جواب ایک خاص قسم کے سوشلزم کی

شکل میں دیا جسے ''سائنٹیفک سوشلزم''،''مارکسزم''اور''کمیونزم'' کے مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔۳۲؎

سوشلزم کا تاریخی پس منظر:

جب انقلاب فرانس کے نتیجے میں جدید سرمایہ داری کا ظہور ہوا تو اس سے ایک طرف وسائل زندگی کی فراوانی ہوئی تو دوسری طرف مسائل زندگی سے لوگوں کا عرصۂ حیات تنگ وتاریک ہونے لگا،اس چیز نے سب سے زیادہ سرمایہ داری کو متاثر کیا ، جناب انوارالحق صاحب رقمطراز ہیں کہ''انتہا پسند انفرادیت اور سرمایہ دارانہ جمہوریت نے انسانی زندگی کو پھر یک رخا بنا کر رکھ دیا اور اس سے معیشت کے میدان میں یہ حالت ہونے لگی کہ انگریزی کا استاد پکار اٹھا ''دولت کے انبار لگے ہیں اور انسان سڑ رہے ہیں''۔

مشینوں کی ایجاد اور صنعتی انقلاب کا بھی اس افسوس ناک حال میں دخل تھا بہر حال چند افراد کی مغرور امارت کے سامنے باقی ماندہ معاشرہ ظاہری آزادی کے باوجود بس نسانوں کا انبوہ نظر آنے لگا،ردعمل لازمی تھا،چنانچہ فطری سطح پر ہیگل ، مارکس ، انجلز اور جینٹائل کی تحریکیں اٹھیں، عالم واقعہ میں ہیگل اور نطشے کے زیر اثر جرمنی میں نازی ازم ،جینٹائل کے زیر اثر اٹلی میں فاشزم اور مارکس اور انجلز کے زیر اثر جدید سائنٹیفکٹ سوشلزم کا قبضہ ہو گیا،اجتماعیت پورے جوش انتقال کے ساتھ آئی اور ان میں قدرے مشترک یہی تھی انفرادیت کا قلع قمع اور اجتماعیت کی سربلندی ،جرمنی کی نازی ازم اور اٹلی کی فاشزم دیرپا ثابت نہ ہوئیں اور دوسری عالمگیر جنگ (۱۹۳۴ء تا ۱۹۴۵ء) کے بعد اجتماعیت کا پرچم صرف سوشلزم کے ہاتھ رہ گیا۔۳۳؎

سوشلزم کی کلیدی شخصیات:

۱۔کارل مارکس:۔(۱۸۱۸۔۱۸۸۳م):۔

یہ موجودہ اشتراکیت کا بانی ہے جو جرمن یہودی ہے ،جرمنی کی ایک یونیورسیٹی سے وکالت کی تعلیم حاصل کی پھر اقتصادیات ومعاشیات اور معاشرتی فلسفہ کی طرف اس کا رجحان

ہو گیا،جب جرمنی میں اس کی کوشش بارآور ثابت نہیں ہوئی تو پیرس کا رخ کیا جہاں اس کی ملاقات فریڈرک انجلز سے ہوئی،ان دونوں نے مل کر ۱۸۴۸ء میں اشتراکی وثیقہ کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا جسے اشتمالی (Communism Monifasto) سے جانا جاتا ہے پھر وہاں سے انگلینڈ سفر کیا اور وہیں اس کی وفات بھی ہوئی،اس نے ۱۸۶۷ء میں سرمایہ (Capital) نام کی ایک کتاب لکھی جو موجودہ اشتراکیت کی بائبل اور انجیل مانی جاتی ہے ، پھر اس کے بعد دوست انجلز نے اسی کتاب کے دو اجزاء اور بھی شائع کئے۔

مارکس نے ۱۸۶۴ء میں عالمی پیمانے پر ایک اشتراکی پروگرام بھی کیا تھا جو ایک طرح سے اشتراکی اصلاحی پروگرام کا سنگ میل ہے مارکس کو جرمنی فلسفہ پر عبور تھا خصوصاً ہیگل کے نظریات پر کامل گرفت تھی اسی وجہ سے اقتصادی پہلو سے بھی کافی واقفیت ہو گئی تھی اور پھر اس نے اشتراکی طرح ڈالی تھی۔

دراصل مارکس اور اس کا فلسفہ کئی سالوں سے موضوع اختلاف بنا ہوا ہے کچھ لوگ اس کی تائید کرتے ہیں، کچھ لوگ اس کی تردید کرتے ہیں،اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ مارکس کا پیش کیا ہوا''اشتمالی منشور''اور اشتراکی افکار ونظریات کو پرکھنے میں جن لوگوں نے وقت نظری اور باریک بینی سے کام لیا،انہوں نے تحقیق پیش کی کہ یہ ایسا نظام ہے جس پر علمیت کا کھول چڑھا ہوا ہے اور اندرونی حصہ محض کھوکھلا ہے اور جس نے اس نظام کے ظاہری حسن پر نگاہ ڈالی اسکی ہمنوائی کرتے نظر آئے بہر حال اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مارکس نے انسانی تاریخ میں غیر معمولی تبدیلی پیدا کی۔

۲۔فریڈرک انجلز(۱۸۲۰۔۱۸۹۵م):

یہ کارل مارکس کا جگری دوست تھا اس نے اپنے دوست کی مساعدت کرنے میں بڑی جاں فشانی کی،اس کے مذہب کی تائید ہی نہیں،اس کی نشر واشاعت میں زبان وقلم کو اپنا آلۂ کار بنایا،اس کی تین تصنیفات ہیں۔

(۱)أصل الأسرة (۲)الخاصه والدولة(۳)الثنائية في الطبيعة

۳۔لینن (۱۸۷۰۔۱۹۲۴م):۔

اس کا اصلی نام فلادیمیر الیٹش بولیانوف ہے ،جب روس میں ۱۹۱۷ء میں بالشویکی انقلاب برپا ہوا تھا اس میں اس نے قائدانہ رول ادا کیا تھا۔ پھر اس نے روس میں اپنی ڈکٹیٹر شپ قائم کی ، یہ بہت زیادہ ظالم اور انتہا پسند تھا، انسانیت کا خونخوار دشمن تھا، اس نے بیشمار جانوں کو سرخ کفن پہنا کر قبرستان کا راستہ دکھایا۔

اس کے سلسلے میں بعض ایسے بھی ثبوت فراہم ہوتے ہیں کہ یہ یہودی النسل تھا کیونکہ ابتداً اس کا نام یہودیوں جیسا تھا پھر بعد میں روسی نام سے موسوم کرلیا۔

یہی وہ لینن ہے جس نے اپنی قیادت میں پورے روس میں اشتراکیت کا جھنڈا لہرادیا، اس نے بھی بہت ساری کتابیں تصنیف کی ، اپنے خطابات سے لوگوں کو مائل کرنے کی کوشش کی ، دیگر ذرائع ابلاغ کا بھی استعمال کیا، اس کی ساری باتیں اب بھی محفوظ ہیں، اس کی سب سے اہم تصنیفات یہ ہیں۔

۱۔مجموعة المؤلفات الكبرى ۲۔الاستعمار على مراحل الرا سمالية ۳۔الدولة والثورة.

۴۔اسٹالین (۱۸۷۹۔۱۹۵۳م):۔

اس کا اصلی نام جوزیف فاڈفٹش زوجاشفلی ہے ، یہ اشتراکی نظریات کا زبردست حامی تھا، جب لینن کی وفات ہوگئی تو اشتراکیت کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس نے انسانی قتل وخون میں لینن کی یاد تازہ کردی ، بلکہ ہٹلر کا کردار اس کی شقاوت قلبی کے سامنے ہیچ ہے پورے روسی ملک میں اپنی ڈکٹیٹر شپ کی چنگاری سلگادی اسی وجہ سے یہ اپنی عیاری ومکاری ظلم وجور میں قائد اشتراکیت سے بھی مشہور ومعروف ہوا، یہ جو کہتا وہی حرف آخر ہوتا، اس کی ناروا عدل گستری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ محض اشتراکیت کے قیام کے لئے پوری قوم وملت کی قربانی دینے کا اعتقاد رکھتا تھا وہ اس کام کے لئے تیار بھی تھا اور اسی کی خاطر اپنی شریک حیات کو بھی زندہ نہ چھوڑ سکا۔

۵۔ٹروٹسکی (۱۸۷۹۔۱۹۴۰م)

اس کا اصلی نام برشتابن تھا، یہ یہودی تھا اس نے اشتراکی انقلاب میں ایک خاص قسم

کا رول ادا کیا مگر اسٹالین کو اس سے خطرہ محسوس ہوا اور اس کو بھی اپنی تدبیر سے قتل کر کے اپنے جگر کی آگ بجھائی۔

سوشلزم کے نصب العین:۔

یہ ایک سوشلسٹ انقلابیوں کی خفیہ دستاویز کا خلاصہ ہے جو مئی ۱۹۱۹ء میں جرمنی میں ڈرسل ڈرس میں میں دستیاب ہوئی تھی۔

(۱) نوجوانوں کا اخلاق تباہ کردو، انہیں مذہب سے دور لے جاؤ، انہیں جنسیات کا چسکا ڈالو، انہیں سطحی باتوں میں دلچسپی لینا سکھاؤ۔

(۲) نشرواشاعت کے تمام ذرائع پر بتدریج قبضہ کرلو۔

(۳) عوام کے دل ودماغ کو کھیل کود میں لگاؤ، انہیں جنسی لٹریچر پھیلاؤ اور انہیں گھٹیا چیزوں میں دلچسپی لینے کی عادت ڈالو۔

(۴) لوگوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل پر باہم لڑاؤ، ان کے درمیان دشمنی اور عناد پیدا کر کے انہیں چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کردو، ان میں علاقائی اور گروہی عصبیتیں ابھاردو۔

(۵) عوام کے حقیقی لیڈروں پر سے ان کا اعتماد ختم کرنے کے لئے قومی قیادت کی تضحیک، تذلیل، استہزاء، نفرت اور الزامات وبہتانات کے سارے حربے استعمال کرو، تاکہ قومی قیادت کا اعتماد ختم ہوجائے۔

(۶) حکومت کو گھٹیا اور اخلاق سوز منصوبوں میں الجھا کر فضول خرچی کے ذریعہ اس کی مالی حالت تباہ کردو، اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ اور عام بے اطمینان اور افراط زر کا عوام میں خوف پیدا کردو۔

(۷) بڑی بڑی صنعتوں میں نازک اوقات میں بڑی بڑی ہڑتالیں کراؤ، بدامنی اور انتشار پیدا کرو، اور حکومت کو کمزور کرکے بدامنی اور انتشار ختم کرنے سے اسے روک دو تا کہ وہ بے بس ہوجائے۔

(۸) بے معنی بحثوں سے اخلاقی قدروں کو تباہ کردو، دیانت، سنجیدگی ، اطمینان ،

ایمانداری اوراعتماد کا ماحول مکمل طور پر ختم کر کے اخلاقی قدروں کا دیوالیہ نکال دو۔

(۹)زیادہ سے زیادہ ہتھیار جمع کرنے کی کوشش کرو جائز لائسنسوں سے بھی اورناجائز ذرائع سے بھی کسی نہ کسی بہانے مسلح رضار کا تیار کروتا کہ کسی وقت بھی قوت سے ملک پر قبضہ کیا جائے اورعوام نہتے اور بے بس ہوکر تابع وفرمانبردار بن جائیں۔۳۴؎

سوشلزم کے عقائدونظریات

(۱)حامیان اشتراکیت اللہ کے وجوداورغیبیات کی تمام چیزوں کا مطلق انکار کرتے ہیں اور مادہ کو ہر چیز کی حقیقت قرار دیتے ہیں انکی خاص پہچان یہ ہے کہ وہ تین چیزوں پر ایمان کامل رکھتے ہیں، مارکس، لینن، اوراسٹالین، اورتین چیزوں کی تکفیر کرتے ہیں اللہ، دین اور شخصی ملکیت۔

(۲)ان لوگوں نے انسانی تاریخ سے پردہ ہٹایا اور یہ تحقیق پیش کی کہ بورژوا اور پرولتاریہ طبقہ کے درمیان ہمیشہ کش مکش رہتی ہے اوراس جنگ کا اختتام پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ پر ہوگا

(۳)دین ومذہب کا ان کے یہاں کوئی تصور نہیں، ادیان وملل کو یہ قوموں کے لئے وحشتناک آلۂ کار کا عقیدہ رکھتے ہیں جو سرمایہ داری وغیرہ کی تائیدوتوثیق کا بھی باعث ہے مگر یہودی قوم کواس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ یہودی ایک مظلوم ومقہور قوم ہے اسے اپنے غصب شدہ حقوق کی بازیافت کے لئے دین کا سہارالینا ناگزیر ہے۔

(۴)شخصی ملکیت کے خلاف یہ لوگ اعلان جنگ کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ ایک جگہ جمع ہوجاتا ہے جس سے ایک طبقہ تو کافی خوشحال ہوجاتا ہے اوردوسرا طبقہ تمامتر پیداوار سے محروم ہوجاتا ہے حالانکہ سرمایہ معاشرہ کے ہرفرد بشر کے لئے ہونا چاہئے اس میں امیر وغریب کا فرق کرنا درست نہیں، یہ لوگ وراثت کولغویات میں شمار کرتے ہیں۔

(۵)ان کے یہاں عمل کا بھی کوئی معنیٰ نہیں ہے، معنی اس مفہوم میں کہ اس کو کوئی حیثیت نہیں دی گئی ہے، اگر حیثیت کے قابل کرئی چیز ہے تو وہ مادہ اورعوامل پیداوار ہے۔

(٦)ہرقسم کی تبدیلی کو وسائل پیداوار کی تبدیلی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور یہ کھلا اعلان کہ ہرقسم کی فکر ونظر اور تہذیب وثقافت اقتصادی ترقی کے گرد گھومتی ہے۔

(۷)انکی تعلیمات میں اخلاق کا پرتو دورتک نظر نہیں آتا کیونکہ اسے پیداوار کی راہ میں ایک رکاوٹ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۸)قوموں پر بے جا ظلم وزیادتی ان کا اولین ہدف ہے کسی کو اس کے خلاف احتجاج کرنے کا کوئی حق نہیں۔

(۹)دنیاوی زندگی کے علاوہ تصورات آخرت کا بھی کوئی فلسفہ ان کے یہاں موجود نہیں وہ ثواب عقاب کی عدمیت کے قائل ہیں۔

(۱۰)مادہ کو ازلی قرار دیتے ہیں اورعوامل معاشیات کو ہر چیز کا محرک وعامل قرار دیا ہے خواہ وہ عمل انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی طور پر۔

(۱۱)ڈکٹیٹرشپ ہی ان کے نزدیک سب کچھ ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ عالمی پیمانے پر حکومت قائم کی جاسکتی ہے۔

(۱۲)اشتراکیت میں جنگ وجدال، تعنت وسرکشی سب جائز ہے یہ جماعت لوگوں کو بغض وحسد اور کینہ وکپٹ پر ابھارتی ہے اور مزدور وآقا، آجر وماجور کے مابین تنفر پیدا کر دیتی ہے۔

(۱۳)سرمایہ کو جماعت قرار دیتے ہیں اور جماعت کو سرمایہ۔

(۱۴)بالشویکی انقلاب کا پہلا گروہ سات لوگوں پر مشتمل تھا جس میں ایک کے ماسوا سارے لوگ یہودی المسلک تھے جو اشتراکیت ویہودیت کے باہمی ارتباط کا غماز ہے۔

(۱۵)قرآن کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں وضع کیا گیا تھا پھر آٹھویں صدی تک اس میں غیر معمولی تبدیلی رونما ہوتی رہیں، قرآن کے متعلق یہ لوگ یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ قوموں کو مرعوب کرنے کا آلہ ہے۔

(۱٦)مارکسی نظریات میں معاشرتی ربط وتعلق بھی مفقود ہے۔

(۱۷)اشتراکی حکومت کے قیام میں لوگوں کی ہلاکت کا کوئی معنیٰ نہیں ہے اس سلسلے میں لینن کہتا ہے کہ تین ربع عالم کا ہلاک ہوجانا کوئی قیمت نہیں رکھتا، قیمت تو اسکی ہے کہ باقی بچے ہوئے حصے پر اشتراکیت کا غلبہ ہوجائے، حامیان اشتراکیت نے اس نظرئے کی تطبیق کے لئے کئی

ملین لوگوں کا خون کیا پھر کہیں جا کر روس، چین وغیرہ میں اپنا تسلط قائم کیا۔

(۱۸) یہ لوگ جہاں بھی مسجد دیکھتے ہیں اسے منہدم کر دیتے ہیں اور اس جگہ رقص گاہ کلب اور جنگی مراکز قائم کر دیتے ہیں، اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ مسلمانوں کو اپنے دینی شعار کے التزام سے روکتے ہیں، صرف قرآن کی تلاوت پر ایک سال تک قید وبند کی سزا متعین ہے۔

(۱۹) انہوں نے مسلمانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، ان کے ملکوں پر خاک وخون کی بارش کی، ان کی قوم کو تیر وتفنگ کا نشانہ بنایا، ان کے دین کی پامالی کر کے مقدس سجدہ گاہ اور مقدس مقامات کی بے حرمتی کی۔

(۲۰) ان کی دعوت کا محور ومرکز غداری، عیاری، مکاری، خیانت اور فریب کاری ہے اس کے ذریعہ قوموں کو متاثر کر کے اپنی طوطی کی آواز لگانا چاہتے ہیں۔ ۳۵

اشتراکیت کے بنیادی اصول

اشتراکیت اپنے معاشی مسائل کو حل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصول پر کاربند ہوتی ہیں۔

۱۔اجتماعی ملکیت:۔

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ وسائل پیداوار یعنی زمینیں اور کارخانے وغیرہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت میں نہیں ہوں گے بلکہ وہ قومی ملکیت میں ہوں گے اور حکومت کے زیر انتظام چلائے جائیں گے، ذاتی استعمال کی اشیاء ذاتی ملکیت میں ہوسکتی ہیں لیکن وسائل پیداوار پر کوئی ذاتی ملکیت نہیں ہوسکتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ٹھیٹ اشتراکی ممالک میں نہ صرف زمینیں اور کارخانے بلکہ تجارتی دوکانیں بھی کسی فرد واحد کی ملکیت میں نہیں ہوتیں، ان میں کام کرنے والے افراد سب حکومت کے ملازم ہوتے ہیں اور حاصل ہونے والی آمدنیاں تمام تر سرکاری خزانے میں جاتی ہیں اور کام کرنے والے ملازمین کو تنخواہ یا اجرت حکومت کی منصوبہ بندی کے تحت دیجاتی ہے۔

۲۔منصوبہ بندی:۔

اشتراکی نظام کا دوسرا بنیادی اصول منصوبہ بندی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام بنیادی معاشی فیصلے حکومت منصوبہ بندی کے تحت انجام دیتی ہے، اس منصوبہ بندی میں تمام معاشی ضروریات اور تمام معاشی وسائل کے اعداد وشمار جمع کئے جاتے ہیں اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کون سے وسائل کس چیز کی پیداوار میں لگائے جائیں؟ اور کون سی چیز کس مقدار میں پیدا کی جائے؟ نیز کس شعبے میں محنت کرنے والوں کی اجرت مقرر کی جائے؟

۳۔اجتماعی مفاد:۔

اشتراکیت کا تیسرا اصول اجتماعی مفاد ہے یعنی اشتراکیت کا دعوی یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ معیشت میں ساری معاشی سرگرمیاں افراد کے ذاتی مفاد کے تابع ہوتی ہیں لیکن اشتراکی نظام میں منصوبہ بندی کے تحت اجتماعی مفاد کو بنیادی طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے۔

۴۔آمدنی کی منصفانہ تقسیم:۔

اشتراکیت کا چوتھا اصول یہ ہے کہ پیداوار سے جو کچھ آمدنی حاصل ہو وہ افراد کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم ہو اور غریب وامیر کے درمیان زیادہ فاصلے نہ ہوں، آمدنیوں میں توازن ہو شروع میں دعوی یہ کیا گیا تھا کہ اشتراکیت میں آمدنی کی مساوات ہوگی یعنی سب کی آمدنی برابر ہوگی لیکن عملاً ایسا کبھی نہیں ہوا، لوگوں کی اجرتیں اور تنخواہیں کم زیادہ ہوتی رہیں البتہ اشتراکیت میں کم از کم یہ دعوی ضرور کیا گیا کہ اس نظام میں تنخواہوں اور اجرتوں کے درمیان تفاوت بہت زیادہ نہیں ہے۔ ۳۶

سوشلزم کے فوائد:

سوشلزم اپنے جن مقاصد اور اصول کو لے کر زمانے میں آیا تھا اس کو مدنظر رکھتے ہوئے روسی تجربات ومشاہدات کی بدولت ہمیں فوائد بھی نظر آتے ہیں، مثلاً:

ا۔افراد کے قبضے میں زمین،کارخانے اورتمام کاروبارنکال لینے کا فائدہ ہوا کہ اشیاء کی لاگت اوران کی بازاری قیمت کے درمیان جومنافع پہلے زمیندار،کارخانہ داراورتاجر لیتے تھے وہ اب حکومت کےخزانے میں آنے لگااور یہ ممکن ہوگیا کہ اس منافع کواجتماعی فلاح و بہبود کے کاموں پرصرف کیا جاسکے۔

۲۔تمام ممالک کے ذرائع پیداواراایک ہی نظم ونسق کے قبضہ میں آجانے سے یہ ممکن ہو گیا کہ ایک طرف سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ان سب کوزیادہ سے زیادہ ترقی دینے اورزیادہ سے زیادہ مفید طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کیجائے اوردوسری طرف سارے ملک کی ضروریات کوسامنے رکھ کرانہیں پورا کرنے کی منظّم تدابیرعمل میں لائی جائیں۔

۳۔سارے وسائل دولت پرقابض ہوکر جب حکومت ایک جامع منصوبہ بندی کے مطابق ان کو چلانے لگی تواس کے لئے یہ بھی ممکن ہوگیا کہ ملک کے تمام قابل کارآدمیوں کوکام پر لگائے،اور یہ بھی کہ وہ ان کوایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت تعلیم وتربیت دے کراس طرح تیار کرے کہ اجتماعی معیشت کے لئے جن پیشوں اورخدمات کے لئے جتنے آدمیوں کی ضرورت درکار ہو اتنے ہی وہ تیار کئے جاتے رہیں۔

۴۔اوپر نمبرایک میں زراعت،صنعت اورتجارت کے جس منافع کا ذکر کیا گیا ہے وہ جب حکومت کے ہاتھ میں آگیا ہے تووہ اس قابل ہوگئی کہ اس منافع کا ایک حصہ ''سوشل انشورنس'' کے انتظام پرصرف کرے،سوشل انشورنس کا مطلب یہ ہے کہ تمام ممالک میں جولوگ کام کرنے کے قابل نہ ہوں یا عارضی یا مستقل طورنا قابل کارہوجائیں یا بیماری، زچگی اوردوسرے مختلف حالات کی وجہ سے جن کو مدد کی ضرورت پیش آئے ان کوایک مشترک فنڈ سے مدددی جائے۔[۳۷]

سوشلزم کی اخلاقی خامیاں

سوشلزم اپنے چندفوائد کوعوام کے سامنے رکھ کراپنی تخریب کاری کاایک ہولناک سلسلہ شروع کرتا ہے اورعوام کواپنا ہدف اول بنا کران کاخون وپسینہ تک چوس لیتا ہے،سطورذیل میں

اشتراکیت کےاخلاق سوزحربےاورانسانیت سوزحرکات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔اخلاقی ضوابط سے مکمل آزادی:۔

حقیقت یہ ہے کہ سوشلسٹوں نے غیر طبقاتی معاشرے جیسے قطعی ناممکن العمل خیال کواپنا نصب العین قراردے کردنیا کودھوکہ دیا ہے اورجولوگ اپنے نصب العین کے بارے میں انسانوں کودھوکہ دے سکتے ہیں وہ اپنے اقتدار کےحصول کے لئے طریق کاراورتدابیر کے بارے میں بھی لوگوں کوکیا کچھ دھوکہ نہیں دے سکتے،خودلینن کا قول ہے''قدیم اجتماعی نظام کی بیخ کنی اورمحنت کش عوام کو یکجا کرنے کے لئے ہرچیز اخلاقاًدرست ہے،ہم جب اپنے دشمنوں سے لڑیں گے تو اس لڑائی میں جھوٹ اورمکروفریب کے ہتھیاروں کا استعمال ناگزیر ہوگا''۔

۲۔ذرائع ابلاغ میں نفوذ:۔

سب سے پہلے وہ کسی ملک کےنشرواشاعت کےاداروں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں، اورایسے اداروں میں گھسنے کے بعد یہ لوگ دوسروں کے لئے راستہ بندکردیتے ہیں اورقوم کی نشریات کواپنےتعصّبات کو پھیلانے اورنظریات کوفروغ دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ ملک کےاخبارات،ادبی جرائد،ریڈیواورسرکاری ونیم سرکاری اشاعتی اداروں میں گھس بیٹھنے کی پالیسی پرعمل کرتے ہیں اورغیراشتراکی ادیبوں اوراہل قلم کے لئے پوری تنگ ظرفی سے ان جرائد کے دروازے بندکرناشروع کردیتے ہیں۔

۳۔تعلیمی اداروں پرگرفت:۔

صحافت کوسرخ رنگ دینے کے بعد دوسرامورچہ تعلیمی ادارے ہیں کسی معاشرہ کے تعلیمی اداروں میں گھس کرنئی نسل کواس کی قومی روایات سے بےزارکرنا،دین واخلاق سے عاری کرنا، قومی اورملکی وفاداری کی بجائے انہیں غیرملکی نظریات کاعلمبردار بناناان کے پروگرام کاخصوصی حصہ ہے۔

۴ اخلاقی اقدار کی بیخ کنی:۔

اپنی تقریروں اورتحریروں میں عوامی غم وغصہ سے بچ بچا کر یہ لوگ عوام کے مذہبی تصورات کی بیخ کنی بھی بتدریج کرتے رہتے ہیں جوان کے پروگرام کا ایک خاص حصہ ہے کیوں کہ کوئی بھی مذہبی شخص ان کے اخلاق سے عاری طریق کارکواپنا کران کا کارکن نہیں بن سکتا،اس سلسلہ میں ان کا ایک کام تو مذہبی شخصیتوں پر مسلسل حملے کرتے رہنا ہے خصوصاً ایسی شخصیتوں پر جنہوں نے مذہب کا وسیع ترمفہوم پیش کیا ہواس کے علاوہ وہ عموماً مذہبی تصورات کا بھی مضحکہ اڑاتے رہتے ہیں،ان کے جرائد میں اکثر ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جو مذھب،اخلاق ،آخرت،جنت اوردوزخ کا مذاق اڑانے سے عبارت ہوتے ہیں۔

۵۔حدیث کے خلاف شبہات کی مہم:۔

سوشلسٹوں کا ایک شعبہ جودین کا لبادہ اوڑھ کرکام کرتا ہے موضوع اور غیر معتبر روایات واحادیث کا نشانہ بنا کر سارے ذخیرۂ احادیث کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لئے حتی الوسع کوشش کرتا رہتا ہے اور نظام ربوبیت کے نام سے خالص سوشلسٹ اقتصادی نظام اور مرکزی ملت کے نام خالص ڈکٹیٹر سوشلسٹ کے لئے زمین ہموار کرتا رہتا ہے۔

٦۔جھوٹ کی کثرت اشاعت:

سوشلسٹوں اکا ایک سیاسی حربہ خبروں کوتوڑمروڑ کر پیش کرنا بھی ہے،ایک جھوٹ پھیلانا اور پھرخود ہی اس کی تشہیر کرتے چلے جانا،ایک الزام لگانا اور پھر خود ہی اس کی تردید کو بلیک آؤٹ کرکے اسے دہراتے چلے جانا ان کا خصوصی حربہ ہے،ان کے جھوٹے پروپیگنڈہ باز اپنے جھوٹ کی چھری پر جھوٹی خبروں کی سان چڑھاتے ہیں اوراسے پھیلاتے چلے جاتے ہیں،سرخ اخبار نویس ضمیر کا گلا گھونٹتے ہوئے تردیدی بیانات کودباتے اور جھوٹ کو پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔

۷۔طبقاتی تنظیم:۔

مزدوروں کے خودساختہ لیڈربن کرانہیں منظّم کرتا اورانہیں ہڑتالوں پراکساتا بھی ان لوگوں کا خصوصی مشغلہ ہے ایک طرف وہ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے ناممکن العمل مطالبات کی فہرستیں تھما کرہڑتالوں پراکساتے ہیں تاکہ معقولیت سے کوئی بات طے نہ ہوسکے اوردوسری طرف وہ سرمایہ داروں سے سودا کرکے مزدوروں کے مفادات کونقصان پہنچاتے ہیں گویا طبقہ وار تنظیمیں بنانا ان کا سیاسی کام ہے جسے یہ ہرجگہ استعمال کرتے ہیں اورعورتوں کی تنظیم سے لیکر کارخانہ داروں کی تنظیم تک بناڈالتے ہیں۔

۸۔توڑ پھوڑ اور تخریب کاری:۔

سوشلسٹ حضرات توڑپھوڑ،لوٹ مار،بدامنی ،اشتعال انگیزی اورافراتفری کواپنے طریق کار کے طور پرضروری سمجھتے ہیں اس لئے اقتدار پر قبضہ کے لئے حکومت اورمعاشرہ کو بیک وقت کمزور کرنا ضروری ہوتا ہے اوراس توڑ پھوڑ کے ذریعہ سرمایہ داروں سے بڑی بڑی رقوم اینٹھنا بھی آسان ہوجاتا ہے ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ نہ صرف توڑ پھوڑ کریں بلکہ یہ کارخیر اپنے مخالفوں کے نام بھی لگادیں تاکہ بدامنی اورتخریب کاری کا رجحان معاشرہ میں زور پکڑ سکے۔

۹۔شخصیت کی بت پرستی:۔

سوشلسٹوں کے سیاسی طریق کارمیں شخصیتوں کی بت گری بھی خصوصی حربے کے طور پر مستعمل ہے وہ کسی نہ کسی شخصیت کوسوسائٹی کے اعصاب پر دیوتا بنا کرسوار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس شخصیت کووہ اشترا کی آمریت کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں نشرواشاعت کے تمام ذرائع اس کی شخصیت سازی پرصرف کئے جاتے ہیں اوراس کے سارے عیوب پر پردہ ڈالتے اوراسکی خوبیاں بیان کرکے اس بت ستمگر کی عقیدت میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جوکل ان کا اشترا کی آمر بننے والا ہے۔

۱۰۔سیاسی تنظیمات میں نفوذ:۔

سوشلسٹوں کا ایک بڑا حربہ کسی ملک کی مختلف تنظیموں میں نفوذ بھی ہے اس حربے کے ذریعہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ مختلف جماعتیں ان کے منشا کے خلاف فیصلے نہ کرنے پائیں اور اگر ہو سکے ان سے حسب منشا فیصلے کراتے جائیں اسی طرح انہیں مختلف جماعتوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کا موقع بھی ملتا ہے ساتھ ہر جماعت کے کھاتے میں وہ اپنا سرمایہ جمع کر کے اس کے اثرات کی مدد سے معاشرہ میں نفوذ کرتے ہیں اور ضرورت پڑے تو اسے اندر سے سبوتاژ کرتے ہیں۔

۱۱۔علاقائی تعصّبات کی علمبرداری:۔

سوشلسٹ حضرات جب تک کسی قوم کا شیرازہ منتشر کرلیں ان کے لئے اسے باہم لڑانا، خون خرابہ کرانا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس پر قابو پانا ممکن نہیں ہوتا اس لئے وہ ''اسلام ہمارا مذہب'' کہہ کر اپنی حب الوطنی کا کاغذی ثبوت پیش کرتے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کے اندر جاہلیت کی دبی ہوئی عصبیتیں ابھار کر انہیں آپس میں لڑاتے ہیں تاکہ ان کی بناء اتحاد منہدم ہوجائے۔

۱۲۔محاذوں کی سیاست:۔

سوشلسٹ حضرات مختلف سیاسی اور ثقافتی جماعتوں کے متحدہ محاذوں سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں چنانچہ کچھ جماعتوں کا متحدہ محاذ کہیں بھی بن رہا ہو، اور اس کے مطالبات جس طرح کے ہوں یہ ممکن نہیں سوشلسٹ حضرات سٹ پٹا کر اسکی طرف دوڑ نہ لگائیں، انکی تکنیک میں یہ شامل ہے کہ مختلف اور منتشر چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور افراد کو ملا کر ایک محاذ بناؤ اور اس محاذ کے ذریعہ کچھ کام نکالو جب تک نکل سکے اور خود ہی سرنگ لگا کر محاذ توڑ دو پھر نئے محاذ کی تشکیل کا کام کرو۔

۱۳۔معاہدوں سے انحراف:۔

معاہدے اور وعدے کرنا اور پھر انہیں توڑنا سوشلسٹوں کے سیاسی حربوں اور طریق کار میں شامل ہیں سوشلسٹ کیمپ کے نزدیک وعدہ وعید اور متفقہ پروگراموں کی پابندی یا وعدہ وفائی

کوئی چیز نہیں ہوتی ، وہ فراخدلی سے وعدہ کریں گے ، متفقہ پروگرام بنائیں گے اور پھر نہایت لا پرواہی اور ڈھٹائی سے ان وعدوں کو بالائے طاق رکھ دیں گے۔

۱۴۔مذہبی عناصر کا استحصال:۔

مسلمانوں کے اندر کام کرتے ہوئے انہیں ایسے باریش حضرات اور مذہبی جماعتوں کی حربے کے طور پر تلاش ہوتی ہے جو ان کے لئے مسلمانوں کے نزدیک مذہبیت بیزاری پر وقتی طور پر پردہ ڈالتی رہیں یا اسے عوام کی نظروں میں کچھ عرصے تک گواہ بنائے رکھیں، مذہبی دائرے میں انہیں ایسے افراد یا تنظیموں کی ضرورت ہوتی ہے ہے جو ایک طرف دنیا کے معاملات سے بے بہرہ ہوں تو دوسری طرف اگر اسے تھپکی دے کر سوشلزم کی صداقت پر پردہ ڈال کر اس کے التزام نیز اس کی نشر واشاعت کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔

۱۵۔جھگڑالو پن اور فیصلوں کی خلاف ورزی:۔

سوشلسٹ کا مزاج جنگ وجدل اور جدلی مادیت پر قائم ہونے کی وجہ سے اس کا نتیجہ جھگڑا لڑائی کی انتہا کی شکل میں برآمد ہوتا ہے جھگڑا سے نت نیا جھگڑا پیدا ہوتا اور بے گناہ ومعصوم لوگ جھگڑا لڑائی کی زد میں آتے ہیں، خود سوشلسٹ حضرات میں گروہ بندی ہوجاتی ہے، ایک طبقہ دوسرے کے سر پر ننگی تلوار بن کر سوار ہوجاتا ہے لینن نے جب اکتوبر ۱۹۱۷ء میں اقتدار پر قبضہ کیا تو اپنے بہت سے ان ساتھیوں کے بارے میں جنہوں نے اس کے ساتھ مل کر جلاوطنی تک کی سزا کاٹی تھیں یہ حکم دیا کہ فوراً گولی ماردی جائے کیونکہ وہ انقلاب دشمن تھے چنانچہ وہ سارے سوشلسٹ گروہ جو لینن سے اختلاف کیا کرتے تھے انقلاب دشمنی کے الزام میں ختم کردئے گئے۔

جھگڑا لڑائی میں فیصلہ کی نوبت آنے پر بھی گل کاریاں ہوتی ہیں، ردوبدل خلاف ورزی، وعیدہ وعید کے نئے نئے اور قسم قسم کے پھول کھلتے ہیں۔

۱۶۔اشتراکیت میں مخالفانہ طرز عمل:۔

دوسری جماعتوں سے مل کر بنائے ہوئے مشترکہ سیاسی پلیٹ فارم پر ان کا طرز عمل اپنے

ہی ساتھیوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ہوتا ہے جس میں انہیں مہارت حاصل ہو جاتی ہے یہ ہمیشہ محاذ کو ان کے شامل ہونے کے بعد جلد از جلد اور جو وزن محاذ میں شمولیت کے سبب پیدا ہوگا اس وزن کو اقتدار وقت کے ساتھ خفیہ سودے بازی میں استعمال کریں گے، محاذ آرائی کا مقصد دوسروں کی گردنوں پر اور کندھوں پر پاؤں رکھ کر ذرا او پر اٹھ سکیں اور اپنے ساتھ سوشلزم کو بھی او پر اٹھا سکیں ۔اس عمل پر حکومت کا کوئی ردعمل نہیں ہوتا وہ تو اور سہارا دیتی ہے۔

۱۷۔پرفریب نعرے:۔

سوشلسٹ تحریک کا خاص عمل نعرے بازی ہے یہ لوگوں کی ملکیت چھین کر حکومت کے قبضے میں دے دینے کو ''عوامی ملکیت'' کا نام دیتے ہیں حکومت کی طرف سے راشن کارڈ پر ملنے والی روٹی کو یہ '''' عوامی روٹی'' قرار دیتے ہیں۔

''عدم طبقاتی سوسائٹی'' ''امیر وغریب کا امتیاز ختم'' ''مزدور راج'' ''پرولتاری آمریت'' ''سرخ سویرا'' ''ترقی پسند معاشی نظام'' یہی ان کے پرفریب نعرے ہیں جو لوگوں کی عقل پر پردہ ڈالنے کا کام کرنے کے لئے لگائے جاتے ہیں۔

۱۸۔سب رنگوں میں سرخ نگ:۔

سوشکسٹ حضرات کا ایک طبقہ برسرے اقتدار آتے ہی دیگر سوشلسٹ طبقوں کو بیک جنبش تلوار ختم کر دینا چاہتا ہے اوران طبقوں کے مابین عجیب قسم کے معاملے ہوا کرتے سیدا سعد گیلانی سوشلسٹ کے ان طبقوں پر مزاحیہ طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''ان رنگ برنگ سوشلسٹوں کو اگر پھلوں سے تشبیہ دی جائے تو بعض ان مین چقندر کی طرح اندر باہر دونوں طرف سے سرخ ہوتے ہیں اور بعض ان میں امرود کی طرح او پر سے سفید اوا اندر سے سرخ ہوتے ہیں اور اب مذہبی معاشروں میں ایک نئی قسم قندو تجارا براانڈا کی ایجاد ہو رہی ہے جو تربوزہ کی مانند او پر سے بالکل سبزا اوراندر سے سرخ ہوتی ہے''

۱۹۔زیرزمیں اور پس پردہ:۔

پس ماندہ اور غیر ترقی یافتہ ممالک میں ان کا طریق کار ایک طرف مزدوروں اور کسانوں میں تنظیمیں قائم کرنا دوسری طرف پریس اور اطلاعات کے محکموں میں نفوذ حاصل کرنا تیسری طرف سرکاری اداروں اور خصوصا فوج میں اثرات قائم کرتا ہے لیکن یہ بات دعوی سے کہی جاسکتی ہے کہ سوشلسٹوں کا نیچے عوام میں کیا ہوا کام ان کے لئے بس ابتدائی اور عمومی فضا کا ہی کام دیتا ہے وہ کبھی بھی آج تک کسی میں اس قابل نہ ہوئے کہ اس کام کی مدد سے یعنی عوام کی مدد سے کوئی سوشلسٹ انقلاب لاسکیں، ان کا انقلاب زیرزمیں سرگرمیوں، طاقت پر جبری قبضے، حکمرانوں میں سے بعض حضرات کو تاحیات حکمرانی کی ضمانت دے کر ساتھ ملانے یا پھر فوجی انقلاب کے ذریعہ ہی ہوتا رہا ہے۔

۲۰۔لڑاؤ اور راستہ بناؤ:۔

سوشلسٹ حضرات راستہ بنانے، لڑانے اور توڑ پھوڑ کرنے کے عادی ہوتے ہیں، یہ لوگوں کو باہم لڑانے کا فن جانتے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ پارٹیوں میں باہمی اختلاف پیدا کریں اوران کو آپس میں لڑائیں ان سے جمہوری اختلافات کو بھی ابھارابھار کر سامنے لائیں اور لوگوں کو ان سے مایوس کریں، یہی حال ان کا مریڈ یونینوں کے اندر پایا جاتا ہے مزدور لڑتے مرتے رہیں گے اور یہ حضرات کارخانہ دار سے معاملہ طے کر کے مزدور کی آبرو اس کے ہاتھ بیچ آئیں گے۔

۲۱۔دوستی میں دشمنی:۔

یہ تو ظاہر ہے کہ سوشلزم محض نظریاتی تحریک کا نام ہے جس سے بھلائی کی امیدیں وابستہ کرنا حماقت کا آخری درجہ ہوگا، اس نظریاتی تحریک کا ایک کام یہ بھی ہے کہ اپنے سوشلسٹ دوستوں کے لئے دل میں پوشیدہ دشمنی رکھتی ہے اس کی تعلیمات ظالمانہ اور بہیمانہ ہوتی ہیں، اس تحریک میں اسٹالین کی ایک مشہور کتاب بھی شامل ہے اس کا نام ''لینن ازم کی مبادیات'' ہے یہ

کتاب دنیا کی سب سے زیادہ ظالمانہ نظریات پر مشتمل ہے،اس کتاب کے ذریعہ بڑی سنگدلی، بیدردی اور بے ضمیری سے سوشلسٹ کارکنوں کو یہ سکھائی جاتی ہے کہ متحدہ محاذ میں گھس کر اپنے استجادیوں سے کیسے فائدہ اٹھانا چاہئے اور فائدہ اٹھا کر کس طرح انہیں تباہ و برباد کرنا چاہئے۔

۲۲۔ برادران یوسف:۔

ان کی مثال گرگٹ کی ہے جو لمحہ بہ لمحہ اپنا رنگ بدلتے ہیں اور ہر ڈھنگ کا نقاب اوڑھ کر پس پردہ برادران یوسف کا کار انجام دینے کی سعی ناپاک کر کے اپنا دامن داغدار کرتے ہیں ان سے بچنا ہمارا فریضہ ہے کیونکہ وہ ملک وملت کیا خدا اور رسول کا وفادار نہ ہوسکا وہ ہمارا کیا کام آسکتا ہے شاعر بھی ہمیں یہ پیغام دیتا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

بیچ ہی کھائیں جو یوسف سا برادر پائیں ۳۸؎

ان تمام اخلاقی بحران کا شکار آج ہمارے اشتراکی بھائی ہیں پھر بھی گمان ہے کہ پیغمبران اشتراکیت نے اپنے دین کی تکمیل کر دیں بلکہ مارکس ،لینن اراسٹالین نے نبوت اشتراکیت ہی نہیں،نبوت معاشیات پر مہر ثبت کر دیں۔اب کسی دوسرے معاشی نظام کی قطعی ضرورت باقی نہیں رہی۔انسانی فوز و فلاح اوسوسائٹی کی تعمیر و ترقی کا راز اشتراکی معاشی نظام ہی میں پنہا ہے۔

سوشلزم کی فکری خامیاں

یہ تو ان کی خلاقی تعلیمات کی گمراہیاں تھیں اب ان کی فکری خامیاں اور گمراہیاں بھی دیکھتے چلئے جن سے سوشلسٹ کا اصلی چہرہ سامنے آجائیگا۔

ا۔جدلی مادیت:۔

''انسانی معاشرہ ذرائع پیداوار کے بدلنے سے ہی ہر قسم کے تغیرات سے دوچار ہوتا

ہے'' (مارکس)

اس مارکسی نظرئے پر نقد کرتے ہوئے اسعد گیلانی لکھتے ہیں کہ'' حقیقت یہ ہے کہ مارکس کے اس دعوی کو تاریخ انسانی کا پورا ریکارڈ جھٹلاتا ہے ایک نہیں متعدد مثالیں اس دعوی کے خلاف موجود ہیں،رومیوں کے عیسائیت اختیار کرتے ہی پورے رومن معاشرے کے عقائد،طرز عمل ، مذہب ،تہذیب اور فکری بنیادوں میں زبردست تغیر رونما ہوا لیکن کسی مؤرخ کے علم میں نہیں ہے کہ رومیوں کے اس انقلاب میں ذرائع پیداوار کی کسی تبدیلی کا کوئی ہاتھ ہو اسلام نے عرب کے اندر حیرت انگیز انقلاب برپا کر کے انسانی معاشرے کی فکری اور عملی بنیادوں تک کو بدل ڈالا لیکن ذرائع پیدوار او ہیں جو اسلام سے پہلے تھے''۔

یہاں یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ انسان اور معاشرے میں تغیرات لانے والے ان معاشی عوامل اور ذرائع پیداوار کو دریافت کون کرتا ہے اگر انسان دریافت کرتا ہے تو پھر معاشی عوامل انسانی فکر کے تابع ہیں اور اگر یہ کام انسانی دسترس سے ماوراء کوئی بالاقوت سرانجام دیتی ہے تو پھر جدلی مادیت کا فلسفہ اور اس کے ذریعہ ترقی اور ارتقا کا سارا عمل خود بخود باطل اور غلط ہو جاتا ہے۔

۲۔طبقاتی تصادم:۔

''دنیا کی ساری تاریخ طبقاتی کش مکش کی تاریخ ہے''(اشتراکی منشور) سوشلزم کا دوسرا بڑا فکری اصول طبقاتی تصادم ہے لیکن کیا یہ حقیقت ہے؟ جب ہم تاریخ کا سارا ریکارڈ دیکھیں تو ہمیں ہزاروں انسانی جنگوں کے لامتناہی ریکارڈ میں سے ایک جنگ بھی ایسی نظر نہیں آتی جس میں ایک طرف بورژوا سرمایہ دار اور دوسری طرف پرولتاری کسان ومزدور اینٹ وپتھر لئے کھڑے ہوں، اسکی تردید کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے ستمبر ۶۵ء میں پاکستان و بھارت کے درمیان ایک اصولی جنگ لڑی گئی ان میں سے کون کس طبقہ سے تعلق رکھتا تھا،تاریخ کا ہر واقعہ پکار پکار کر طبقاتی تصادم کی تاریخی تعبیر کی تردید کرتا ہے۔

درحقیقت تمام انسانی جنگیں اور کش مکش طبقاتی وجوہ کی بجائے دوسرے وجوہ کی بنا پر لڑی گئیں جن میں علاقائی ، مذہبی ،نسلی ،قبائلی ،قومی اثرات وتعصّبات کے ساتھ ساتھ شوق فتوحات

اورسودائے کبریائی کا بھی بہت کچھ دخل رہا ہے۔

۳۔نظریہ قدرزائد:۔

''ہرشی کی اصل قدرمحنت کی وہ مقدار ہے جواسے پیدا کرنے پرصرف ہوتی ہے''
(مارکس)

اس غیرحقیقی تصور کے تحت اشترا کی مما لک کوکم سے کم صرف محنت پرہی تکیہ کرنا چاہئے تھااور مشین بنانااور اس کی مدد سے پیداوارکا کام لینے کی بجائے صرف مزدور سے ہی کام چلایا جا تا جب کہ وہ دوسرے عوامل کے مقابلے میں زیادہ آسانی اورافراط سے فراہم ہوتا ہے ،دوسری بات یہ ہے کہ اشترا کی مما لک کوچاہئے تھا کہ اپنے اصول کے مطابق مزدورکی محنت کی قدرزائداس سے چھین کرسرکاری خزانے میں ڈالنے کے بجائےشی کی قدر کےمطابق پوری اجرت مزدورکودے کرڈاکہ زنی کے اس کاروبارکوختم کردیتے لیکن وہاں تومزدوراورفیکٹری منیجرکی تنخواہ میں ایک اور پچاس کا تناسب ہے یہ فیکٹری منیجروہی ہے جومعاشی صطلاح میں تنظیم کا نمائندہ ہے گویامزدور بے چارے کی محنت کا ناجائزاستحصال خودان کے لئےتعمیرکردہ جنت میں بھی ہوتا ہے بلکہ دوسرے مقامات سے بڑھ چڑھ کرہوتا ہے۔

درحقیقت قدرزائد کا نظریہ صرف جذباتی استحصال اورجوش دلاکربھڑکانے کے لئے ایجادکیا گیا ہے نہ اس کا معاشیات سے کوئی تعلق ہےاورنہ اشترا کی عمل وکردار سے، یہ خالص ایک غیرعملی اورغیرمعاشی نظریہ ہے جس سے ایک دن بھی معیشت کی گاڑی نہیں چل سکتی اورنہ سوشلسٹوں نے چلاکردکھائی ہے۔

۴۔مزدورکی حکومت:۔

''ہمارافوری مقصد پرولتاری طبقہ کی تقویت وتشکیل اوربورژواطبقہ کی بالادستی کا خاتمہ اورپرولتاریہ کے لئے سیاسی اقتدارکا حصول ہے''(مارکس)۔

مزدورطبقہ کی مملکت پرکون اپنی حکومت کا بگل بجارہا ہے، ذرااس کوکمیونسٹ لیڈرملوان جیلان کے ایک بیان سے لگایئے جس کواس نے اپنی کتاب''نیاطبقہ''میں ذکرکیا ہے''سیاسی افسر

شاہی پوری قومی آمدنی پرمسلط ، ہے یہ نیاطبقہ ہے جوقوم اورسماج کے نام پراس اجتماعی ملکیت کا انتظام سنبھالتا ہے، یہ ایسی افسرشاہی ہے جسے ذرہ برابربھی خیال نہیں آتا کہ ان لوگوں کے حقوق انہیں واپس بخش دے جن پراس نے اتنے طویل عرصے تک راج کیا ہے''۔

عوام کی سب جماعتیں خلاف قانون ہیں، پریس پرمکمل سرکاری قبضہ ہے،عوام کی آواز اورمطالبات اٹھانے کے لئے کوئی میدان یاپلیٹ فارم موجودنہیں ہےاورجس طرح پولیس کا سپاہی اپنے افسران کے خلاف آوازنہیں اٹھاسکتا یہی حال وہاں کے ہرشہری کا ہے جلسہ جلوس ناممکن ہیں، اظہاررائے پرمکمل پابندی ہےمزدور کے لئے ٹریڈیونین بنانا خلاف قانون ہے مطالبے اٹھاناقومی غداری اورجرم ہے، جبری انتخابات کے کھیل میں صرف ایک ہی پارٹی کے ایکٹرکھیل دکھاسکتے ہیں قانون اورجمہوری حکومت سے عوام زاروں کے زمانے سے بھی زیادہ دورہوگئے ہیں اوراس سارے سوشلزم کے شدیدآمرانہ نظام پرمزدوروں کی حکومت کا لیبل لگا ہوا ہے۔

۵۔مزدوراورسامایہ داروں کے جداگانہ مفروضہ کیمپ:۔

''معاشرہ بتدریج دشمن گروہوں میں تقسیم ہورہا ہے ،مزدورایک طرف اورسرمایہ دار دوسری طرف دونوں کی ایک عالمگیرکش مکش ہوگی''(مارکس)

یہ مفروضہ بھی غلط ثابت ہوا، ایسی کہیں کوئی متعین تقسیم نظرنہیں آتی ،حد یہ ہے کہ ایک ہی طبقہ ایک ہی جگہ مظلوم ہےتو دوسری جگہ دوسری حیثیت سے ظالم ہے۔

ٹامی انگلستان میں ایک پس ماندہ اورنچلا طبقہ ہےتو غلام ہندوستان میں آکرکلائیواور وارن ہیسٹنگر ثابت ہوتا ہے یانکی اپنے امریکی معاشرہ میں مظلوم اوربےروزگار ہےتو ویت نام میں جاکرظالم وجابر بنا بیٹھا ہے ایک شخص ایک جگہ استحصال کا شکار ہےتو دوسری جگہ وہی استحصال کرتا نظرآتا ہے، دنیا میں قومی کیمپ تو موجود ہیں جن میں بیک وقت سرمایہ داراورمزدورسب شامل ہیں اورقومی مفادکی پکاردونوں بیک وقت حرکت میں آجاتے ہیں لیکن اشترا کی منشورکے مطلوبہ کیمپ کہیں نہیں جانے جاتے۔

٦۔اشترا کی انقلاب کا پہلا مرکز۔۔۔۔۔۔۔جرمنی:۔

"ہماری بیشتر توجہ جرمنی پر ہے جو زیادہ صنعتی اور انگلینڈ سے بھی زیادہ باشعور مزدور رکھتا ہے سب سے پہلے اشترا کی انقلاب وہیں برپا ہوا" (مارکس)

یہ خیال اس لئے ظاہر کیا گیا تھا کہ مارکس نے اپنے تصور میں خود ہی انسانی سوسائٹی کے تاریخی ارتقا کا یہ بے بنیاد فلسفہ گھڑ رکھا تھا کہ انسانی تاریخ پانچ ادوار پر تقسیم ہے پہلا پنچایتی دور، دوسرا دور غلامی، تیسرا دور جاگیرداری، چوتھا دور سرمایہ داری اور پانچواں اشترا کی دور۔۔۔اور اس کے خیال میں صنعت کی وجہ سے یورپ کے مما لک میں جرمنی سب سے پہلے سرمایہ داری دور میں داخل ہوا تھا اس لئے اب اس کا اشترا کی دور بہت قریب تھا لیکن اشترا کیت کے منشور کا یہ دعوی بھی غلط نکلا اور اس دعوی کے ساتھ ہی ساتھ فلسفہ بھی غلط ہو گیا بلکہ خود روس نے اسے غلط ثابت کر دکھایا، روس میں زرعی معیشت تھی اور وہ جاگیرداری دور میں سے گذر رہا تھا، اس کے بعد اس میں صنعت کے فروغ کے بعد سرمایہ داری کے عمل دخل کی باری تھی اور اس کے بعد وہاں اشترا کیت کو آنا تھا لیکن وہاں اشترا کی انقلاب آ گیا اور جرمنی میں آج تک نہیں آسکا۔

٧۔سوشلزم کا مثالی سماج:۔

"سوشلسٹ سماج مساوات پر مبنی اور غیر طبقاتی ہوگا" (مارکس)

سوال یہ ہے کہ تاریخ کا جدلی عمل گر جاری ہے تو زمین پر جب تک انسان موجود ہے اس کی تاریخ اس پر اپنا عمل جاری رکھے گی اور ارتقا کے مراحل طے ہوتے رہیں گے، کیا اشترا کی معاشرہ وجود میں آنے کے بعد تاریخ کا جدلی عمل رک جائیگا یا جدلی مادیت ختم جائیگی اور ارتقائی انسانی عمل رک جائیگا؟ اگر جدلی مادیت کی رو سے تضادات کا رونما ہونا، انمیں تصادم کا برپا ہونا اور ان کی مصلحت کے عمل سے انسانی معاشرے کی ترقی کے عمل کا جاری رہنا موجود رہیگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مثالی اشترا کی سماج بھی ناقص اور نامکمل ہی ہوگا۔

٨۔مزدور اور طبقاتی شعور:۔ "مزدور کی حالت دن بدن ناگفتہ بہ ہوتی جائے گی

جس سے اندر کے طبقاتی شعور بیدار اور منظم ہوتا جائیگا"۔(کارل مارکس)

یہ تو ٹھیک ہے کہ پہلے مزدور کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی مگر آج مزدور پہلے سے کہیں زیادہ خوشحال اور مطمئن ہیں، اسی طرح عالمی سطح پر بھی مزدوروں کی حالت ناگفتہ بہ ہونے کے بجائے پہلے سے بہتر ہو رہی ہے۔

٩۔ریاست کے خاتمے کا نظریہ:۔

"ریاست ایک طبقہ کو پامال کرنے کا ایک ذریعہ ہے یہ ایک گروہ کو مٹانے اور اس پر مظالم ڈھانے کی ایک تنظیم ہے" (کارل مارکس)

مارکس کے اس بیان کے تناظر میں اب سوشلزم کے ماڈل ملک اشترا کی ریاستوں پر نظر دوڑائیے کہ کس جگہ ریاست تحلیل ہو رہی ہے پرولتاری آمریت کی ریاست تحلیل ہو رہی ہے یا ان مما لک میں اپنے ہی باشندوں کے خلاف اشترا کی ریاست کا دیو جبر وقہر کا ہیبتناک آدم خور دیوتا بن کر نمودار ہو رہا ہے، اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے یوگوسلاویہ کے ایک اشترا کی لیڈر ملوان جیلاس نے خوب کہا ہے "واقعات نے ثابت کر دیا کہ نتائج اسکے عین برعکس نکلے ہیں جنہیں مارکس اور لینن کے چشم تصور نے بھی نہ دیکھا تھا، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے تحت طبقے کبھی فنا نہیں ہوتے اور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ ختم ہونے کی ابھی شروعات بھی نہیں ہوئی" [۳۹]

سوشلزم کی ناکامی اپنے آئینے میں

یہ تو ان کی خلاقی اور فکری گمراہیوں کی ایک چھوٹی فہرست تھی اس پر مستزاد اس کی عملی ناکامی کے قطعی الثبوت اور مستحکم دلائل ہیں جن کی محض ایک جھلک یہاں دکھائی جا رہی ہے۔

اشترا کیت اور اس کا قیام

روس میں سوشلزم کو لانے کے لئے جو قتل وغارت ہوا اس کے سرکاری اعداد وشمار یہ

ہیں۔

سوشلزم لانے کے لئے دی گئی انسانی جان کی قربانی۔

۱۔ پادری	۱۵۹۱
۲۔ جج، مجسٹریٹ، وکلاء	۲۴۵۸۵
۳۔ فوجی افسر	۵۶۳۴۰
۴۔ مزدور	۱۹۶۰۰۰
۵۔ سپاہی	۳۶۸۰۰۰
۶۔ سرمایہ داری اور رؤساء	۶۵۸۹۰
۷۔ کسان	۸۹۰۰۰۰

''سوشلزم کے آنے کے بعد صورتحال''

۱۔ ۱۹۳۴ء کی انقلابی کونسل ۱۸۰ افراد پر مشتمل تھی ان میں سے ایک بھی طبعی موت نہیں مرا، اکثریت کو سزائے موت ہوگئی یا جیل میں مرے۔

۲۔ ۱۹۳۶ء کی مرکزی کونسل کے گیارہ ارکان میں ۹ حضرات کو جاسوسی اور غداری کے الزام میں سزائے موت ملی۔

۳۔ ۱۹۳۷ء میں فوج کی تطہیر کی گئی اور ۹ جرنیل اور ۲۰ ہزار فوجی افسران اور سپاہی مارے گئے۔

۴۔ اسٹالین نے اپنے دور حکومت میں سات لاکھ افراد کو موت کے گھاٹ اتارا [۴۰]

اصغر علی عابدی نے ۱۹۳۴ء تک دی گئی انسانی قربانیوں کا ایک بیان نقل کیا ہے جو قارئین کے فائدے کے لئے منقول ہے۔

عہدہ	قتل
۱۔ بشپ اور پیشوایان دین	۳۱
۲۔ اہل خدمت کلیسا	۱۵۶۰
۳۔ جج و وکلاء اور مجسٹریٹ	۳۴۵۸۵

۴۔ اساتذہ اور طالب علم	۱۶۳۶۷
۵۔ سول عہدیدار	۷۹۰۰۰
۶۔ فوجی عہدیدار	۵۶۳۴۰
۷۔ مزدور اور محنت پیشہ لوگ	۱۹۶۰۰۰
۸۔ سپاہی اور ملاح	۲۶۰۰۰۰
۹۔ کسان	۸۹۰۰۰۰

یہ رپورٹ صرف ۱۹۳۴ء تک کے مقتولین کی ہے اور اس کو پیش کرنے والے کوئی سرمایہ دار مفکر نہیں ہیں بلکہ ایک اشتراکی مصنف (John Wyne Heird) جان وین ہرڈہ ہیں جنہوں نے روس میں اپنی زندگی کے تیس سال گذارے ہیں [۴۱]

اشتراکیت اور عدم مساوات

اشتراکیت کی بنیاد مساوات پر قائم ہے اسی مساوات کے دائیں بائیں مارکس کے معاشی نظریات چکر کاٹتے ہیں انکی تعلیمات میں مساوات ہی کی جھلک نظر آتی ہے مگر عملی زندگی عدم مساوات طبقہ واری تقسیم، فرق مراتب اور دیگر غیر ضروری تقسیم انسانیت سے عبارت ہے جو ان کی معاشی تحریک کی ناکامی کی بڑی دلیل ہے۔

سب سے پہلے روس کی اجرتوں کا معیار دیکھئے

کم سے کم تنخواہیں:۔

۱۔ عام مزدور پیشہ لوگ	۸۰ روبل
۲۔ معمولی ملازمین	۸۰ روبل
۳۔ گھریلو نوکرانیاں	۵۰ روبل مع خوراک
۴۔ ماہر صنعت	۳۰۰ روبل
۵۔ ذمہ دار منتظم اور ماہرین	۱۵۰۰ روبل
۶۔ بڑے افسر، پروفیسر، آرٹسٹ ومصنف	۲۰۰۰۰ روبل

زیادہ سے زیادہ تنخواہیں:۔

۱۔عام مزدور پیشہ لوگ	۴۰۰ روبل
۲۔معمولی ملازمین	۳۰۰ روبل
۳۔گھریلونوکرانیاں	۶۰ روبل
۴۔ماہر صنعت	۸۰۰ روبل
۵۔ذمہ دار منتظم اور ماہرین	۱۰۰۰ روبل
۶۔بڑے افسر، پروفیسر، آرٹسٹ ومصنف	۳۰۰۰۰ روبل

ان اعدادوشمار سے صاف ظاہر ہے کہ روس میں آمدنی کے لحاظ سے ہر ایسا طبقہ موجود ہے جو کسی سرمایہ دار ملک میں موجود ہوسکتا ہے، روس میں عوام کی معاشی زندگی آمدنی کے لحاظ سے ویسی ہی ناہموار ہے جیسی کہ کسی سرمایہ دار ملک میں ناہموار ہوسکتی ہے، ہمارے جو اشتراکی بھائی عدل ومساوات کے داعی ہیں اور معاشی ومجلسی مساوات کے مدعی ہیں مندرجہ بالا سطور میں ان کے لئے سرمۂ بصیرت ہے ۱۹۱۷ء میں روس کا مزدور جس منظّم سازش کا شکار ہوگیا تھا اور جس عالمگیر دھوکہ اور فریب کے گڑھے میں وہ جا پڑا اسکی پوری تاریکیاں ہم آج کے روسی نظام میں دیکھ سکتے ہیں یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ [۴۲]

طبقہ واری تقسیم پر اشتراکیت کا مشہور مؤید کامریڈ وون لکھتا ہے کہ "ایک طبقہ برسرے حکم ہے اور دوسرا زیر تحکم۔۔۔دونوں کے معیار زندگی جدا اور رہنے کے مکان مختلف ہیں ایک محلوں میں رہتا ہے دوسرا کارخانوں اور ورک شاپ دھویں کے جلو میں لکڑی کی بھدی بیرکوں میں، ریلوے جہازوں میں، ریستورینٹو میں، تفریح گاہوں اور ٹھیٹروں میں ہر جگہ یہ مجلسی اور معاشرتی تفریق موجود ہے"۔ [۴۳]

اس بیان کے تناظر میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اشتراکیت مساوات کا نعرہ لگا کر لوگوں کو عدم مساوات کی تعلیم دیتا ہے، عدم مساوات ہی ان کی دعوت کا حاصل ہے، آخر کار اسٹالین کے کارکنوں نے بھی اپنی خفیہ حکمت عملی کا راز اگل ہی دیا اور کھلے بندوں یہ اقرار کرلیا کہ "یہ لوگ (معاشی عدم مساوات کی پالیسی کے خلاف آواز بلند کرنے والے بالشویک) شاید یہ سمجھتے ہیں کہ

اشتراکیت مساوات کی داعی ہے اور اس کا مقصد معاشرہ کے اراکین کی ضروریات اور ذاتی احتیاجات کے معیار کو مساوی کردینا ہے، یہ لوگ ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، اشتراکیت کے پیش نظر ذاتی ضروریات اور احتساب زندگی میں برابری پیدا کرنا نہیں تھا بلکہ صرف انسان کی طبقہ واری تقسیم کو ختم کردینا تھا"۔ [۴۴]

اشتراکیت اور اخلاق

"ہم ہر اس اخلاق کو رد کردیتے ہیں جو مافوق الفطرت (Supernatural) تخیلات اور افکار سے نکلا ہو جو طبقاتی تصورات سے ماوراء ہو، ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ اخلاق تابع ہے طبقاتی جنگ کے مفاد کا۔۔ہر وہ چیز اخلاقاً جائز ہے جو قدیم اجتماعی نظم کو ہٹانے اور محنت کش عوام کو ایک کرنے کے لئے ضروری ہے جس طبقہ کو اب تک لوٹا جارہا ہے وہ جب اپنے دشمنوں کے خلاف جدوجہد کرے گا تو ایسی جدوجہد میں جھوٹ اور مکروفریب کے ہتھیاروں کا استعمال ناگزیر ہوگا"۔(لینن)

لینن کے اس بیان کی وضاحت کے لئے (Why I chose Freedom) کے مصنف کا دو واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ایک بیوہ ایک کارخانہ میں محنت مزدوری کرکے دو بچوں کا پیٹ پالتی تھی، ایک دن اس کی بڑی لڑکی بیمار ہوگئی، اس نے ڈاکٹر بلا بھیجا لیکن ڈاکٹر کے آنے تک وہ کام سے ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئی، اس نے ڈاکٹر سے درخواست کی کہ اس تاخیر کے وجوہ پر تصدیق کرے لیکن ڈاکٹر کے خیال میں لڑکی اتنی علیل نہیں تھی کہ اس کی والدہ کام سے تغافل برتتی، چنانچہ اس نے انکار کردیا، بیوہ کو عدالت میں بلایا گیا اور سزا دی گئی۔

۲۔ایک دوسرے مقدمہ میں جب ایک مزدور کو تاخیر کی وجہ سے ملزموں کے کٹھرے میں لا کھڑا کیا گیا تو اس نے کہا کہ اس کے پاس گھڑی نہیں تھی وہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ اٹھنے کا عادی تھا جس دن اسے دیر ہوگئی تھی اس دن آسمان ابر آلود تھا اور یہی سبب تھا کہ وہ صحیح وقت معلوم نہ کرسکا، عدالت نے اس کی دلیل مسترد کردیا اور اسے سزا دی۔ [۴۵]

مظلوم کی آخری پناہ گاہ اور فریاد گاہ عدالت ہوتی ہے مگر یہاں روسی عدالت نے مظلوم کی آہ سینے میں محسوس تک نہیں کی ، اتنا ہی نہیں بلکہ یورپی ممالک میں ظلم و جبر کی داستان جگرخراش انسانیت کا دل ہلا دیتی ہے ، مولانا وحیدالدین خان نے لکھا ہے کہ جون ۱۸۶۳ء کے آخری ہفتہ میں لندن کے تمام روزانہ اخبار میں سنسنی پیدا کرنے والے عنوان کے ساتھ ایک خبر شائع ہوئی ۔

''محض زیادہ کام کرنے سے موت'' ۔ اس میں عورتوں کی ٹوپیاں بنانے والی ایک بیس سالہ لڑکی میری این واکلی (Mary Anne walkley) کی موت کا ذکر تھا جو لباس سازوں کی ایک باعزت فارم میں ملازم تھی اور ایلیزے (Alise) کے سہانے نام والی ایک خاتون کے ہاتھوں لوٹی جا رہی تھی ۔

یہ لڑکی اوسطاً ساڑھے سولہ گھنٹے اور کاروباری دنوں میں اکثر بیس گھنٹے مسلسل کام کیا کرتی تھی ، چائے اور قہوہ کا استعمال اس کی گرتی ہوئی قوت کار کو سہارا دے رہا تھا ، اب موسم عروج پر تھا اور فوری طور پر امیرزادیوں کے شاندار لباس تیار کرنے نہایت ضروری تھے ، کہیں نئی شہزادی ویلز کی آمد پر رقص کی اجازت ملی تھی ، میری این واکلی نے لگاتار ساڑھے چھبیس گھنٹے کام کیا اس کے ساتھ ساتھ لڑکیاں اور بھی تھیں جن میں سے تیس لڑکیاں ایک کمرہ میں کام کرتی تھیں اور اس طرح صرف ۔۔۔ مکعب فٹ ہوا ہر ایک کو ملتی تھی ، رات کو وہ دودو ہو کر ان تنگ سرنگوں میں پڑے رہتیں ہیں جن میں تختوں کے ذریعہ سونے کے خانے تقسیم کئے جاتے تھے اور یہ لندن کے بہترین ٹوپیوں کے کارخانوں میں سے ایک تھا ، میری این واکلی جمعہ کو بیمار پڑ گئی اور اتوار کو مرگئی ، ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد جیوری کے آگے بیان دیا کہ میری این واکلی کی موت کھچا کھچ بھرے ہوئے کمرہ میں زیادہ کام کرنے اور تنگ و تاریک جگہ سونے کے باعث ہوئی ہے مگر جیوری کا فیصلہ یہ تھا کہ مرنے والی مرگی سے مری ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ کمرہ کی بھیڑ اور زیادہ کام نے اس کی موت کا وقت کچھ قریب کر دیا ہو'' ۔ ۴۶

روس ہی نہیں پورے یورپی ممالک میں اس سے کہیں زیادہ وحشیانہ اخلاقی گراوٹیں پیدا ہو چکی ہیں ، بھائی بہن سے ازدواجی رشتہ استوار کرنا نہ مارکس کے نزدیک کسی گناہ کا باعث ہے اور نہ ہی اس کے ہمنوا انجلز نے اس کو ناپسند کیا پورے مغربی ممالک میں صنعتی انارکی نے اپنا جال پھیلا

رکھا ہے ، جنسی تعلقات کی حد یہ ہو چکی ہے جیسا کہ سڈنی اور بیٹرس ویب کا کہنا ہے کہ انقلاب کے بعد حرامی بچہ کی اصطلاح معدوم ہو چکی ہے چونکہ ازدواج اور آزاد جنسی معاشرت اب دونوں ہم معنیٰ و مترادف چیزیں ہیں'' ۔ ۴۷

یونیورسٹیوں میں رنگ رلیاں عام ہیں ، پیٹ سلون لکھتا ہے کہ ''یونیورسٹیوں اور اسکولوں میں مرد اور عورتیں یکجا تعلیم پاتے ہیں ، لڑکے اور لڑکیاں ایک ہی ہوٹل میں ایک ہی کمرہ میں یکجا رہتے ہیں'' ۔

اخلاقی گراوٹ کے تعلق سے نذر محمد خالد کا دو اقتباس نقل کرنا بہت مفید ہوگا ۔

۱ ۔ ماسکو کے بازاروں میں ہزاروں مرد اور عورتیں خالی لنگوٹ پہن کر پریڈ کرتے ہوئے گذرتے ہیں ، موسم گرما میں کسی گرم دن کو ہزاروں مرد اور عورتیں دریا کے کناروں پر مادرزاد ننگے سرگشت کرتے ہوئے نظر آئیں گے ، ماسکو میں کسی دعوت کے وقت اگر رات گئے محفل عیش و نشاط جمی اور گھر جانے کا موقع نہ رہا تو عورتیں وہیں بینچوں اور میزوں پر مردوں کے پہلو بہ پہلو سو رہیں گی ۔

۱۹۴۶ء میں سویٹ فیڈریشن کی حدود میں ۶۰ ننگوں کے ادارے (مجالس برہنگان) موجود تھے ، پچھلے سال ایسے ہی ادارے زاغستان یا قوت اور خفاش کی مسلم سویٹ جمہوریت میں بھی کھول دئے گئے ہیں اور آئندہ سال اسی قسم کے ۱۴ مزید ادارے پورے ملک میں قائم کرنے کا پروگرام ہے (ماسکو نیوز ، ۱۱ / مارچ ۱۹۴۷ء)

۲ ۔ انقلاب ۱۹۱۷ء کے بعد ایسی بے شمار عورتیں بے آسرا اور بے وسیلہ ہو کر رہ گئیں جو پہلے خوشحال خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں ان کی جائدادوں اور ملکیتوں پر حکومت کا قبضہ ہو گیا ، شوہر ، باپ اور سرپرست موت کے گھاٹ اتار دئے گئے اور سویٹ سرکار نے انہیں حکومت کے کارخانوں میں ملازمتیں دینے سے بھی انکار کر دیا ، اس کس مپرسی میں یہ عورتیں طوائفیں بننے پر مجبور ہو گئیں اور اس طرح صنفی انارکی میں مزید اضافہ کا موجب بن گئیں ۔

۱۹۲۸ء میں صرف ماسکو کے شہر میں پانچ ہزار طوائفین تھیں ، ان کے علاوہ وہ دیہاتی لڑکیاں ہیں جو دیہاتوں سے ملازمت کی تلاش میں آ کر یہ پیشہ اختیار کر لیتی ہیں ۴۸

اشتراکیت اور مذہب

اشتراکیت مذہب سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ زمین آسمان سے ،دونوں میں اتنی ہی رقابت ہے جتنی آگ اور پانی میں،اشتراکیین کی مذہبی پالیسی ایک ناقابل فہم عجوبہ ہے جولوگوں کو الجھا کرر کھ دینے والی ہے،ان کے مذہب میں خدااوررسول کا تصورعنقا ہے، جنت اور جہنم کا ذکر معدوم ہے اورثواب وعقاب کی باتیں ان کے یہاں خواب وخیال کی فہرست میں شمار کی جاتی ہیں ان کی مذہبی پالیسیوں کو سمجھنے کے لیے اشتراکیت کے مذہبی نظریات کا سروے ضروری ہوگا۔

ا۔''مذہب عوام کی افیون ہے اس کا قلع قمع کئے بغیر اشترا کی معاشرے کی تشکیل ممکن نہیں''۔(مارکس)

۲۔مذہب کے خلاف جنگ کلچر انقلاب کے لئے ایک نہایت اہم حیثیت رکھتی ہے جسے پوری بیداری اور تنظیم سے ہمیشہ جاری رہنا چاہئے (کمیونسٹ نظریہ)

۳۔مارکسیت مادیت کا دوسرا نام ہے اوراس لحاظ سے یہ مذہب کی سخت ترین دشمن ہے (لینن)

۴۔ہماری پارٹی کا ایک بنیادی مقصد مزدور کی مذہبی فریب خوردگی کو دور کرنا بھی ہے (انجلز)

۵۔پارٹی ممبری کے لئے داخلہ کی درخواست پراس بات کا قطعی اقرار ہونا چاہئے کہ امیدواررکنیت صدق دل سے اشتمالی نصب العین قبول اورتسلیم کرتا ہے اورکسی دوسرے مذہبی اور مابعدالطبعی فکر سے مکمل بے تعلق ہونے کی قطعی تصدیق کرتا ہے۔(مارکسی فکر)۴۹

مارکسی شارحین نے ان مذہبی افکارونظریات کو لے کر مسلمانوں کے خلاف اس قدر سازشیں رچیں کہ گنتی سے باہر ہے اس کی ایک چھوٹی مثال ۱۹۲۲ء میں ایشیاء کو چک پر کمیونسٹوں نے قبضہ کرکے اسمر قند کی جامع مسجد پر یہ عبارت لکھ دی۔

''آج کے بعد مؤذن مسلمانوں کو مینار سے عبادت کا بلاوانہ دے سکے گا''۔۵۰

ان کی مذہبی شدومداس قدر طویل ہوئی کہ اسلام اور مسلمانوں سے آمادۂ جنگ وجدال

ہوگئے ،انہوں نے ۵۵ءسے ۵۷ء کے درمیان مسلمانوں کے خلاف جو کتابیں لکھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

خلاف اسلام کتابوں کی اشاعت	مسلمانوں کا وہ علاقہ جہاں کتابیں پھیلائی
۲۰ کتب	ازبکستان کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۲۰ کتب	تارتارستان کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۹ کتب	داغستان کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۸ کتب	قازقستان کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۷ کتب	تاجکستان کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۶ کتب	باشکریا کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۳ کتب	کرتخیز یا کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۳ کتب	کاٹروا کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۳ کتب	اڈیک کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔
۲ کتب	اوسٹیا کے مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں۔

ان کتابوں کی مجموعی تعداداشاعت آٹھ لاکھ تھی جو مسلمانوں کے اندردوسال کی مدت میں اب سب علاقوں میں پھیلا دی گئیں پھر یکم جنوری ۶۲ءسے ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۴ء تک یعنی تین سال کی مدت میں سویت ،یونین میں ۲۱۰ کتابیں ایسی شائع کی گئیں جو اسلام کے خلاف تھیں اور خاص طور پر مسلمانوں کے لئے لکھی گئی تھیں،ان میں سے ایک سو پچاس کتابیں ایشیائی خطوں کی مختلف زبانوں میں تھیں اور ۶۰ روسی زبانوں میں تھیں ۵۱

طرفہ تماشا یہ کہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۱۷ء کے لونا چارکس (Luna Charkes) کے علاقوں کے مطابق فوراً ہی تمام مدارس سے مذہبی تعلیم بند کرکے ان کو بے دین بنایا گیا اور پھر جن اصولوں پر اشتراکی کارکن تیار کئے گئے وہ یہ تھے۔

ا،اشتراکیت پر ایمان۔

۲۔خدا کا انکار۔

٣۔خدا کی مقرر کردہ اخلاقی اقدار کی تبدیلی۔

چونکہ انقلابی جماعت کا ہر رکن ان جذبات کے نشہ میں چور تھا لہٰذا مذہبی طبقہ کے خلاف اور عبادت گاہوں پر اس شدت سے سختی کی گئی جس شدت سے سرمایہ داروں پر کی گئی، خانقاہوں اور عبادت خانوں کے اوقاف کو ضبط کر کے لوگوں میں تقسیم کیا گیا، مذہبی قسم کے لوگوں کو نامعلوم تعداد میں مار دیا گیا۔۵۲

سوشلسٹ حضرات نے اسی طرح دیگر اور ہتھکنڈے اپنا کر لوگوں کو مذہبی بے زاری کی تعلیم دینا شروع کیا، کچھ لوگوں نے مجبور ہو کر اپنا دین ومسلک تبدیل کرنا پسند کیا تو کچھ لوگ پرفریب نعروں میں گرفتار ہو گئے ایک وقت آیا کہ تبدیلیٔ مذہب نہیں بلکہ ارتداد کا طوفان امنڈ آیا، ویب کا کہنا ہے کہ ''١٩٣٢ء تاتار خود مختاری پبلک (Tatar Auto nomons Republic) میں ایک بڑی تعداد میں ملّا لوگ عام مسلمانوں کے ساتھ ''اسلام'' کو چھوڑ چھاڑ کر حکومت روس کے کارندے بن گئے اور بہت سے دوسرے ممالک کو چلے گئے۔ ۵۳

کچھ اور آگے ویب لکھتا ہے کہ ''تمام مابعد الطبعی عقائد کے انکار کی وجہ سے ایک ہی ضرب میں مختلف مذاہب یہودیت، بدھ ازم، عیسائیت اور اسلام کی تمام شریعتیں جن کی بنیاد وحی پر تھی ختم ہو گئیں ان کے ساتھ ہی قدیم گروہوں کے رسم ورواج کے قوانین کا بھی خاتمہ ہو گیا''۔۵۴

باب چہارم

اسلامی معاشیات

اسلامی معیشت کے ارکان:۔

غلامی، جاگیرداری، سرمایہ داری اور اشتراکیت کے نظام معاشی پر روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم اسلامی معاشیات کی تصویر پیش کر رہے ہیں یہاں موازنہ مقصود نہیں ہوگا صرف اسلام کی بیشتر معاشی تعلیمات کو واشگاف کیا جائیگا البتہ اتنا ضرور ہے کہ اسلام کی معاشی تعلیمات سے یہ بات خود ہی واضح ہو کر سامنے آجائیگی کہ معاشیات کا نظام کس مذہب نے فطرت کے عین مطابق پیش کیا ہے اور اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ اسلام کا نظام معاشیات فطری ہے اس پر حرف تنقید ثبت کرنا کوئی آسان نہیں، ایک غالی قسم کا اشتراکی مفکر بھی بجا طور پر اسلامی معاشیات کو فطرت کے عین مطابق ہونا تسلیم کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا مطالعہ بالاستیعاب اور غیر جانبدارانہ ہو۔

اسلامی معاشیات کا اجمالی تعارف:۔

اسلامی معاشیات کی تہ میں جانے سے پہلے زیادہ مناسب لگتا ہے کہ اسلامی معاشیات کا اجمالی تعارف پیش کر دوں پھر اس پر قدرے تفصیلی بحث چھیڑوں، اس سے معاشی مسائل کو سمجھنے میں بھی آسانی ہوگی اور اسلامی معاشی پہلو کی اہمیت اچھی طرح اجاگر ہو جائے گی۔

١۔قوم کی طرح ایک فرد بھی صاحب مال ہو سکتا ہے یعنی شخصی ملکیت کا اصول اسلام تسلیم کرتا ہے زکوۃ کے حکم سے اس بیان کی تائید ہوتی ہے، جب تک آپ کے پاس مال نہیں ہوگا آپ پر زکوۃ کیوں کر واجب ہوگی۔

٢۔شخصی ملکیت کے حصول میں ناجائز اور نامناسب طریقے مثلاً سود، سٹہ اور فریب سے

پرہیز کیا جائے کیونکہ اسلام میں قمار بازی، سودخوری اور فریب کاری حرام ہے۔

۳۔روپیہ پیسہ کو ملک بھر میں گردش کرتے رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ صرف دولت مندوں کے ہاتھوں گھومتا رہے۔

۴۔ناسمجھوں کو اپنا مال خرچ کرنے کی آزادی نہ دی جائے۔

۵۔پابندی کے ساتھ اور ادائے قرض کی نیت سے زکوۃ دی جائے اور غریب، مفلس، مجبور، مسافر وغیرہ زکوۃ میں حصہ دار سمجھے جائیں۔

۶۔اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ زکوۃ (نقدیات میں ڈھائی فیصد) عشر (کھیتی میں دسواں حصہ) خمس (گڑے ہوئے خزانہ میں پانچواں حصہ) اور مویشی کی زکوۃ وصول کی جائے۔

۷۔تمام قرابتداروں کی مالی امداد کرنی چاہئے (اگر وہ حاجتمند ہوں)

۸۔مسلم اور غیر مسلم غریبوں کی خبرگیری کرنی چاہئے۔

۹۔پڑوسیوں کی خاطر ومدارات کرنی چاہئے۔

۱۰۔محتاجوں پر اکثر وبیشتر خرچ کرتے رہنا چاہئے۔

۱۱۔گناہ کے کفارے میں مال دینا چاہئے۔

۱۲۔بخالت اور کنجوسی سے اسلام منع کرتا ہے۔

۱۳۔فضول خرچی تضییع مال کا اساسی سبب ہے اسی بنا پر شریعت اسلامیہ میں یہ ممنوع افعال میں سے ہے۔

۱۴۔کفایت شعاری کا ہمیشہ خیال رہنا چاہئے۔

۱۵۔شکرگذار دولت مند ہونے پر اسلام ترغیب دیتا ہے

۱۶۔گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنے سے بہتر ہے اس سے حاجتمندوں کی حاجت روائی کی جائے جو اسلام کی نظر میں باعث اجر وثواب ہے۔

۱۷۔مفلسی سے بچنے کے لئے ہر وہ کام کیا جاسکتا ہے جس کی ممانعت اسلام میں نہیں ہے۔

۱۸۔دولت کی گردش کے لئے وراثت کو نافذ کریں۔(اس میں لڑکا کی طرح لڑکی بھی

حصہ دار ہے جس کو ہماری سوسائٹی نظرانداز کرتی رہی ہے)

۱۹۔اسلامی بیت المال قائم کرکے ہر ممکن طور پر معاشرہ سے غربت کے خاتمہ کی سعی پیہم ہونی چاہئے۔

۲۰۔جدید تجارتی طریقے کا اچھے ڈھنگ سے مطالعہ کرکے صحیح تجارت سے منسلک ہونا تمام مسلم افراد کی واجبی ذمہ داری ہے۔

۲۱۔مزدور کو پوری پوری اجرت دینا چاہئے اس سے کام کی ترقی ممکن ہے۔

۲۲۔آجر وماجور کو اسلامی تعلیمات خصوصاً معاشی پہلو کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

۲۳۔اسلام سعی وحرکت پر ابھارتا ہے اسلئے توکل محض کرنے والے کو اس سے باز آنا چاہئے۔

اسلامی معاشیات کا پہلا رکن ''کسب معاش'' ہے اس موضوع کے اس بات کا جائزہ لیا جائیگا کہ اسلام میں کسب معاش کی کسی قدر اہمیت ہے اور مسلمانوں کو اور معاش کے میدان میں بھاگ دوڑ کرنے والوں کو کن کن باتوں کا پابند بنایا ہے، کسب معاش کی فضیلت دکھانے کے لئے میں نے تین سرخیاں قائم کی پہلی سرخی کے تحت کسب معاش فضیلت ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات ونصوص کا سہارا لیا ہے، دوسری سرخی کے تحت احادیث کی روشنی میں مطلوبہ امر کی وضاحت کی ہے اور تیسری سرخی کے تحت تاریخی پس منظر کو سامنے رکھ گفتگو کی گئی ہے۔

کسب معاش کی فضیلت قرآن کریم کی روشنی میں

جب ہم قرآنی آیات پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تو متعدد آیات نظر آتی ہیں جو کسب معاش کی فضیلت واہمیت کو اجاگر کرتی ہیں، یہاں ہم قرآنی آیات کا اجمالی طور پر تذکرہ کرکے حقیقت امر کا پتہ لگائیں گے۔

۱۔ارشاد ربانی ہے۔یاایھاالذین امنوااذانودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکراللّٰہ وذروالبیع ذلکم خیرلکم ان کنتم تعلمون

فـاذاقضيـت الـصـلاـةفـانتشــروافــي الارض وابتـغـوامن فضل اللـه واذكرواللّٰهكثيرالعلكم تفلحون ۵۵

اے وہ لوگو! جوایمان لائے ہو جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے پھر جب نماز پڑھ چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو۔

۲۔ومامن دابۃفی الارض الاعلی اللّٰہرزقھا۔۵۶

زمین پر چلنے والے جتنے بھی جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں۔

۳۔ان اللّٰہھوالرزاق ذوالقوۃالمتین۔۵۷

اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زورآور ہے۔

۴۔وفی السماء رزقکم وماتوعدون ۔۵۸

اور تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔

۵۔وجعلنالکم فیھامعایش ومن لستم لہ برازقین ۔۵۹

اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنادی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو

۶۔نحن قسمنابینھم معیشتھم فی الحیاۃالدنیاورفعنابعضھم فوق بعض درجات ۔۶۰

ہم نے ان کی زندگی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہیں اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے۔

۷۔اللّٰہیبسط الرزق لمن یشاء ۔۶۱

اللہ تعالیٰ جس کی روزی چاہتا ہے بڑھاتا ہے اور گھٹاتا ہے۔

۸۔وان لیس للانسان الاماسعی ۔۶۲

اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کے لئے کوشش کی۔

۹۔ھـوالـذی جـعـل لکم الارض ذلولافامشوافی مناکبھاوکلوامن

رزقه واليه النشور۔۶۳

وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو پست ومطیع کیا تا کہ تم اس کی راہوں میں چلتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ (پیو) اسی کی طرف تمہیں جی کر اٹھ کھڑا ہونا ہے۔

۱۰۔اللّٰہجعل لکم الارض بساطالتسلکوامنھاسبلافجاجا۔۶۴

اور اللہ نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا تا کہ اس کے بڑے بڑے راستوں میں چلو۔

۱۱۔والارض وضـعـھـالـلانـعـام فیھـافـاکھۃوالـنـخل ذات الاکمام والحب ذوالحب والریحان فبای الآئ ربکماتکذبان ۔۶۵

اور اسی نے خلقت کیلئے زمین بچھائی اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اور اناج جسکے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبودار پھل (تو اے گروہ جن و انس) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

مذکورہ ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو کسب معاش کی بار بار تاکید کرتا ہے، یوں تو تقریباً ہر مذہب میں اقتصادی تعلیم ہے مگر اسلامی تعلیمات میں جو عادلانہ معاشی امور ہیں دوسرے مذاہب میں ناپید ہیں اس سے کسب معاش کی اہمیت وفضلیت کا اندازہ ہوتا ہے بالفاظ دیگر مذکورہ نصوص سے چند ممتاز نقاط سامنے آتے ہیں۔

۱۔اسلام نے عبادت کے ساتھ اقتصادی امور کو بھی پہلو بہ پہلو ذکر کیا ہے اس لئے کہ دونوں میں روحانی تعلق ہے وہ بایں طور کہ ناجائز روپے سے پلے ہوئے اجسام کی عبادت مقبول نہیں ہوتی۔

۲۔کسب معاش کی بار بار تاکید نظر آتی ہے مگر حصول معاش میں جائز وناجائز کی تفریق ضروری ہے۔

۳،اسلام میں معاشی بھاگ دوڑ کی ضرور گنجائش ہے تاہم عبادت کا فریضہ نہ ترک ہو۔

۴۔تمام مخلوقات کی روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔روزی رساں صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اسلئے روزی کے اسباب اپنا کر صرف اللہ پر توکل کریں۔

۶۔اللہ کی مرضی کے خلاف پوری دنیا بھی مل کر اگر کسی کو روزی دینا ہے چاہے تو روزی نہیں دے سکتی ہے۔

۷۔معاشی نظام میں امیر وغریب کا امتیاز ایک لازمی عنصر ہے اور فرق مراتب اللہ ہی کی جانب سے ہے اسکی مصلحت بھی کما حقہ وہی جانتا ہے سوائے ان چیزوں کے جن کا علم شریعت میں موجود ہے۔

۸۔روزی میں زیادتی کا انحصار سعی وکوشش پر ہے جو اسلامی دائرے کے تحت ہو۔

۹زمین میں روزی حاصل کرنے کے متعدد ذرائع ہیں اس لئے کوئی بھی جائز طریقہ اپنایا جاسکتا ہے۔

۱۰۔آیات قرآنی میں زمین، کھجور، اناج، پھل کی طرف اشارہ کسب معاش کی طرف زیادتی کے ساتھ رغبت دلانا ہے تاکہ روزی حاصل کرکے خود اپنا پیٹ بھرے اپنی اولاد کی شکم پروری کرے اس سے بچ رہے تو اہل خاندان کو کھلائے اور اس سے بچ رہے تو سوسائٹی کے غریب ونادار اور فقراء ومساکین پر خرچ کرے۔

کسب معاش کی فضلیت احادیث کی روشنی میں

قرآنی آیات سے اسلامی معاشیات کے بہت سے پہلو ہمارے سامنے آئے اب احادیث جوکہ قرآن کی شارح ہے اسکی روشنی میں کسب معاش کی فضیلت واہمیت کا اندازہ لگائیں، چنانچہ احادیث کے ذخیرہ میں وافر مقدار میں احادیث ملتی ہیں جن سے کسب معاش کی فضیلت دو چند ہوتی ہے۔ان میں سے چند احادیث پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں اور ان میں معاشی پہلو تلاش کرتے ہیں۔

اس سلسلہ کی پہلی حدیث ہیکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو حلال روزی کھائیگا اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے گا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔

حدیث میں وارد الفاظ اس طرح ہیں ''من اکل طیبا وعمل فی سنۃ وامن الناس بوائقہ دخل الجنۃ ۶۶؎ دوسری حدیث میں حلال کمائی کو فرائض میں شمار کیا گیا ہے

''طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ'' ۶۷؎ مسلم شریف کی روایت ہے ''ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یارب یارب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک'' ۶۸؎

یعنی رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پراگندہ حال، گرد آلود اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف کئے ہوئے کہتا ہے کہ اے میرے رب اے میرے رب یعنی گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے کہ خدایا تو ایسا کر یہ دے وہ دے حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، پینا حرام ہے اور اس کا پہننا حرام ہے اور حرام مال سے اس کی پرورش ہوتی ہے تو اسکی دعا کس طرح قبول کی جائے گی۔

امام غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں سفیان ثوریؒ کا قول نقل کیا ہے ''من انفق من الحرام فی طاعۃ اللّٰہ کان کمن طھر الثوب النجس بالبول'' ۶۹؎

''جو شخص اللہ کی اطاعت میں حرام مال خرچ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ناپاک کپڑے کو پیشاب سے پاک کرے''۔

قیامت کے دن روزی کے متعلق باز پرس ہوگی، حدیث میں مذکور ہے ''ماتزال قدما عبد یوم القیامۃ حتی یسئل عن اربع عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وعن علمہ ماذا عمل فیہ'' ۷۰؎ ''قیامت کے دن بندے کے قدم نہیں ہٹ سکتے جب تک چار چیزوں کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہو جائے عمر کہاں گنوائی، جوانی کہاں برباد کی، مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم سیکھا تھا کیا اس پر عمل کیا؟

بخاری شریف میں یہاں تک آتا ہے کہ قیامت کے قریب حلال وحرام کی تمیز مٹ جائیگی ''یاتی علی الناس زمان لایبالی المرء مااخذ أمن الحلال أم من الحرام'' ایک لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی کہ حلال طریقے سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقے سے۔

رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا ''ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور ''۲؎'' کہ کون سی کمائی پاکیزہ ہے آپ نے فرمایا ہاتھ کی کمائی اور وہ سچی تجارت جس میں دھوکہ اور فریب نہ ہو۔''علیکم بالتجارۃفان فیھاتسعۃاعشارالرزق ''۳؎ ''تم تجارت کو لازم پکڑو کیونکہ اس میں تمہاری روزی کے نو حصے ہیں

''التاجرالصدوق الامین مع النبین والصدیقین والشھداء ''۴؎

''سچا امانتدار تاجر قیامت کے دن نبیوں صدیقوں اور شہداؤں کے ساتھ ہوگا''۔

''بارك اللّٰہلك فی اھلك ومالك دلونی الی السوق'' ۵؎''اللہ آپ کے اہل وعیال اور مال ودولت میں برکت دے، مجھے تم بازار کا راستہ بتادو (میں تجارت کرکے اپنی روزی حاصل کروں)۔

ان کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں جن کو خوف طوالت سے ذکر نہیں کیا گیا، بہرکیف! ان احادیث کی روشنی میں اسلام کا معاشی پہلو بہت حدتک واضح ہوگیا اور معاش کی اہمیت بھی سامنے آگئی، مذکورہ احادیث سے مستفاد چند امور درج ہیں۔

۱۔مسلمانوں کے لئے حلال روزی کی شرط لگائی گئی ہے۔

۲۔حلال روزی کے حصول کے لئے دخول جنت کی ترغیب ملتی ہے۔

۳۔حرام کمائی سے بچنے کے لئے اسے موجب جہنم بتلایا گیا ہے، دنیا میں بھی اس کے برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں دعا جیسی اہم ترین عبادت مقبول نہیں ہوتی۔

۴۔معاش کا استعمال جائز مصارف میں کرنا چاہئے۔

۵۔قیامت کے دن بھی معاشیات کے متعلق جواب دہی ہوگی۔

۶۔قرب قیامت میں جائز حصول رزق کی تفریق مٹ جائیگی اس لئے پہلے سے باخبر اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

۷۔روزی حاصل کرنے کے تمام ذرائع میں تجارت سب سے زیادہ سودمند ہے۔

۸۔رسول اکرم ﷺ کے اصحاب تجارت کیا کرتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بابت وارد ہے کہ وہ تجارت میں اس قدر مشغول تھے کہ رسول کی بہت سی باتیں سننے کا موقع ملتا۔

۹۔بہتر ہے آدمی اپنے ہاتھوں کی کمائی کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرے اس لئے کہ ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی کی اسلام میں زیادہ وقعت ہے۔

کسب معاش کی فضیلت تاریخی تناظر میں

تاریخی تناظر میں انبیاء کرام، رسل عظام، صلحاء، مجددین، اولیاء اتقیاء، صحابہ حضرات، تابعین اور تبع تابعین کے زندگی گذارنے کا رنگ ڈھنگ، طور طریقہ اور بہترین سلیقہ ملتا ہے وہ لوگ کیسے تھے، انکی زندگی کیسی تھی، زندگی گذارنے کے لئے معاشی نظام کے کن امور پر کاربند تھے یہ تمام چیزیں تاریخ کے صفحات میں روشن ہیں جن میں ہماری زندگی کے لئے رہنمائی کا سامان ہے تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی تمام مبارک ہستیاں تجارت ومعیشت اور صنعت وحرفت سے تعلق رکھتی تھیں بلکہ اکثر انبیاء کرام کا ذریعۂ معاش کوئی پیشہ ہی ہوا کرتا تھا نیچے اسی مناسب سے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ آدم وحوا علیھما السلام کے پیشہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں'' ھبط اٰدم وحواعلیھماالسلام عریانین جمیعاورق الجنۃفاصابہ الحرحتی قعدیبکی ویقول لھایاحواقدادانی الحرفجاء ہ جبرئیل بقطن وامرھاان یغزل وعلمھا وامراٰدم بالحیاکۃوعلمہ ''۶؎

حضرت آدم وحوا علیھا السلام دونوں جنت سے برہنہ اترے تھے صرف جنت کے پتے لپیٹے تھے دنیا کی گرمی سے تکلیف پہنچی تو آدم علیہ السلام بیٹھ کر رونے لگے اور حوا سے فرمایا گرمی نے مجھے پریشان کررکھا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے روئی لاکر بننے کے لئے کہا اور انہیں بننا سکھایا۔

علامہ ابن کثیر نے حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل ہے''ان ادریس کان خیاطاوکان لا یعرض اِبرۃالاقال سبحان اللّٰہ''۔۷؎

قرآن کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق کشتی بنانے کا ذکر کیا ہے'' واصنع

الفلک باعیننا و وحینا'' ۷۸
تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے وحی کے مطابق ایک کشتی بنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن میں مزدوری کرنے کا واقعہ ہے اس کا ایک ٹکڑا ہے ''علی ان تاجرنی ثمانی حجج'' ۷۹
''یعنی تم نکاح کرنے کے لئے مہر کے طور پر آٹھ سال نوکری اور ملازمت کرو۔

اللہ کے رسول نے لوگوں کو بزاری کی ترغیب دی اور کہا کہ بزاری حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیشہ تھا ۸۰

لقمان علیہ السلام رسیاں بناتے اور فروخت کرتے تھے ۸۱

صالح علیہ السلام تھیلیاں بناتے اور پھر ان کی تجارت کیا کرتے ۸۲

یحیٰ علیہ السلام جوتے سیتے اور جوتے کی تجارت کرتے تھے ۸۳

زکریا علیہ السلام کا ذریعۂ معاش بڑھئی گری تھا ۸۴

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ زراعت وتجارت کیا کرتے تھے اور ساڑھے تین ہزار روپے آمدنی روزانہ ہوتی تھی ۸۵

حضرت زبیر کا ذریعۂ معاش تجارت تھا ۸۶

حضرت ارقم اور مقداد تاجر تھے ۸۷

تاریخ کی کتابوں میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی گئی ہے یہاں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا، ہمارے نبی اکرم ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے حدیث میں وارد شہادت کے بموجب یہ ذکر ملتا ہے کہ کوئی نبی ایسے نہیں گذرے جس نے بکریاں نہ چرائی ہو۔

میں تفصیل میں نہ جا کر اکابرین اسلام کے پیشے سے متعلق ایک مختصر فہرست پیش کرتا ہوں۔

اسماء گرامی	پیشہ یا صنعت
☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	بافندگی حیاکت یا نساجی
☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	حیاکت
☆ حضرت ابوطلحہ رضی االلہ عنہ	بافندگی
☆ امام ابوبکر اسکاف	خراز (موچی)
☆ امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰)	بزار
☆ امام جوزی (محدث)	ٹھٹھیرے
☆ ابراہیم بن ثابت	دھوبی
☆ سعید بن مرزیان دولی	سبزی فروش
☆ حسین بن منصور حلاج	دھنیا، نداف
☆ حضرت اشعث بن قیس معدیکرب الکندی صحابی	حیاکت
☆ محدث ابوصالح	گلوسی
☆ اسماعیل بن احمد خواص	زنبیل باف
☆ ابوبکر خباز	نانبائی
☆ قصار صوفی	دھوبی
☆ ابوحفص صوفی (حداد)	لوہار، آہنگر
☆ ابوالحسن نجار	بڑھئی
☆ ابوالخیر تینائی صوفی	زنبیل باف
☆ حمزہ بن حبیب	عصار (تیلی)
☆ فضیل بن عیاض (محدث صوفی)	بہشتی
☆ محمد بن شاذیکان	جواہر فروش
☆ قاضی ابراہیم بن زید الرعینی	پھانسی کا پھندا بنانے والا
☆ عمر بن الصفاء (محدث) م/۳۵۰ـ۹۶۱	ظروف فروش
☆ صوفی عمر یا عمرو بن سلمہ (مسلمہ) ابوحفص نیشاپوری	لوہار
☆ ذخوان بن ابوصالح (م/۱۰۱ـ۷۰۲)	عصار (تیل کے سوداگر)

☆ سریح بن نعمان (م/۲۱۷ـ۸۳۲) جوہری
☆ حکم بن سنان ابوعون (م/۱۹۰ـ۸۰۶) چرم سازی
☆ داؤد بن یضر الکوفی (م/۱۶۰ـ۷۷۷) موچی، خراز
☆ ظالم بن مکتوم (حداد) لوہار
☆ یونس بن احمد بن ایوب جواہر فروش [۸۸]

اسلامی معیشت کا یہ پہلا رکن ہے اس کا مختصراً حاصل کلام یہ ہے کہ آدمی اسلامی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے روزی حاصل کرتا ہے، جب جائز طریقے سے روزی حاصل ہوجاتی ہے تو اس کو خرچ کرنے کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ اس کو کہاں کہاں، کیسے کیسے کس مقدار میں اور کیوں کر صرف کیا جائے؟ ان امور سے آگاہی بعد میں ہوگی پہلے یہاں یہ دکھانا مقصود ہے کہ حلال کمائی سے معاشرہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، آدمی کے اندر کون کون سی خوبیاں اور صفات پیدا ہوتی ہیں، معاشی مسائل میں کس قدر تبدیلی رونما ہوتی ہے اور جائز سعی وعمل کا کیا ثمرہ ملتا ہے کیا سعی وعمل صرف دولت ہی تک محدود ہے یا اس کے کچھ مفید نتائج وانجام بھی ہیں اور اگر یہ کوشش اسلام کی نظر میں مستحسن ہے تو احسان کا دائرہ کار کیا ہے؟

کسب حلال کے فوائد وثمرات

دور نہ جاتے ہوئے اب تک ذکر کردہ نقاط ہی پر نظر ڈالی جائے تو ہمیں کسب حلال کے بے شمار فوائد وثمرات نظر آتے ہیں، بعض اہم فوائد وثمرات مندرجہ ذیل سطور میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کسب حلال جنت میں داخل ہونے کا ایک سبب ہے اسلئے حلال کمائی ہمارے پیش نظر رہے۔

۲۔ چونکہ حرام کمائی سے دعا کی مقبولیت سلب کرلی جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ روزی کمانے میں حتی المقدور کوشش کی جائے کہ حرام کاری کا شائبہ تک نہ شامل ہوسکے، نتیجہ ہماری دعا بھی قبولیت سے شرفیاب ہوگی اور اللہ کا تقرب بھی حاصل ہوگا۔

۳۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ سچی تجارت میں ہم برکت عطا کریں گے ہم آئے دن اس کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں جو لوگ تجارتی امور میں نیک نیتی کا معاملہ کرتا ہے وہ رحمت وبرکت سے نوازے جاتے ہیں۔

۴۔ امانتدار تاجر کا مقام بلند ہوتا ہے وہ عام آدمی سے رتبے میں اعلی درجے پر فائز ہوتا ہے، یہ تو ان کا دنیاوی معاملہ ہے، آخرت میں بھی انبیاء وصدیقین اور شہداء وصلحاء کے ساتھ ان کا حشر ہوگا۔

۵۔ یہ امر مسلم ہے کہ کسب معاش اسلام کا ایک فریضہ ہے اس کی ادائیگی اجر وثواب کا باعث ہے یہی اسلام اور غیر اسلام پر معاشی امتیاز کا بنیادی فرق ہے۔

۶۔ معیشت وتجارت اور صنعت وحرفت متہم بالشان فریضہ ہے انبیاء صلحاء نے اس کار خیر میں حصہ لیا اس لئے محال ہے کہ اس کی پابندی بے فائدہ ہو۔

۷۔ حلال کمائی سے آدمی کے اندر فروتنی اور عاجزی وانکساری پیدا ہوتی ہے۔

۸۔ جائز طریقے سے ہر کسی کو سعی وعمل کی آزادی ہے چاہے امیر ہو یا غریب۔

۹۔ سوسائٹی کے افراد اگر جائز کمائی کی تگ ودو کریں تو سوسائٹی سے ہر طرح کی غربت کا خاتمہ ہوجائیگا اور چوری، سودخوری اور فریب کاری پر بندش لگ جائیگی۔

۱۰۔ جائز مال کے حصول کیلئے دعا کے ذریعہ اللہ سے نصرت واعانت بھی طلب کی جانی چاہئے تاکہ دل میں کسی طرح کی برائی کا خیال تک نہ آئے۔

باب پنجم

اکتناز (جمع خوری) کی ممانعت

چونکہ اسلام میں دولت کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ وہ معاشرہ میں گردش کرتی رہے کسی ایک کے ہاتھ میں اکھٹی نہ جائے اور یہ اسلامی معاشیات کا دوسرا رکن ہے۔

اسلام کی معاشی تعلیمات میں اس بات کی ممانعت ملتی ہے کہ آدمی حصول دولت کے بعد اسے اپنی تجوری میں بند کردے بلکہ اسے صرف (خرچ) کرنے کی دعوت دیتا ہے قرآن وحدیث کے متعدد نصوص اکتناز کی ممانعت پر بین ثبوت ہیں، اکتناز سے دولت کی گردش رہ جاتی ہے، معاشی مسائل محدود ہوکر پیچیدہ ہونے لگتے ہیں سوسائٹی میں ایک آدمی عیش وعشرت سے زندگی گذارتا ہے وہیں اس کا پڑوسی غربت کی وجہ سے ایک قطرہ پانی کو ترستا ہے ایک مالدار آدمی گرمی کی شدت کے باوجود ایرکنڈیشن ماحول میں اٹھتا ہے، بیٹھتا ہے اور سفر کرتا ہے اور غربت سے دوچار افراد ہر سال نہ جانے کتنی تعداد میں صرف گرمی کی شدت سے مرجاتے ہیں۔ بھوکے پیاسے مرنے والوں کی تعداد الگ ہے یہ اور اس کی خرابیاں اکتناز مال کی برکت کے ساتھ صرف مال میں معاشی اصول کوملحوظ نہ رکھنے کی بھی کرم فرمائی ہے۔

اکتناز مال کے متعلق قرآن میں مذکور ہے ''ولا یحسبن الذین یبخلون بمااتاھم اللہ من فضلہ ھوخیرلھم بل ھوشرلھم'' [۸۹]

اس آیت میں اس بات کی کھلی شہادت موجود ہے کہ اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اسے خرچ کیا جائے، کمائی ہوئی دولت کو قرآن فضل سے تعبیر کررہا ہے پھر بھی اس کو خرچ نہ کرنے کی وجہ سے آگے اسی ''فضل'' کو شر سے تعبیر کرتا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ دولت حلال کمائی سے آئی مگر وہی دولت اکتناز کی صورت میں ''شر'' ہوجاتی ہے جو آدمی کے لئے باعث ذلت ورسوائی بن سکتی ہے، اس آیت میں تو فضل کو صرف ''شر'' سے تعبیر کیا ہے جب کہ دوسری

آیت میں فضل کو خرچ نہ کرنے کی صورت میں دردناک عذاب کی بشارت دی جارہی ہے ارشاد ہے

''والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھافی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم'' [۹۰]

''اور جولوگ سونے چاندی (دولت) کو جمع کرکے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدو''۔

یہ سرمایہ داروں پر ضرب کاری ہے جس کے مسلک میں بچت کو جمع کرنا اور جمع شدہ مال سے مزید اضافہ کرتے رہنا جائز ہے، اسلام نے خرچ کرنے کا معیار بھی متعین کردیا ہے کہ مال کا خرچ محض رب کی خوشنودی کے لئے ہو اس سے مراد مال کو اس کے صحیح مصارف میں خرچ کرو۔

چنانچہ آیت اس طرح ہے ''الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتامن انفسھم'' [۹۱]

''جو اپنے مال کو راہ خدا میں اس لئے صرف کرتے ہیں تاکہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہو اوران کے دلوں میں ایمان کی جڑیں مضبوط ہوں''۔

خرچ کرنے میں اس بات کی بھی پابندی ضروری ہے کہ اس میں ریاونمود اور دکھاوا نہ ہو ورنہ خرچ کرنے کے باوجود وہ سیلاب کی طرح بہ جائیگا اس پر ثواب کی امید کارعبث ہے البتہ عذاب کا امکان ضرور ہے اسلوب بیان پر غور کیجئے۔

یاایھاالذین امنوالا تبطلواصدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولایؤمن باللہ والیوم الاٰخر'' [۹۲]

''اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے، اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر''۔

صحیح حدیث میں مذکورہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذااتاك اللہ نعمۃ فلیراأثرنعمۃ اللہ علیك وکرامتہ'' [۹۳]

"جب اللہ تعالیٰ تمہیں نعمت سے سرفراز کرے تو تمہارے اوپر اللہ کی نعمت و برکت کا اثر ظاہر ہونا چاہئے"۔ یعنی اللہ کے نزدیک مال جمع کر کے رکھنا محبوب نہیں اور نہ یہ پسندیدہ ہے کہ آدمی کے پاس مال ومنال ہو اور فقر وفاقہ اور تنگدستی کے عالم میں زندگی گذارے بلکہ اس کی قدر کرنی چاہئے اس کی قدر یہی ہے کہ اس کا استعمال جائز مصارف میں ہو۔

مال خرچ کرنے کا حکم:

معاشیات اسلام کا تیسرا رکن مال کا خرچ کرنا ہے، اکتناز مال کی ممانعت سے خود ہی یہ بات مترشح ہے کہ اسلام جمع خوری سے منع کرتا ہے اور اسے خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر خرچ کرنے سے مقصد عیش پرستی اور دولت لٹانا نہیں ہے بلکہ اپنے مال کو راہ خدا میں صرف کرنے کا حکم دیتا ہے اور ایسا بھی نہیں ہے اسلام اپنی ضروریات زندگی تج کر دوسروں کی ضرورت پوری کرنے پر مجبور کرتا ہے بلکہ یہ حکم دیتا ہے کہ پہلے اپنی حاجت پوری کرو، اس سے جو بچ رہے اسے راہ خدا میں خرچ کرو۔

ویسئلونك ماذاینفقون قل العفو"[۹۴]

"اور لوگ آپ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ حاجت سے زائد چیز"۔

اس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ مال کو اس قدر خرچ کیا جائے کہ خرچ کرنا آسان ہو اور دل پر شاق نہ گذرے اور نہ ہی ایسا ہو کہ زیادہ سے زیادہ مال صرف کر کے کل خود ہی دست سوال دراز کرتا پھرے۔

"وفی اموالھم حق للسائل والمحروم"[۹۵]

"اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال نہ کرنے والوں کا حق تھا"

یہاں بھی وہی بات ہے کہ سائلوں اور ناداروں کو بھی اپنے مال سے دیا کرو یہ نہیں کہا گیا کہ سارا مال سائلوں اور محروموں میں تقسیم کر دو۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ تمہارے مال میں ان لوگوں کا بھی حق ہے اور اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والوں کو یہ امید دلاتا ہے کہ تم جو راہ

خدا میں خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا واپس مل جائیگا۔

"وما تنفقون من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون"[۹۶]

"یعنی تم نیک کاموں سے جو کچھ خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا واپس ملے گا اور تم پر ہرگز ظلم نہ ہوگا"۔

مذکورہ تمام آیات قرآنی سے ایک عام آدمی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے، انہیں طرح طرح کی امیدیں دلاتا ہے ایک طرف خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے تو دوسری طرف اس پر اجر وثواب لوٹانے کا وعدہ کرتا ہے فقر وفاقہ کا خدشہ دور کرتا ہے جو کہ شیطان کا ہتھکنڈا ہے وہ لوگوں کو اس بات سے ڈراتا ہے کہ اگر تم کمایا ہوا روپیہ خرچ کرو گے تو تم محتاجگی کا شکار ہو جاؤ گے، فقر وفاقہ تمہارا مقدر بن جائیگا اور چند دنوں کے اندر تمہارے گھر میں غریبی در آئے گی اور امیری سے بہت دور ہو جاؤ گے اس طرح کہ پھر امیر بننا تمہارے لئے خواب وخیال کی باتیں ہوں گی شیطان کا یہ مکر وفریب قرآن حکیم کے اس بلیغانہ کلام سے پتہ چلتا ہے۔

"الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللّٰہ یعدکم مغفرۃ منه وفضلا"[۹۷]

"شیطان تم کو فقیری کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے"

حدیث میں آتا ہے کہ خرچ کرنے والوں کے لئے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور اللہ سے مزید عطا کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

"مامن یوم یصبح العباد فیه الاملکان ینزلان فیقول احداللھم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اللھم اعط ممسکا تلفا"[۹۸]

"کوئی بھی صبح بندہ نہیں گذارتا مگر اس حال میں کہ دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! تو خرچ کرنے والے کو مزید عطا فرما، دوسرا کہتا ہے اے اللہ! تو خرچ نہ کرنے والے کے حق میں بربادی نازل فرما"۔

اب خرچ کرنے کے تعلق سے چند امور پر نگاہ ڈالئے۔

☆۔خرچ کرنے سے مال میں کمی نہیں،زیادتی ہوتی ہے۔

☆۔اپنی اور اپنے ماتحتوں کی ضروریات پوری کرنے کے بعد دوسروں پر خرچ کرنے کا اخلاقی فریضہ عائد ہوتا ہے۔

☆۔راہ خدا میں خرچ کرنے سے دوہرا اجر وثواب ملتا ہے۔

☆۔خرچ کرنے میں خلوص کا دامن تھامنا ضروری ہے ورنہ ریاونمود داخل ہوسکتا ہے اور بہتر ہے کہ چھپے طور پر لوگوں کو صدقہ کرے۔

☆۔اللہ کے راستے میں حرام کمائی پیش کرنے سے باز آجانا چاہئے یہ ایک طرح سے اللہ کے ساتھ فریب کا معاملہ ہے۔

☆۔اس سلسلہ میں ایک بات یہ ذہن نشیں رہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اپنے نفس کی پسند آنے والی چیز پیش کرے یہ اللہ کے نزدیک پسندیدگی کا باعث ہے۔

☆۔خرچ کرنے کی حد سے تجاوز گناہ ہے۔

☆۔اسلام میں بخالت کی مذمت کی گئی یہ ایک طرح سے دل کی بیماری ہے جس سے پورے اعضاء کو نقصان پہنچتا ہے۔

☆۔قرآن وحدیث کے بیشتر نصوص ''انفاق فی سبیل اللہ'' پر دلالت کرتے ہیں۔

درمیانہ روی کا حکم:

یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اسلام دولت کو گردش میں رکھنا چاہتا ہے۔

''کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم''[۹۹]

(تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے) کا یہی مفہوم ہے اور اسکی تاکید کے لئے رسول ﷺ نے فرمایا۔

''تؤخذمن اغنیاء هم فتردفی فقرائهم''[۱۰۰]

''کہ دولت مندوں سے مال لیکر فقراء میں لوٹایا جاتا ہے''۔

اس لئے اسلام زیادہ سے زیادہ انفاق کی ترغیب دیتا ہے تاکہ غریبی کا مکمل خاتمہ ہوجائے اور رنگ ونسل میں امتیاز باقی نہ رہے،تاہم انفاق پر بھی پابندی عائد کرتا ہے اس میں دوطرح کی پابندی ہے ایک طرف غیر واضح طور پر خرچ کرنے کا حکم دیکر فضول خرچی تک پہنچنے سے روکتا ہے دوسری طرف یہ کہتا ہے کہ خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرو تو یہ افضل طریقہ ہے اور یہ اسلام کی اخلاقی پابندی ہے۔

اسلام میں میانہ روی کو سمجھنے سے پہلے اسراف سمجھنا ضروری ہے مولانا مودودی نے اسراف کو تین چیزوں کا نام دیا ہے۔

ا۔ناجائز کاموں میں دولت صرف کرنا خواہ وہ ایک روپیہ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔دوسرے ناجائز کاموں میں صرف کرتے ہوئے حد سے تجاوز کرجانا خواہ اس لحاظ سے کہ آدمی اپنی استطاعت سے زیادہ خرچ کرے یا اس لحاظ سے کہ آدمی کو جو دولت اسکی ضرورت سے زیادہ مل گئی ہو اسے اپنے ہی عیش اور ٹھاٹ باٹھ میں صرف کرتا چلے۔

(۳) تیسرے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا مگر اس لئے کہ اس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہو بلکہ ریاونمائش کے لئے۔

اس کے برعکس بخل کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے ایک یہ کہ آدمی اپنی اپنے بال بچوں کی ضروریات پر اپنی مقدرت اور حیثیت کے مطابق صرف نہ کرے،دوسرے یہ کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اس کے ہاتھ سے پیسہ نہ نکلے[۱۰۱]

اب قرآن وحدیث کی روشنی میں میانہ روی کا پہلو اجاگر کیا جارہا ہے۔

''ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط''[۱۰۲]

(اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ خرچ کرنے سے نہ رکے رہو اور نہ ہی اس قدر خرچ کرو کہ اسراف ہوجائے اور دوسری جگہ اپنے مومن بندے کی صفت بیان کی وہ میانہ روی کا دامن تھامتا ہے

''والذین اذاانفقوالم یسرفواولم یقتروا وکان بین ذلك قواما''[۱۰۳]

(اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے در میان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں)۔

اسراف کی حدتک پہنچنے والے کوشیطان کا بھائی شمار کیا گیا ہے، کیونکہ شیطان اپنے کا موں میں حد سے تجاوز کرتا ہے یا کم از کم ایسا کام کر گذرتا ہے جس سے لوگوں کو نقصان لاحق ہو۔

''ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیطان وکان الشیطان لربه کفورا''۱۰۴ـ

(اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو، بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے)

ہمارے رسول کی زندگی بھی درمیانہ روی سے عبارت ہے ،نماز پڑھتے تو اس میں اعتدال پر رہتے ،کھانا کھاتے تو میانہ روی اختیار کرتے ،کوئی کام کرتے تو اس میں توازن قائم رکھتے یہاں تک کہ آپ کے خطبہ کے متعلق وارد ہے''کان صلوته قصدا وخطبه قصدا ''۔کہ آپ کی نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا، گویا ''خیر الامور اوسطها'' کی عملی تفسیر تھے۔

آپ نے لوگوں کو افراط وتفریط سے بچنے کی ترغیب دی اور فرمایا ''علیکم هدیا قاصدا'' کہ تم اپنے لئے اعتدال کا راستہ لازم پکڑو، ایک روایت میں آتا ہے کہ معاشی توازن کو قائم رکھنے میں اعتدال ایک ناگزیر وسیلہ ہے۔

''الاقتصاد فی النفقة نصف المعيشة ''۱۰۵ـ

''آمد وخرچ میں میانہ روی معاشی زندگی کا نصف حصہ ہے''۔

اب بحث کا مقصود یہ ہے کہ معاشی مسائل کو آسان بنانے میں اعتدال کو لازم پکڑنا ضروری ہے اس کا فلسفہ کچھ اس طرح ہے کہ اگر انفاق حد سے تجاوز کر جائے تو آدمی کا خرچ اس کی آمدنی سے متجاوز ہو جائیگا اس کے نتیجے میں اسے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑ سکتا ہے، بسا اوقات وہ دوسروں کے مال پر ناجائز قبضہ بھی جمانے کی کوشش کرے گا، خواہ مخواہ قرض کے بوجھ سے اپنے آپ کو بوجھل کر لیگا اور ایک وقت آئیگا کہ وہ بالکل مفلوک الحال میں شمار ہوگا، یہ ساری

خرابیاں صرف اس لئے پیدا ہوئیں کہ ہم نے معاشیات میں اعتدال وتوازن کو ہاتھ سے جانے دیا اس لئے اسلام پیدا ہونے والے فاسد امور کی جڑ پہلے ہی کاٹ دیتا ہے تا کہ دیدہ دانستہ یا نادانستہ برے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

زکوۃ

معیشت ایک تقابلی میدان ہے لوگ اس میں اپنی بساط بھر کوشش کرتے ہیں، اس کوشش کو''مسابقت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے''جو جتنا تن لٹائے گا اتنا من پائیگا''والا مقولہ بہت مشہور و معروف ہے، عربی کا یہی مقولہ''من جد وجد'' سے موسوم ہے، درحقیقت یہ قرآن کی آیت ''وان ليس للانسان الا ماسعی ''۱۰۶ سے ماخوذ ہے مگر جب ہم سوسائٹی پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہماری سوسائٹی میں بعض ایسے بھی افراد ہوتے ہیں جنہیں یا تو موقع نہیں ملتا کہ وہ بھی معاشی مسابقات میں حصہ لے یا مسابقت میں حصہ لینا ان کے بس کی بات نہیں، ان تمام لوگوں کو عام لفظ میں ''مجبور'' کہا جا سکتا ہے اور جب ہم الگ الگ نام دیتے ہیں تو کچھ اس طرح ہوتے ہیں، ''مقروض، مجاہدین، عازمین، غلام، فقراء، مساکین، سائل، طالب علم وغیرہ''۔

ان سب کی معاشی حالت درست کر کے معاشرہ میں توازن پیدا کرنے کیلئے اسلام میں ایک مکمل نظام زکوۃ کو دینداری اور امانتداری سے چلایا جائے تو غریبی کے خاتمہ میں بہت حد تک معاون ومددگار ثابت ہوگا اور سوسائٹی خوشحال ہو جائیگی، ایک سائل دست سوال کرنے سے رک جائیگا، ایک فقیر کو کسی جانب نوالہ مانگنے کی غرض سے توجہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی ، ایک مقروض پھر سے اپنی سابقہ حالت پر آجائیگا غرض یہ کہ ''غریبی'' کا بہت حد تک علاج ممکن ہو جائیگا، یہی نہیں کہ اسلام دولت کو گردش میں رکھنے اور انسداد غربت کی مہم چلانے کے لئے فقط زکوۃ کا سہارا لیتا ہے بلکہ مکمل طور سے معاشرہ میں معاشی امن وشانتی قائم کرنے کے لئے معاشی بحران کا تناور درخت ''سود'' کی جڑ بھی کاٹ دیتا ہے جس پر بیشتر جدید تجارت ومعیشت کا انحصار ہے اور سود ہی دولت کو گردش میں رکھنے سے سب سے بڑا مانع ہے، سود پر الگ بحث ہوگی یہاں قرآن وحدیث کی روشنی میں زکوۃ اور اس سے متعلقات پر بحث کر رہے ہیں۔

زکوۃ اور خیرات میں فرق:

یہاں بنیادی شک وشبہ یہ ہیکہ کچھ لوگ زکوۃ اور خیرات کو ایک ہی معنی و مفہوم میں استعمال کرتے ہیں اپنے مفلس پڑوسیوں کو کچھ دے کر یہ سوچتے ہیں کہ ہم نے زکوۃ کا حق ادا کر دیا، اس لئے دونوں میں فرق کر دینا ضروری ہے،زکوۃ اور خیرات میں فرق یہ ہے کہ زکوۃ ایک واجبی فریضہ ہے اگر مال نصاب تک پہنچ جائے اور ایک سال مکمل اس مال پر گذر جائے تو اس مال کا ڈھائی فیصد زکوۃ کے طور پر نہ نکالا گیا تو کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی ہوگی چہ جائیکہ وہ اپنے مفلس بھائی کا بڑا خیال کرتا ہو،اور خیرات ایک اخلاقی فریضہ ہے ،ہم میں سے مالدار آدمی کو(زکوۃ کی ادائیگی کے بعد)بطور صدقہ واحسان مفلس وقلاش کو پیش کرتے رہنا چاہیئے اس فریضہ کی کوتاہی سے آخرت میں پکڑ نہیں ہوگی۔

زکوۃ اور انکم ٹیکس میں فرق:۔

زکوۃ اور موجودہ زمانے کے انکم ٹیکس میں دو باتوں کا فرق ہے۔

ایک تو یہ کہ اپنی نوعیت میں یہ زکوۃ سے وسیع ہے یعنی صرف کاروبار کی گھٹتی بڑھتی آمدنی ہی پر عائد نہیں ہوتی بلکہ اندوختہ پر بھی واجب ہوجاتی ہے اگر چہ اس سال کوئی نئی آمدنی نہ ہوئی ہو نیز اس طرح تمام ملکیتیں بھی اس میں داخل ہیں جو بڑھنے کی استعداد رکھتی ہوں مثلاً مویشی۔

دوسری یہ کہ مقصد کے لحاظ سے یہ ایک خاص مصرف رکھتی ہے جس کی مختلف صورتیں متعین کر دی گئی ہیں،اسٹیٹ کو حق نہیں کہ ان مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرے۔ ۱۰۷؎

زکوۃ کا شرعی حکم:

زکوۃ ہر صاحب نصاب (جس کا مال نصاب تک پہنچ گیا ہو) پر فرض ہے جس پر حولان حول گذر چکا ہو،زکوۃ کی فرضیت کے متعلق قرآن ناطق ہے"خذ من اموالھم صدقۃ

تطھرھم وتزکیھم بھا"۱۰۸؎

اے نبی!ان کے مالوں سے صدقہ (زکوۃ) وصول کرو یہ ان کے تطہیر مال ودل اور تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے۔

اس آیت میں لفظ"صدقہ" آیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ عام صدقات و خیرات سے الگ چیز ہے جو واجب ہے اس کے متعلق رسول کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اسے وصول کریں گویا زکوۃ وصول کرنے میں کس مقدار کو عمل میں لائیں اور کس سے کتنا وصول کریں یہ رسول کی ذمہ داری تھی چنانچہ زکوۃ کی تشریح کرکے رسول نے اس پیغام کو اپنی امت تک پہنچا دیا۔

زکوۃ کی فرضیت کے متعلق رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے"ان اللہ کیفرض الزکوٰۃ الالیطیب مابقی من اموالکم"۱۰۹؎

"کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اس لئے فرض کیا ہے تا کہ اس کے ادا کرنے سے تمہارا باقی مال پاک ہوجائے،اور جو لوگ زکوۃ کی ادائیگی نہیں کرتے وہ کافر شمار کئے گئے ہیں"فان تابوا واقاموالصلاۃ واتوالزکوٰۃ فخلوا سبیلھم"۱۱۰؎

"یعنی جو لوگ تائب ہوجائیں اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوۃ کی بھی ادائیگی کریں تو ان سے لڑائی نہ کرو بلکہ ان کا راستہ چھوڑ دو"۔

اس آیت میں اشارہ یہ ہے کہ مانعین زکوۃ سے قتال کیا جائیگا اور قتال کرنا صرف کافروں سے جائز ہے اس لئے مانعین زکوۃ کافر ہیں،یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ارتداد کا فتنہ پھیلا اور لوگ زکوۃ دینے سے انکار کرنے لگے تو آپ نے ان لوگوں سے مقاتلہ کیا یہاں تک کہ یہ فتنہ رفع دفع ہوگیا،آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلاۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لومنعونی عقالاکانوایودنہ الی رسول اللہ ﷺ لقاتلتھم علی منعہ"۱۱۱؎

"خدا کی قسم میں ان لوگوں سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کرتے ہیں ،زکوۃ درحقیقت مال کا حق ہے اللہ کی قسم ایک رسی سے بھی انکار کیا جسے وہ لوگ اللہ کے رسول کے پاس ادا کرتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا"۔

اموال زکوۃ اوران کی شرح:

زکوۃ سے متعلق ہمیں یہ پتہ لگانا ہے کہ یہ کن کن چیزوں میں واجب ہوتی ہے اوراسکی مقدارکیا ہے،رسول اکرم ﷺ نے ان تمام چیزوں کو بیان کردیا ہے۔

چنانچہ ہم اموال زکوۃ کو چارقسم میں تقسیم کرتے ہیں یعنی چارقسموں کے مال پرزکوۃ کی ادائیگی ضروری ہے،پہلی زرعی پیداوار،دوسری مویشی ،تیسری سونا چاندی اور چوتھی تمام اموال تجارت،ان تمام قسموں کی شرح زکوۃ اس طرح طے کی گئی ہے۔

☆۔سونے چاندی اورنقد کی صورت میں جودولت جمع ہواس پرڈھائی فیصد سالانہ (سونے چاندی کی قیمت کا اندازہ کرکےاس کاڈھائی فیصدزکوۃ نکالیں)

☆۔زرعی پیداوارپرجب کہ وہ بارانی زمینوں سے ہودس فیصد۔

☆۔زرعی پیداوارپرجب کہ وہ مصنوعی آب پاشی سے ہو پانچ فیصد۔

☆۔معدنیات پرجبکہ وہ نجی ملکیت میں ہوں اوردفینوں پربیس فیصد۔

☆۔تجارتی اموال پربھی ڈھائی فیصد سالانہ کےحساب سے زکوۃ عائدکی جائیگی۔[112]

تجارتی زکوۃ کا یہ اموال ان کارخانوں پربھی عائدہوگا جوفروخت کے لئے مختلف قسم کے سامان تیارکرتے ہیں۔

☆۔مویشی پرجوافزائش نسل اورفروخت کی غرض سے پالے جائیں،زکوۃ کی شرح بھیڑ،بکری،گائے ،اونٹ وغیرہ جانوروں کے معاملے میں مختلف ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔[113]

ادائیگی زکوٰۃ کے ذرائع:

جب یہ معلوم ہوگیا کہ اسلام نے کئی قسم کے اموال میں زکوۃ فرض کی ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کی ادائیگی کی کیاصورتیں ہوسکتی ہیں،اس کا جواب یہ ہے کہ زکوۃ متعددطریقے سے ادا کی جاسکتی ہے ان میں سے چندطریقے ذکرکئے جاتے ہیں۔

۱۔اگرحاکم وقت مسلمان ہواورزکوۃ لینے اوراسکی تقسیم کاشرعی انتظام کرتا ہوتوزکوۃ اسی کےذریعہ ادا کرنا چاہیئے۔

۲۔اگرحاکم وقت غیرمسلم ہوتواس کوزکوۃ لینے کاحق نہیں ہے اگروہ زبردستی لے لیں تودیکھنا یہ چاہیئے کہ اس مال کوشرع محمدی کےتحت تقسیم کیایانہیں اگرنہیں تودوبارہ زکوۃ دینی ہوگی۔

۳۔اگرمسلمان نے زکوۃ لینے کے لئے اوراسے مذہبی اصول کےتحت بانٹنے کے لئے کوئی سرداریاامیرچن لیاہوتوزکوۃ اسی امیریاسردارکےذریعہ ادا کرنا چاہیئے۔

۴۔اگرکوئی امیریاسردارنہ ہوتومناسب ہے خودہی زکوۃ کاروپیہ حساب لگاکرکے نکالیں اورمذہبی اصول کےتحت باٹیں۔

اموال زکوۃ کے ناجائزموقع محل:۔

اب جب کہ زکوۃ بھی جمع ہوگئی توپھرایک سوال کھڑا ہوگیا کہ زکوۃ کامال کیا کریں؟کس کس مصرف میں اسے خرچ کریں؟اس سوال کاجواب دینے سے پہلے مناسب یہ سمجھا تا ہے کہ پہلے اموال زکوۃ کے ناجائزکاذکرکردیاجائے تاکہ جائزمصارف کوسمجھنے میں بھی آسانی ہواوراس کی تطبیق بھی سہل ہوجائے۔

۱۔میت کاکفن بنانا۔

۲۔میت کاقرض ادا کرنا۔

۳۔مسجد،یتیم خانہ اورمکتب وغیرہ بنانا(بعض کےنزدیک)

۴۔مندرجہ ذیل رشتہ داروں اورمتعلقین پرخرچ کرنا۔

ماں،باپ ،دادا،دادی ،نانا،نانی ،یااس سے اوپربیٹا،بیٹی ،پوتا،پوتی ،نواسہ ،نواسی ،یااس سے نیچےشوہراوربیوی وغیرہ۔

۵۔غلام خریدکرآزادکرنا(بعض کےنزدیک)

۶۔کسی ایسےشخص کوبھی نہیں دیناچاہیئے جس کے پاس ضرورتوں سے زیادہ مال ہو۔

۷۔سادات بنی فاطمہ اورسادات علویہ اوران خاندانوں کے غلاموں کوبھی زکوۃ کامال

دینا صحیح نہیں ہے۔

۸۔کافروں کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہیں۔

۹۔خاص حالتوں میں اور مجبوریوں کے علاوہ زکوۃ کا مال اپنے شہر یا گاؤں سے دوسری جگہ بھیجنا مکروہ ہے۔

مصارف زکوۃ:

گذشتہ عنوان کے تحت مذکورہ سوال کا جواب مؤخر کردیا گیا تھا اس کا جواب یہاں ذکر کیا جاتا ہے سوال یہ تھا کہ زکوۃ کا مصرف حقیقی کیا ہے؟ وہ کون کون سی جگہ ہے جہاں جہاں زکوۃ کا مال خرچ کیا جاسکتا ہے چنانچہ قرآن نے ان مصارف کو بیان کردیا ہے:

''انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضة من اللہ واللہ علیم حکیم''۱۴؎

(صدقہ صرف فقیرں کیلئے ہیں اور مسکینوں کیلئے اوران کے وصول کرنے والوں کیلئے اوران کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے فرض ہے اللہ کی طرف سے، اللہ حکمت وعلم والا ہے)

مولانا آزاد نے اس کا ترجمہ کیا ہے ''یعنی صدقہ کا مال تو اور کسی کے لئے نہیں ہے صرف (۱) فقیروں کے لئے (۲) مسکینوں کے لئے ہے اور (۳) ان کے لئے ہے جو اس کی وصولی کے کام پر مقرر کئے جائیں اور (۴) وہ کہ ان کے دلوں میں (کلمۂ حق کی) الفت پیدا کرنی ہے اور (۵) وہ کہ ان کی گردنیں (غلامی کی زنجیروں میں) جکڑی ہیں (اورانہیں آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھیں) نیز (۶) قرضداروں کے لئے (جو قرض کے بوجھ سے دب گئے ہوں اور ادا کرنے کی طاقت نہ رکھیں) اور (۷) اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لئے اوران تمام کاموں کے لئے مثل جہاد کے اعلاء کلمۂ حق کے لئے ہوں (۸) اور مسافروں کے لئے (جو اپنے گھر نہ پہنچ سکتے ہوں اور مفلسی کی حالت میں پڑگئے ہوں) یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے اور

حکمت رکھنے والا ہے)۱۵؎

اب مصارف زکوۃ پر قدر تفصیلی بحث ہوگی۔

پہلا مصرف:

زکوۃ کا پہلا مصرف فقیر ہے اور فقیر کے لئے ضروری نہیں کہ سائل بھی ہو، غیر سائل بھی ہوسکتا ہے البتہ حاجتمند ہونا ضروری ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں مذکور ہے ''للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لا یسئلون الناس الحافا''۱۶؎

''صدقات کے مستحق صرف غرباء ہیں جو اللہ کی راہ میں روک دئے گئے ہوں ملک میں چل پھر نہیں سکتے، نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مالدار خیال کرتے ہیں، آپ ان کے چہرے سے دیکھ کر قیافہ سے پہچان لیں گے کہ وہ چمٹ کر لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ زکوۃ میں ان لوگوں کا حق بنتا ہے جس کے لئے یہ ثابت ہوجائے کہ وہ حاجتمند ہے، مولانا نے آزاد فقراء اور مسکین پر بحث کرتے ہوئے یہ بتایا کہ دونوں سے مقصود ایسے لوگ ہیں جو محتاج ہوں لیکن ''فقر'' عام ہے اور ''مسکنت'' کی حالت خاص ہے ''فقیر'' اسے کہیں گے جس کے پاس ضروریات زندگی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے لیکن ''مسکین'' وہ ہے جس کی ضرورت ابھی اس آخری درجہ تک تو نہیں پہنچی ہے مگر پہنچ جائیگی اگر خبر گیری نہ کی جائے مثلاً سوسائٹی کے ایسے افراد جو مختلف اسباب سے مفلس ہوگئے ہیں۔ اسکے بعد پھر موصوف نے دوسری طرح سے فقر و مسکنت میں فرق واضح کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ فقیر و مسکین میں اس لحاظ سے بھی فرق ہے کہ فقیر کو سوال کرنے میں عار نہیں ہوتا لیکن مسکین کو اس کی خودداری اور عفت نفس طلب والحاح کی اجازت نہیں دیتی ۱۷؎

لسان العرب میں فقیر کا یہ معنی تحریر ہے ہر وہ شخص فقیر ہے جو اپنی ضرورت سے کم معاش پانے کے باعث مدد کا محتاج ہو۔۱۸؎

مظہر الدین صدیقی نے کہا کہ فقراء سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے پاس ابتدائی ضرورت

کی تکمیل کا سامان تو ہو لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو اور اسی میں طالبعلموں کو بھی شمار کیا ہے۔[۱۱۹]
اس پس منظر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ فقیر کے پاس فقر تو ہوتا ہے مگر اس قدر نہیں کہ بنیادی ضرورت بھی پوری نہ کر سکے دیگر ضروریات کی تکمیل کے لئے وہ سوال کرتا پھرتا ہے اس لئے وہ زکوۃ کا مستحق ہے۔

دوسرا مصرف:۔

زکوۃ کا دوسرا مصرف "مسکین" ہے اور حدیث میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ مسکین وہ نہیں جو مانگتا ہوا آئے اور دو ایک لقمے یا دو ایک کھجور لے کر ٹل جائے سچ مچ مسکین وہ ہے جو نہ اپنی حاجتوں کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ اپنی کمزور حالت کو بیان کر کے لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا ہو، ایسا مسکین زکوۃ لینے کا مستحق ہے۔[۱۲۰]
ایک دوسری تعریف یہ کی گئی ہے "الذی لایجد غنی یغنیه ولا یفطن فیتصدق علیه ولا یقوم فیسأل الناس"[۱۲۱]
اس حدیث میں مسکین کی تین صفت بیان کی گئی ہے پہلی صفت یہ ہے کہ اس کے پاس ایسے وسائل نہیں جو اس کو مالدار کر دے دوسری یہ کہ اس کا فقر بھی ظاہر نہیں ہے کہ لوگ اس کو پہچان کر صدقہ کریں، تیسری یہ کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بھی باز رہتا ہے۔
مسکین کی فہرست میں اس کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے جو پہلے خوشحال رہا ہو لیکن کاروبار کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور ناگہانی آفت کی وجہ سے مفلسی کا شکار ہو گیا ہو اس لئے اس کی بھی خبر گیری کرنا ضروری ہے۔

تیسرا مصرف:۔

زکوۃ کے تیسرے مصرف میں ان لوگوں کا شمار ہوتا ہے جو زکوۃ کی وصولی کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں، صریح نصوص اس بات پر دال ہیں کہ زکوۃ کے مال سے عاملین زکوۃ کو تنخواہ دی جاسکتی ہے البتہ ہاشم کے خاندان والوں کے لئے جائز نہیں چہ جائیکہ وہ عاملین زکوۃ ہی مقرر کیوں نہ

کر دئے جائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے زکوۃ کی وصولی کی ہے، اس کا دو طرح سے جواب دیا جاسکتا ہے۔
۱۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ حضرت علی زکوۃ کی وصولی کرتے تھے مگر اس کی تنخواہ زکوۃ کے مال سے ہی نہیں لیتے تھے بلکہ دوسرے مال سے لیتے تھے۔
۲۔ اس کا جواب بھی بعض حضرات دیتے ہیں وہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کام پر سرے سے معاوضہ ہی نہیں لیتے تھے۔

چوتھا مصرف:۔

زکوۃ کا مال تالیف قلب کے لیے بھی دیا جاسکتا ہے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں تین قسم کے لوگوں کو تالیف قلب کی خاطر زکوۃ کا مال دیا جاتا تھا۔
۱۔ جو مخالفین اسلام کمزور مسلمانوں کو تکلیف دیتے یا اسلام کی عداوت میں سخت تھے انہیں روپیہ دے کر نرم رویہ اختیار کرنے پر آمادہ کیا جاتا تھا۔
۲۔ جو لوگ اپنی قوم یا قبیلے کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے زبردستی روکتے تھے انہیں روپیہ دے کر اس روش سے باز آجانے پر آمادہ کیا جاتا تھا۔
۳۔ جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کی مالی حالت درست کرنے کے لئے زکوۃ کے مال سے مدد کی جاسکتی تھی تا کہ انکا اضطراب رفع ہو جائے اور وہ مطمئن ہو کر مسلمانوں کے گروہ میں رہیں۔[۱۲۲]
بعض لوگوں نے "مؤلفة القلوب" میں دو طرح کے لوگوں کو شمار کیا ہے۔
ایک تو وہ جن کے دل اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں ایسے لوگوں کو زکوۃ دیں تا کہ وہ لوگ کھلم کھلا مسلمان ہو جائیں۔
دوسرے وہ لوگ جو مسلمان ہو گئے ہیں لیکن اسلام میں کمزور ہیں ان کو زکوۃ و خیرات دیتے رہیں تا کہ وہ اسلام پر جم کر پکے مسلمان ہو جائیں۔[۱۲۳]
مولانا صلاح الدین یوسف نے بھی چوتھے مصرف میں تین طرح کے لوگوں کو شمار کیا ہے

تاہم پہلے زمرے میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کچھ اسلام کی طرف مائل ہو مگر ابھی مسلمان نہ ہوا ہو اور امداد کرنے سے یہ امید ہو کہ وہ مسلمان ہو جائے۔[124]

خلاصۂ کلام یہ کہ اس مصرف میں ان تمام لوگوں کو شامل کر سکتے ہیں جن کے لئے تالیف قلب مفید ہو سکتی ہو چاہے اس کی اقسام جتنے ہو جائیں البتہ اس مصرف میں یہ تنازع ہے کہ کیا اب کسی آدمی کو تالیف قلب کے لیے روپیہ دیا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ علماء احناف کا کہنا ہے کہ اب یہ مصرف ختم ہو چکا ہے مگر صحیح بات یہ ہے کہ حالات وظروف کے مطابق ہر دور میں اس مصرف پر زکوۃ کی رقم خرچ کر سکتے ہیں چاہے مذکورہ افراد مالدار ہی کیوں نہ ہوں مولانا محمد جوناگڈھی اور مولانا صلاح الدین یوسف نے اسی کو ترجیح دیا ہے۔[125]

پانچواں مصرف:۔

زکوۃ کا مال غلام کو غلامی سے آزاد کرنے میں بھی خرچ کر سکتے ہیں، غلام میں وہ لوگ داخل ہیں جو لڑائیوں میں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر غلام بنا لیے جاتے ہیں اس میں وہ غیر مسلم بھی شمار کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ جنگ میں گرفتار ہو کر آئے اور فدیہ دیکر رہائی کی کوشش کرتے ہیں، نیز وہ غلام بھی مراد ہیں جو پہلے سے غلام چلے آرہے ہیں بعض لوگوں نے اس سے صرف مکاتب غلام مراد لیا ہے، امام شوکانی رحمہ اللہ ایسے لوگوں پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں مکاتب وغیر مکاتب دونوں شامل ہیں[126]

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ جن لوگوں نے زکوۃ کا مال غلام آزاد کرنے میں استعمال کرنے کو جائز نہیں مانا اور جس کی طرف ہم نے سرخی "اموال زکوۃ کے ناجائز موقع ومحل" کے تحت پانچویں نمبر پر درج کیا ہے وہ بالکل غلط ہے قرآن کی مذکورہ آیت جس میں زکوۃ کے مصارف بیان کئے گئے ان لوگوں کی تردید کرتی ہے۔

چھٹواں مصرف:۔

زکوۃ کے چھٹویں مصرف میں "عازمین" کا شمار ہوتا ہے او"رغارمین "(مقروض)

سے مندرجہ ذیل قسم کے افراد مراد ہیں۔

ا۔ایک تو وہ مقروض مراد ہیں جو اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ اور ضروریات زندگی فراہم کرنے میں لوگوں کے زیر بار ہو گئے اور ان کے پاس نقد رقم بھی نہیں ہے اور ایسا سامان بھی نہیں ہے جسے وہ بیچ کر قرض ادا کر سکیں۔

۲۔دوسرے وہ ذمہ دار اصحاب ضمانت ہیں جنہوں نے کسی کو ضمانت دی اور پھر وہ اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پا گئے۔

۳۔تیسرے وہ لوگ جن کی فصلیں یا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا اور وہ اس بنیاد پر مقروض ہو گیا۔

۴۔چوتھے وہ شخص جو دو قوموں یا دو شخصوں کے درمیان صلح اور امن قائم رکھنے کے لئے قرض لیکر کام کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ لوگوں کی زکوۃ کے مال سے اس قرض کو ادا کر دے۔

ساتواں مصرف:۔

"فی سبیل اللّٰہ" کا استعمال قرآن میں ان تمام کاموں کے لئے ہوا ہے جو دین وملت کی حفاظت وتقویت کیلئے ہوں اس لئے اس آیت کو کسی خاص معنی میں مراد لینا درست نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے جہاد مراد لیا ہے بعض نے حج وعمرہ مراد لیا ہے۔

راجح مسلک کی بنیاد پر مجاہدین پر بھی مال زکوۃ صرف کرنا صحیح ہوگا، حجاج کرام کے لئے بھی زکوۃ استعمال کی جا سکتی ہے اگر ان سے راستہ میں مال ضائع ہو جائے یا ختم ہو جائے قرآن کریم اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں مدارس کے اجراء وقیام میں، دعاۃ ومبلغین کے قیام وترسیل میں اور ہدایت وارشاد کے تمام مفید کاموں میں بھی زکوۃ کا ستعمال کر سکتے ہیں بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ مسجد بنانے، کنواں کھدوانے اور ان کی تغیرات جزئیہ میں بھی زکوۃ کا مال استعمال ہو سکتا ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ آیت میں لفظ عام ہے ان تمام مفہوم کی طرف مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "حقیقت الزکوۃ" میں اشارہ کیا ہے۔[127]

آٹھواں مصرف:۔

زکوۃ کا آخری اورتعداد کے اعتبار سے آٹھواں مصرف ''ابن السبیل '' ہے اس سے مراد مسافر ہے اس شق کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر سفر میں مستحق امداد ہوگیا تو چاہے اپنے گھر یا وطن میں صاحب حیثیت ہی ہو اس کی امداد زکوۃ کی رقم سے کی جاسکتی ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

مصارف زکوۃ کی قدرتی ترتیب:۔

مولانا آزاد نے اس عنوان کے تحت یہ فرمایا ہے کہ آٹھ مصارف جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ معاملہ کی قدرتی ترتیب یہی ہے۔

سب سے پہلے ان دونوں گروہوں کا ذکر کیا ہے جو استحقاق میں سب سے زیادہ مقدم ہیں کیونکہ زکوۃ کا اولین مقصود انہی کی اعانت ہے یعنی ''فقراء '' اور ''مساکین ''۔

پھر موصوف نے اس گروہ کا ذکر کیا ہے جنکی موجودگی کے بغیر زکوۃ کا نظام ''استحقاق بالذات ''نہیں تھا اس لئے اولین جگہ نہیں دی جاسکتی تھی پس دوسری جگہ پائی یعنی ''العاملین علیھا''۔

پھر ''مؤلفۃ قلوبھم '' کا درجہ ہوا کہ ان کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لئے ضروری تھا۔

پھر ''غلاموں '' کو آزاد کرانے اور قرضدار کو بار قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے جو نسبۃً موقت اور محدود تھے۔

پھر ''فی سبیل اللہ '' کا مقصد رکھا گیا کہ اگر مستحقین کی پچھلی جماعتیں کسی وقت مفقود ہوگئی ہوں یا مقتضیات وقت نے انکی اہمیت کم کردی ہو یا مال زکوۃ کی مقدار زیادہ ہوگئی ہو تو ایک جامع وحاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا جائے جس میں دین وامت کے مصالح کی ساری باتیں آجاتیں۔

سب سے آخر میں ''ابن السبیل '' کی جگہ ہوئی کیونکہ تقدم میں سب سے کم اور مقدار کے لحاظ سے بہت سی محدود صورت میں پیش آنے والا مصرف تھا۔[۱۲۸]

مصارف زکوۃ کا شرعی حکم:۔

اہل علم کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ ان آٹھوں مصارف پر زکوۃ کا مال تقسیم کرنا ضروری ہے یا ان میں سے جس مصرف یا مصارف پر امام یا زکوۃ ادا کرنے والا مناسب سمجھے حسب ضرورت خرچ کرسکتا ہے؟ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ پہلی رائے کے قائل ہیں اور امام مالک وامام ابوحنیفہ رحمھما اللہ وغیرھما نے دوسری رائے کی تصویب کی ہے ان دونوں رایوں کو سامنے رکھ کر پاکستان کے اہل حدیث عالم مولانا صلاح الدین یوسف نے دوسرے قول کو راجح قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ جس مصرف پر رقم خرچ کرنے کی زیادہ ضرورت یا مصالح کے لحاظ سے زکوۃ کی رقم خرچ کی جائیگی چاہے دوسرے مصارف پر خرچ کرنے کے لئے رقم نہ بچے اس رائے میں جو معقولیت ہے وہ پہلی رائے میں نہیں ہے جس کی طرف امام شافعیؒ کا میلان ہے۔[۱۲۹]

علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اسی طرح کی بات کہی ہے ''قد اختلف العلماء فی ھذہ الأصناف الثمانية هل يجب استيعاب الدفع لها أو إلى ما امكن منها ويعطى جميع الصدقة مع وجود الباقين ''۔[۱۳۰]

اس بیان کا ماحصل یہ ہے کہ آٹھوں مصارف پر زکوۃ تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں سے کسی ایک پر بھی زکوۃ کی رقم تقسیم کردی جائیگی تو زکوۃ ادا ہوجائیگی پھر سے اسے زکوۃ دینا نہیں پڑیگا چہ جائیکہ اس وقت دوسرے مستحقین زکوۃ بھی موجود ہوں۔

زکوۃ اور غریب معاشرہ (زکوۃ کی جزئی تطبیق)

زکوۃ پر ایک اجمالی بیان سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہوگا کہ اسلام کا نظام زکوۃ ہی تن تنہا سارے معاشی مسائل کا حل ہے ،مصارف زکوۃ میں سوسائٹی کے گرے پڑے ،معاشی مسابقت میں حصہ نہ لے سکنے والے ،اپاہج ونادار اور کسی مجبوری کے تحت اسباب زندگی مہیا نہ

کر سکنے والوں کے لئے مکمل علاج ہے، غرضیکہ سوسائٹی میں جس قسم کی غریبی ہو زکوۃ کے مصارف میں وہ ساری غریبی شامل ہیں زکوۃ ان تمام غریبی کے انسداد کے لئے کافی ہے، اور اگر کچھ دوسری قسم کی بھی غریبی ہو تو اس کے لئے بھی مزید دیگر معاشی نظام ہیں، جیسا کہ ابتداء میں بتایا گیا تھا کہ زکوۃ کا نظام اگر خلوص نیت سے چلایا جائے تو معاشرے سے غریبی کا خاتمہ ہو جائے گا وہ اس وجہ سے بھی اسلام میں دولت کے متعلق بنیادی نظریہ یہ ہے کہ وہ گردش کرتی رہے اور نظام زکوۃ گردش مال و زر کو بحسن وخوبی انجام دیتا ہے، اس کی گردش کو وسیع اور تیز کرنے کے لئے زکوۃ کے آٹھ مصارف متعین کئے گئے ہیں جن میں اہل وعیال، پڑوسی، فقراء ومساکین، عاملین زکوۃ، مؤلف قلب، غلام، مقروض، مسافر، مجاہد، طالب علم، علماء، دعاۃ ومبلغین اور دوسرے شرعی کام وغیرہ داخل ہیں۔

اب آپ ہی اندازہ کیجئے کہ اس نظام کو بحسن وخوبی انجام دینے کے بعد کیا کسی سوسائٹی کا کوئی ایسا بھی آدمی بچے گا جسے دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہو، بلکہ پورا معاشرہ خوشحال نظر آنے لگے گا، میں نے معاشرہ کے خوشحال لوگوں میں اہل وعیال اور پڑوسی کو بھی ذکر کیا ہے (گو کہ وہ مصارف زکوۃ میں سے نہیں یہ اس وقت ہو سکتے ہیں جب آٹھوں مصارف میں سے کوئی تعریف ان پر منطبق ہوتی ہو) وہ اس وجہ سے کہ زکوۃ کا نظام دیگر اسلامی نظام کی طرح اخلاقی تعلیمات پر مبنی ہے اور جو بھی خلوص نیت سے ادائیگی زکوۃ کرے گا اور زکوۃ کا مال غریب ونادار میں تقسیم کرے گا وہ کبھی اتنی بڑی خیانت نہیں کرے گا کہ وہ غریبوں کو تو زکوۃ دے اور اہل وعیال کو بھوکے مار ڈالے اور جو اپنے اہل وعیال کی اچھی خبر گیری کرتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو کبھی نہیں بھوکا پیاسا دیکھ سکتا بلکہ ان کے پیش نظر نبی ﷺ کا یہ فرمان ہوتا ہے جس میں آپ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا اے ابوذر! جب تم شوربے (والا سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کر دو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو (اس کے یہاں وہ سالن بھجوا دو) (مسلم شریف) اور صحیحین کی روایت ہے "دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو اور تین آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کو کافی ہے"۔

زکوۃ کے محاسن:

جب اسلامی تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں اور زکوۃ سے متعلق وارد ہونے

والے نصوص کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے ہیں تو ان میں زکوۃ کی بے شمار خوبیاں نظر آتی ہیں جو انقلابی اثر انگیزی کی حامل ہیں، اس سے معاشرہ پر اچھا اثر پڑتا ہے خود فرد پر اس قدر اثر ہوتا ہے کہ زندگی میں خاکساری اور فروتنی آجاتی ہے، تقوی وطہارت اور زہد وورع کا پیکر مجسم بن جاتا ہے، زکوۃ کے انقلابی محاسن کو دیکھئے۔

۱۔ فقیروں، مسکینوں اور قرض داروں کے حالات میں بہتری آتی ہے۔

۲۔ اخلاق حسنہ کا عنصر فروغ پاتا ہے جس سے فرد ومجتمع پر مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۳۔ زکوۃ کی ادائیگی اللہ سے قریب اور دنیا کی فریبی سے دور کر دیتی ہے۔

۴۔ "اعلاء کلمۃ اللہ" کے لئے زکوۃ مرکزی وسیلہ ہے۔

۵۔ زکوۃ کی ادائیگی سے آدمی کا مال تمام حسی اور معنوی عیبوں سے پاک کر دیتا ہے اور آئندہ بھی اسے آفت ناگہانی سے بچاتا ہے۔

۶۔ غربت کا حملہ دشمن کے حملے سے بڑھ کر ہے زکوۃ اس کے لئے شمشیر براں ہے۔

۷۔ آدمی کے تمام جسمانی عیوب کا زکوۃ روحانی علاج کرتا ہے مثلاً نفس کی پاکیزگی زہد وقناعت، فکر ونظر کی وسعت وبھلائی وغیرہ۔

۸۔ زکوۃ کا انقلابی پہلو یہ بھی ہے کہ تمام معاشی نظام (سرمایہ داری اور اشتراکیت وغیرہ) کو اسلامی نظام زکوۃ یہ بتلاتا ہے کہ ہمارے پاس انسداد غریبی کا جو علاج ہے اس کو پیش کرنے میں تم ناکارہ ہو۔

۹۔ اگر زکوۃ کی ادائیگی کما حقہ اور دیانت داری سے ہو تو اس سے مسلم حکام کو راحت ملے اور ان کی کوششیں ان چیزوں پر صرف ہوں جن کا نفع امت کو فلاح اور زندگی کے امن وامان کی شکل میں نمودار ہو۔

زکوۃ کے علاوہ دیگر مدات:۔

اسلام کی معاشی تعلیمات میں کام نہ کر سکنے والوں کی بڑی وسعت ہے، مجبور لوگوں کے

لئے اسلام نے اچھی طرح کفالت کرنے کا درس دیا ہے ،اسلام میں زکوۃ کے علاوہ بھی بہت سارے ایسے مدات پائے جاتے ہیں جن سے فقراء ومساکین اور معاشی مسابقت میں شرکت نہ کرسکنے والوں کی خوشحالی کے لئے بہت زیادہ ہے ان کو نیچے ذکر کیا جاتا ہے

۱۔عشر:

''عشر'' کے معنی دسواں حصہ ہے مگر اصطلاح شرع میں زمین کی پیداوار سے دسواں حصہ زکوۃ دینے کو''عشر'' کہتے ہیں اس کے لئے ایک شرط ہے کہ پیداوار کم سے کم پانچ وسق ہو، بخاری شریف کی روایت ہے''لیس فیمادون خمسه اوسق صدقة ''۱۳۱؎

''پانچ وسق سے کم میں صدہ(عشر)نہیں ہے''۔

پانچ وسق برابر تین سو صاع نبوی ہوتا ہے جس کی مقدار انگریزی تول کے مطابق سات کنٹل بیس کلو ہے،اور عشر کی شرح حدیث میں اس طرح ہے''فیماسقت السماء والعیون اوکان عثریاالعشروماسقی بالنضح نصف العشر''۔۱۳۲؎

اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ جس کھیتی کو آسمان یا چشمے کا پانی سیراب کرے یا خودبخود سیراب ہو تو اس میں سے دسواں حصہ زکوۃ کے طور پر ادا کرنا ہوگا اور جس کو کنواں سے سیراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ادا کیا جائیگا۔

چونکہ اس پیداوار میں انسانی عمل کا دخل دیگر محنت کے بالمقابل نسبتاً کم ہوتا ہے اس لئے اس کی شرح بھی کم ہے اور عشر کو مصارف زکوۃ پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔کفارے:۔

کوئی شخص بلاعذر رمضان کا روزہ توڑدے ،کسی مسلمان کو بلاعذر(عمداً)قتل کردے ،اپنی بیوی سے ظہار کرلے یا قسم کھا کر اسے توڑدے تو بعض صورتوں میں لازمی اور بعض صورتوں میں اختیاری طور پر کفارہ نکال کر غریب ونادار لوگوں پر خرچ کرنا چاہئے۔

۳۔صدقۃ الفطر:۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان کے لئے عیدالفطر کے دن عیدگاہ

جانے سے پہلے ان پر فی کس ایک صاع (دوکلو چالیس گرام) کھانے کی اشیاء (گندم ،جو، آٹا، کھجور، چاول، کشمش، مکئی وغیرہ) یا ان کی قیمت مفلس ونادار پر خرچ کرنا واجب ہے تاکہ یہ لوگ عید کے دن ہاتھ پھیلانے سے رک جائیں، زکوۃ نکالنے میں مرد وعورت ،بوڑھے ،بچے ،غلام وآزاد سبھی شامل ہیں۔

۴۔نفقات:۔

''ھی کفایۃمن یمونه طعاماوکسوۃوسکنی ومایتبع ذلك''۱۳۳؎

یعنی نفقات سے مراد اپنے ماتحتوں کے لئے روٹی، کپڑا، مکان اور دیگر لوازمات مہیا کرنا ہے جس میں بیوی، اولاد، ماں باپ اور اعزاء واقارب شامل ہیں۔

واضح رہے کہ پچھلے صفحات میں مذکورہ مدات زکوۃ،عشر،کفارہ اور صدقۃ الفطر غریب ونادار کے لئے ہیں ان میں''نفقات''کے مستحقین شامل نہیں ہیں۔

۵۔وراثت

میت کے چھوڑے ہوئے اموال واشیاء کا وارث ہونا وراثت کہلاتی ہے اور اسلام وراثت کے ذریعہ بھی دولت کی گردش میں تیز رفتاری پیدا کرتا ہے اس کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کی دولت وسیع پیمانے پر نزدیک ودور کا فرق کئے بغیر اپنے تمام تر مستحقین وراثت کے مابین تقسیم کردیتا ہے اس کے تعلق سے چند امور قابل ذکر ہیں

۱۔قرابت کے لحاظ سے وراثتوں کی ایک طویل فہرست رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے متروکہ دولت زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلتی ہے۔

۲۔دنیا کے تمام نظامہائے وراثت کے برخلاف عورتوں کو بھی میراث کا مستحق قرار دیا گیا''للرجال نصیب مماترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مماترك الوالدان والاقربون مماقل منه اوکثرنصیبامفروضا''۱۳۴؎

ماں باپ اور خویش اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی (جو

ماں باپ اور خویش اقارب چھوڑ مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ اس میں حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

۳۔مرنے والے کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ کسی وارث کو وراثت سے محروم کردے تا کہ کسی کے حصہ میں ترمیم کر سکے۔

''آبائکم وابنائکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللّٰہ''۱۳۵

''تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر ہیں''۔

۴۔چھوٹی اور بڑی اولاد میں کوئی تفریق نہیں کی گئی بلکہ سب کو برابر حصہ دیا گیا۔

۵۔کسی وراثت کو اس کے حصۂ رسدی کے علاوہ کسی مال کی وصیت کرنے کی ممانعت کردی گئی ہے اس طرح کوئی وراثت متوفی کے مال سے اپنے حصہ وراثت کے سوا کچھ نہیں پا سکتا۔

۶۔متوفی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وارثوں کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے وصیت کر جائیں اس سے بھی دولت کے پھیلاؤ میں مدد ملتی ہے اور تقسیم وراثت سے قبل دولت کا ایک حصہ وصیت پر صرف ہو جاتا ہے۔

۷۔لیکن وصیت کرنے والے کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ وہ پورے مال کی وصیت کر جائے بلکہ اسے اپنے مال کے صرف ایک تہائی حصہ میں ایسا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

۶۔۷۔خراج وجزیہ:۔

مذکورہ بالا مدات کے علاوہ دو ایسے مدات ہیں جن میں مالکان دولت کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی دولت کا کچھ حصہ حکومت وقت کو ادا کریں، ایک کا نام ''خراج'' اور دوسرا کا نام ''جزیہ'' ہے۔

خراج ایک قسم کا زمینی لگان ہے جو صرف ان زمینوں پر عائد کیا جاتا ہے جو فقہی تفصیلات کے مطابق خراجی ہوں اور اس کو حکومت اجتماعی کاموں میں صرف کر سکتی ہو اور جزیہ ایک تو ان غیر مسلم افراد سے وصول کیا جاتا ہے جو اسلامی حکومت کے باشندے ہوں اور حکومت نے ان کے

جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا ذمہ لیا ہو، دوسرے ان غیر مسلم ممالک سے بھی جزیہ وصول کیا جا تا جا سکتا ہے جن سے جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہوتی ہو، یہ رقم حکومت کے اجتماعی مقاصد میں صرف ہوتی ہے۔۱۳۶

انسداد گداگری کا اجمالی تعارف:۔

۱۔تندرست وتوانا آدمی کو بجز مخصوص حالات کے سوال کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔

۲۔جس شخص کے پاس ایک دن کے گذارہ کا سامان موجود ہو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔

۳۔سوال کرنے کو حدیث میں ذلت قرار دیا گیا ہے۔

۴۔جس شخص کے پاس بقدر نصاب مال موجود ہو اس کے لئے بغیر سوال کے صدقہ لینا حرام ہے۔

۵۔غرباء اور مسکین کو اس کی ترغیب دی کہ محنت ومزدوری کی کمائی کو عزت سمجھیں اور صدقات وخیرات سے گریز کریں۔

۶۔ارباب اموال کو اس کی ہدایت کی کہ اموال صدقات کو صرف انہیں جیب سے نکالنا کافی نہیں بلکہ اس کے مستحقین، حاجتمندوں کو تلاش کر کے ان لوگوں تک پہنچانا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔

۷۔محکمۂ احتساب کے ذریعہ گداگری کا انسداد کیا جائیگا۔۱۳۷

حرمت سود اور اسلام

موجودہ دور میں سود کے بدترین اثرات نے تمام قسم کے معاشی امور میں فساد پیدا کردیا ہے جبکہ اس کو آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی حرام قرار دے دیا گیا مگر پھر بھی اندھی تقلید کے پیچھے دوڑنے والوں کی آنکھ نہ کھلی اور انہیں احساس زیاں تک نہ ہوا، حیرت ہے کہ سودی کاروبار موجودہ دور کے بیشتر تجارتی مراکز پر حاوی ہے۔

ربوا کا مفہوم:۔

''ربوا'' کا اردو ترجمہ سود سے کیا جاتا ہے اس کو لغت میں بڑھنے سے تعبیر کرتے ہیں اور اصطلاح میں استعمال کرتے وقت اصل رقم پر لی جانے والی زیادتی ''ربوا'' کہلاتی ہے سود کا یہ مفہوم اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے۔

''وذروامابقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوافاذنوابحرب من اللّٰہ ورسولہ وان تبتم فلکم رئوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون''۔[۱۳۸]

اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے نہ ظلم کرو نہ ظلم کیا جائے۔

ربوا اور بیع میں فرق:۔

بیع کا اطلاق جس معاملہ پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بائع ایک شئ کو فروخت کے لئے پیش کرتا ہے مشتری اور بائع کے درمیان اس شئ کی ایک قیمت قرار پاتی ہے اور اس قیمت کے معاوضے میں مشتری اس شئ کو لے لیتا ہے اور یہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہوتا یا تو بائع نے وہ چیز خود محنت کر کے اور اپنا مال اس پر صرف کر کے پیدا کی ہے یا پھر اس کو کسی دوسرے سے خرید کر لایا ہے دونوں صورتوں میں وہ اپنے راس المال پر جو اس کے خریدنے یا مہیا کرنے میں صرف کیا تھا اپنے حق محنت کا اضافہ کرتا ہے اور یہی اس کا منافع ہے۔

اس کے مقابلہ میں ''ربوا'' یہ ہے کہ ایک شخص اپنا راس المال ایک دوسرے شخص کو قرض دیتا ہے اور یہ شرط کر لیتا ہے کہ میں اتنی مدت میں اتنی رقم تجھ سے راس المال پر زائد لوں گا، اس معاملہ میں راس المال کے بالمقابل راس المال ہے اور مہلت کے مقابلہ میں وہ زائد رقم ہے جسکی تعیین پہلے بطور ایک شرط کے کر لی جاتی ہے اسی زائد رقم کا نام سود یا ربوا ہے جو کسی خاص مال یا شئ

کا معاوضہ نہیں بلکہ محض مہلت کا معاوضہ ہوتا ہے اگر بیع میں بھی قیمت قرار دی چکی ہو اور پھر مشتری سے یہ شرط کی جائے کہ ادائیگی قیمت میں مثلاً ایک مہینے کی دیر ہونے پر قیمت میں اتنا اضافہ کر دیا جائیگا اور مزید دیر لگنے پر قیمت اتنی اور بڑھ جائے گی تو یہ زیادتی سود کی تعریف میں آ جائیگی۔[۱۳۹]

کرایہ اور سود میں فرق:۔

یہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ جب سود ناجائز ہے تو زمین کا کرایہ کیوں کا جائز ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ معیشت کے مادی وسائل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جنہیں استعمال کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں خرچ کرنا نہیں پڑتا ہے بلکہ اپنا وجود برقرار رکھتے ہوئے فائدہ دیتے ہیں مثلاً زمین، مشینری۔فرنیچر، سواری وغیرہ سے فائدہ اٹھانے میں ایک تو محنت صرف کرنی پڑتی دوسرا اسے خرچ نہیں کیا جاتا، تیسرے اس کے استعمال سے اس کی قدر گھٹتی ہے اسی لئے اس کے منافع کا لین دین بالکل معقول اور درست بات ہے اور اسی ''منافع'' کی اجرت کو اسلام ''کرایہ'' کہتا ہے۔

اس کے برخلاف نقد روپیہ سے فائدہ اٹھانے میں غیر معمولی محنت صرف کرنی پڑتی ہے، دوسرے سرمایہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے تیسرے اس کے استعمال سے اس کی قدر نہیں گھٹتی، یہی فرق کرایہ اور سود میں ہے۔[۱۴۰]

سود کی حرمت:۔

اسلام نے ہر اس تجارت کو جائز قرار دیا ہے جس میں بائع اور مشتری کے درمیان باہمی رضامندی ہو اور اس میں سود و قمار اور مکر و فریب کا کوئی پہلو نہ ہو، سورۂ نساء میں ہے۔

''یاایھاالذین اٰمنوالا تاکلوااموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃعن ترض منکم ولا تقتلواانفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیما''۔[۱۴۱]

اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو خرید و فروخت، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے

اس آیت میں تجارت کو دو شرطوں کے ساتھ مشروط کیا ہے ایک یہ کہ تجارت فریقین کی رضامندی سے ہو دوسرے یہ کہ ایک فریق کا فائدہ دوسرے فریق کے نقصان پر مبنی نہ ہو۔آیت میں پہلی شرط تو واضح ہے اور دوسری شرط ''ولا تقتلوا انفسکم'' کے الفاظ میں پوشیدہ ہے مگر اسلام نے سود کو مطلق طور پر حرام قرار دیا اور یہ حرمت سود دراصل اسی تجارت کو ترقی دینے مزید پھلنے پھولنے کے لئے ہے ''احل اللّٰہ البیع وحرم الربوا'' ۱۴۲؎

''اللہ تعالٰی نے بیع وشرا کو حلال قرار دیا اور سودی کاروبار کو حرام قرار دیا ہے''۔

جدید دور کے جدید دانشوروں نے تجارتی سود کو جائز قرار دیا ہے بلکہ کہا تجارت کو قائم رکھنے کے لئے سود ایک ناگزیر وسیلہ ہے ،اگر سودی لین دین ختم کر دیا جائے تو ساری تجارتی کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مذہب اسلام ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کی کتابوں میں بھی سود کی حرمت کی طرف اشارہ ملتا ہے یہودی مذہب کی کتاب میں یہ عبارت موجود ہے ''جب تیرا بھائی محتاج ہو تو اسکی مدد کر اس سے فائدہ اور نفع طلب نہ کر'' ۱۴۳؎ اور نصرانی مذہب کی انجیل لوقا میں ہے ''بھلائی کے کا کرو اور قرض دو اسی کی واپسی کا انتظار کئے بغیر ،ایسی صورت میں تمہارا اجر بڑا ہوگا'' ۱۴۴؎

یہی نہیں بلکہ سودی نظام کی مضرت پر خود مغربی علماء معاشیات ماتم کناں ہیں چنانچہ جرمن کے عالم معاشیات ڈاکٹر شاخت نے دمشق میں ۱۹۵۳ء میں اپنے ایک لیکچر میں کہا تھا وہ الجبرا کے ایک (لامتناہی) سلسلۂ حساب کے ذریعہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ دنیا کی ساری دولت معدودے چند سود خواروں کے ہاتھوں میں کھچ آنے والی ہے اسکا سبب یہ ہے کہ سود پر قرض دینے والا ہمیشہ فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ قرض لینے والے کو کبھی نقصان ہوتا ہے اور کبھی فائدہ۔ ۱۴۵؎

حرمت سود کی مصلحت:۔

اسلام نے سود کی حرمت کے لئے بہت ساری مصلحتوں کو مدنظر رکھا ان میں اجتماعی ، انفرادی ،اخلاقی اور اقتصادی پہلو کی بنیادی طور پر رعایت کی گئی ہے۔

۱۔سود اس بات کا متقاضی ہے کہ انسان کا مال بلاعوض حاصل کیا جائے جو شخص ایک درھم درھم کے بدلے فروخت کرتا ہے اس کو بلاعوض ایک درھم زیادہ مل جاتا ہے حالانکہ انسان کا مال ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہے اور بڑی حرمت والی چیز ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے ''انسان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہے'' لہٰذا بغیر معاوضہ کے مال حاصل کرنا حرام ہونا ہی چاہئے۔

۲۔سود پر اعتماد کرنے کے نتیجے میں لوگ محنت کے ذریعہ کمانے سے جی چرانے لگیں گے کیونکہ صاحب مال کے لئے سودی لین دین کے ذریعہ زائد مال حاصل کرنا خواہ نقد ہو یا ادھار آسان ہوگا ایسی صورت میں وہ کسب وتجارت اور دشوار کاموں کے لئے کیوں محنت ومشقت کرنے لگے ،اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ عوام کا مفاد متاثر ہو جائیگا ،اصل میں دنیا کا مفاد تجارت ،صنعت وحرفت اور تعمیری کاموں ہی سے وابستہ ہے۔

۳۔اسکے نتیجہ میں قرض دینے کا جو معروف طریقہ لوگوں کے درمیان رائج ہے وہ ختم ہو جائیگا کیونکہ سود کو حرام قرار دینے کی صورت میں تو طبیعت اس بات کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے کہ ایک درھم قرض دیکر ایک درھم ہی واپس لیا جائے لیکن اگر سود کو جائز قرار دیا جائے تو حاجتمند کی ضرورت انہیں اس بات پر آمادہ کرے گی کہ وہ ایک درھم لیکر دو درہم واپس کر دے اس کے نتیجے میں انسانی ہمدردی اور احسان کا خاتمہ ہو جائیگا۔

۴۔قرض خواہ عام طور سے غنی اور مالدار ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل قرضدار محتاج ہوتا ہے لہٰذا سودی لین دین جائز قرار دینے کی صورت میں غنی محتاج اور کمزور سے زائد مال حاصل کرے گا۔ ۱۴۶؎

ان تمام مصلحتوں سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ سودی لین دین میں فریقین کے درمیان ناجائز طریقے سے حصول کا مال کی بنیاد پر باہمی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے مالدار غریب عوام کا خون چوس لیتا ہے۔

معاشرہ کی فضا مکدر ہو جاتی ہے گویا اسلام کا پیش کردہ اقتصادی امور کے تعلق سے سود کی حرمت بجا طور پر حق ہے۔

سود دینے والا اور لکھنے والا:

یہ حقیقت ہے کہ سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی دینے والے نیز اسکی کتابت کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔

''لعن اللّٰہ اکل الربوا وموکلہ وشاھدیہ وکتابہ''۔ ۱۴۷

مگر سودی معاملے کی شدید ضرورت کی بنا پر سود کھانے والا ہی اللہ کے غضب کا شکار ہوگا بقیہ افراد اس سے بری ہوں گے۔

۱۔ بشرطیکہ ضرورت حقیقی ہو، مجرد اپنی حاجت اور ترقی کے کاموں میں توسیع پیش نظر نہ ہو ،ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس سے بے نیاز ہوسکتا ہوا لا یہ کہ اپنے ہلاک کرنے کے لئے تیار ہوجائے مثلاً غذا، کپڑا، علاج جو نا گزیر ہے۔

۲۔ یہ رخصت بس اسی حد تک ہے کہ اپنی ضرورت کو پورا کیا جائے مثلاً اگر نو روپئے سے کام چلتا ہو تو دس روپئے قرض نہ لئے جائیں۔

۳۔ اس سے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے اور مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کی مدد کریں لیکن اگر ضرورت مند شخص سودی قرض کے سوا کوئی ذریعہ نہ پائے تو سودی قرض لے سکتا ہے بشرطیکہ اس کو نہ چاہنے والا ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو ایسی صورت میں اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۴۔ مجبوراً اسے یہ صورت اختیار کرنا پڑے تو وہ بکراہت یہ کہ کام انجام دے اور اس پر ناراضگی کا اظہار کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی صورت پیدا فرمادئے گا۔ ۱۴۸

حرمت سود کے معاشی اثرات

سود کے عمومی بدترین اثرات بہت زیادہ ہیں جو فرد و جماعت پر مرتب ہوتے ہیں جن سے معاشرہ ہلاکت کے دہانے پر پہنچ جاتا ہے مگر یہاں اقتصادی نقطۂ نظر سے سود کے اثرات کا جائزہ لیا جائیگا ان اثرات کو چند امور کے تحت درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ حرمت سود کا ایک اثر تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے تقسیم دولت کے نظام میں عدم توازن اور ناہمواری پیدا ہوجاتی ہے۔

۲۔ سودی نظام معاشیات کا یہ خاصہ اور لازمہ ہے کہ اس میں ایک فریق (سرمایہ) کا تو معین صورت میں بہرحال کھرا رہتا ہے لیکن دوسرے فریق (محنت) کا نفع مشتبہ اور موہوم رہتا ہے اور وسیع پیمانے کی تجارت خواہ کتنی ہی نفع بخش ہوجائے انہیں خطرہ سے خالی نہیں کہا جاسکتا۔

۳۔ قرض لینے والے کو سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور قرض دینے والے کی تجوری بھرتی چلی جاتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:۔

سودی کاروبار میں جو نقصان اٹھاتا ہے اپنی رضامندی ہی سے اٹھاتا ہے اور جب اپنی مرضی سے خطرہ مول لیتا ہے تو شریعت کیوں مداخلت کرتی ہے؟

اگر شبہ پر غور کیا جائے تو خود ہی اس کا ازالہ ہوجائے گا کہ اسلام نے کس مصلحت کے تئیں حرام قرار دیا ہے، مان لیجئے اگر کوئی کسی دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوجانے پر راضی ہو تو کیا یہ رضامندی قاتل کو جرم سے بری کرسکتی ہے؟

اگر کوئی زناکاری کا ارتکاب باہمی رضامندی سے کرے تو کیا مجرمین کی فہرست میں نہیں آئے گا بلکہ آج کے ہر غلط کام میں آپسی میل جول ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ ممکن نہیں کہ احکام شریعت بھی بدل جائے ،احادیث میں فریقین کی رضامندی کے باوجود تلقی الجلب ،بیع الحاضر للباد، محاقلہ، مزابنہ ،مخابرہ پر شدید نکیر کرتے ہوئے اس سے کنارہ کش کرنے کا حکم دیا اور یہی حکمت سود کے پیچھے بھی کارفرما ہے، فرانسیسی پروفیسر لوئی ماسین نون نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ ''سرمایہ داری اور اشتراکیت کے تصادم میں اسی تمدن اور تہذیب کا مستقبل محفوظ رہیگا جو سود کو ناجائز قرار دے کر اس پر عمل بھی کررہا ہو''۔ ۱۴۹

باب ششم
مزدور اور اسلام

مذہب اسلام ایک ہمہ گیر مذہب ہے اس نے ہر قسم کے لوگوں کی رعایت کی ان کے حقوق کی رعایت کی ،ان کے متعلق اخلاقی اقدار متعین کئے ،اسی بنا پر اسلام نے مزدور کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا ،انہیں ایک مقام عطا کیا ،ان کی حوصلہ افزائی کی اور مزدور کا مالک سے تعلق و واسطہ جوڑا تاکہ اجرت و محنت کے تئیں دونوں میں باہم کوئی کشیدگی پیدا نہ ہو ،ایک طرف مزدور مالک سے راضی ہو کر اپنی بساط بھر کام کرے تو دوسری طرف مالک مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کے کام کی مناسبت سے اجرت پیش کر دے۔

شرف محنت :۔

اسلام سے پہلے محنت و عمل کو حقیر و مذموم سمجھا جاتا تھا اگر کسی نے کوئی پیشہ اختیار کر لیا تو دوسرے لوگ اسے اپنے پاس بھٹکنے بھی نہیں دیتے ،اسے معاشرہ کا ذلیل اور کم رتبگی کا حامل شخص گردانا جاتا ،عرب کی بہت ہی مشہور و معروف کہاوت ہے ”ایک آزاد عورت کا فاقوں پر گذر کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی چھاتی کو ذریعۂ معاش بنالے“ ۱۵۰؎ گویا عرب قوم کے نزدیک دودھ پلانے کا متہم بالشان پیشہ باعث ذلت و شرمندگی تھا اور ایسا نہیں کہ صرف دودھ پلانا ہی عرب میں معیوب تھا بلکہ ہر وہ پیشہ جس میں محنت کا دخل تھا اسے کمتر سمجھا جاتا مثلاً جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھ کر سر کاٹنے کے لئے داڑھی پکڑی تو افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ابوجہل نے کہا اے کاش ! مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا

ہوتا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا او بکری کے چرواہے تو بڑی اونچی اور مشکل جگہ چڑھ گیا ہے۔۱۵۱؎

عرب کے بدو زراعت ، جہاز رانی اور دستکاری کے ساتھ تجارت کو بھی حقیر سمجھتے تھے ۱۵۲؎ اہل مکہ کا مدینہ والوں کو حقارت سے دیکھنے کی وجہ یہی تھی کہ وہ کاشت کار تھے ۱۵۳؎ بنو تمیم ، بنو ازد کو اس لئے کمتر سمجھتے تھے کہ ان کی عمان کے جہاز رانوں سے قرابت تھی۔۱۵۴؎

مگر اسلام کی آمد نے عرب کے اس جاہلی تصور پر ضرب کاری لگائی اور اس کی بھرپور تردید کی ، یہ تردید اپنے پہلو میں اصلاح و تنقید کا عنصر کھلتی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ محنت کے ذریعہ روزی حاصل کرنا قابل تعریف فریضہ ہے اور کوشش کرنے والوں کو ثمرات و فوائد دیا جائیگا ،شمیم طارق نے اکرام الضیوف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ”محنت و ہنرمندی کی فضیلت میں آپ کی متعدد احادیث کے ساتھ سیرت کی کتابوں میں یہ تفاصیل بھی موجود ہیں کہ۔

آپ ﷺ اپنے کپڑوں میں خود ہی پیوند لگاتے ، جوتے گانٹھ لیتے ، بکری دوہتے ، اونٹنی کے لئے چارہ تیار کرتے اور صفائی کرتے ، بازار سے سامان خرید کر خود ہی گھر لے جاتے ، مہمانوں کی خود ہی تواضع کرتے ، حتی کہ اپنے خدمت گاروں کے کام کر کے بھی انہیں آرام پہنچاتے تھے ۱۵۵؎ یہ تو انفرادی کام ہے آپ اجتماعی کاموں میں بھی دلچسپی لیتے اور لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔۱۵۶؎

توکل کا مفہوم :۔

توکل کے باب میں صوفیاء نے جو گل کھلا رکھا ہے وہ پڑھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے ، انہوں نے اصحاب صفہ کو اپنا رہنما اور نمونہ مان کر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا درس لیا ہے حالانکہ یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ اصحاب صفہ دنیا سے بالکل کٹ گئے ہوں جبکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے درس لیا کرتے تھے ،ان کے سامنے ”لا رھبانیۃ فی الاسلام “ ۱۵۷؎ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ ہم ” کھاتے بھی ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں ،شادی بھی کرتے ہیں‘ ۱۵۸؎ موجود تھا صوفیاء نے رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بھی دلیل پکڑی ہے ”اگر تم اللہ پر کما حقہ

توکل کرو تو وہ تمہیں اسی طرح رزق عطا فرمائیں گے جس طرح ان پرندوں کو رزق عطا فرماتے ہیں جو صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں''۔159

شمیم طارق صوفیاء کے مذکورہ استدلال پر ردوقدح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ''اس حدیث شریف میں شکم سیر ہو کر لوٹنے سے پہلے پرندوں کے تلاش رزق میں اپنے گھونسلے سے نکلنے اور پرواز سمیٹنے کے بجائے پھیلانے کا ذکر کیا گیا ہے''۔160

صوفیاء کی من مانی تاویل کی حقیقت اس حدیث سے بھی پورے طور پر آشکارا ہو جاتی ہے کہ''اونٹنی کو باندھ لو پھر خدا پر توکل کرو''۔161

اگر معاش کے لئے دوڑ دھوپ بے معنی ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کیا معنی متعین ہوگا''کسی ہٹے کٹے کمانے پر قادر شخص کے لئے زکوۃ میں کوئی حصہ نہیں''162 دوسری حدیث میں بصراحت یہ موجود ہے کہ''کسی ایسے شخص کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں ہے جو غنی ہو جس کے پاس طاقت ہو اور جس کے اعضاء سلامت ہوں''163

ان تمام نصوص سے توکل کا ایک سادہ مفہوم واضح ہو گیا کہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے معاش کی تگ و دو میں شرکت کرے، اگر وہ کوشش کے باوجود اسباب زندگی زیادہ مقدار میں مہیا نہ کر سکے تو اس پر صبر کرے اور مزید محنت کرے اور اگر تصور سے زیادہ مل جائے یا من موافق روزی پا لے تو اس پر اللہ کی شکر گذاری کرے۔ یہاں ایک قصہ ذکر کرنا بے معنی نہ ہوگا جس کو شمیم طارق نے''شرف محنت و کفالت''میں انتساب سے پہلے ذکر کیا ہے مگر اس کا حوالہ مذکور نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شقیق تجارت کی غرض سے سفر پر نکلنے سے پہلے اپنے دوست حضرت ابراہیم ادھم سے ملنے گئے کہ پتہ نہیں سفر میں کتنے دن لگ جائیں گے لیکن توقع کے خلاف چند ہی دنوں میں واپس وطن لوٹ آئے اور حضرت ابراہیم ادھم نے انہیں مسجد میں دیکھا تو حیرت سے پوچھا کہ کیوں شقیق اتنی جلدی لوٹ آئے؟ حضرت شقیق نے جواب دیا کہ حضرت میں کیا عرض کروں، راہ میں ایک حیرت انگیز منظر دیکھا اور الٹے پاؤں پھر آیا، ہوا یوں کہ سنسان جگہ پڑاؤ ڈالا کہ آرام کر سکوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پرندہ ہے جو دیکھ سکتا ہے نہ اڑ سکتا ہے مجھے خیال ہوا کہ اس ویران سنسان جگہ اس پرندے کی گذر بسر کیسے ہوتی ہوگی؟ ابھی میں اسی ادھیڑ بن میں تھا

کہ ایک دوسرے پرندے کو دیکھا جس کی چونچ میں کوئی چیز دبی ہوئی تھی، اس نے آتے ہی وہ چیز پہلے پرندے کے آگے ڈال دیا اور چلا گیا، اس طرح اس نے کئی پھیرے کئے اور بالآخر اس پرندے کا پیٹ بھر گیا جو نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ اڑ سکتا تھا یہ دیکھ کر میں نے سوچا کہ سبحان اللہ! جب اللہ اس ویران وسنسان جگہ روزی بھیج سکتا ہے تو پھر مجھے شہر در شہر بھٹکنے کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں راستے ہی سے لوٹ گیا، حضرت ابراہیم ادھم نے یہ سن کر کہا شقیق تمہارے اس طرح سوچنے سے سخت مایوسی ہوئی تم نے آخر اس معذور پرندے کی طرح بننا پسند کیوں کیا کہ جس کی زندگی دوسروں کے ٹکڑوں پر کٹ رہی ہے؟ تم نے یہ کیوں نہیں پسند کیا کہ تمہاری مثال اس پرندے جیسی ہو جو اپنا پیٹ بھی پالتا ہے اور دوسروں کا پیٹ پالنے کے لئے بھی کوشاں رہتا ہے کیا تم بھول گئے کہ''اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے''شقیق نے یہ سنا تو بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھے، ابراہیم ادھم کا ہاتھ چوما اور کہا ابو اسحاق تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔164

مزدور کا معیار انتخاب:۔

اسلام نے مزدور کے انتخاب کرنے میں دو چیزیں مدنظر رکھی ہیں، ایک تو یہ کہ وہ طاقت وصلاحیت کا مالک ہو دوسرے یہ کہ امانتداری اور دیانتداری اس کے اندر پائی جاتی ہو اسی چیز کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے''قالت احدھما یاابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین''165

''ان دونوں میں سے ایک نے کہا ابا جی آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو، مفسرین لکھتے ہیں کہ باپ نے بچیوں سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا کہ یہ طاقتور بھی ہے اور امانتدار بھی، جس پر بچیوں نے بتلایا کہ جس کنویں سے پانی پلایا اس پر اتنا بھاری پتھر رکھا ہوا کہ اسے اٹھانے کے لئے دس آدمیوں کی ضرورت ہوتی لیکن ہم نے دیکھا کہ اس شخص نے وہ پتھر اکیلے ہی اٹھا لیا اور پھر بعد میں رکھ دیا اسی طرح جب میں اس کو بلا کر ساتھ لا رہی تھی تو چونکہ راستے کا علم مجھے ہی تھا اس لئے میں آگے آگے چل رہی تھی اور یہ پیچھے پیچھے، لیکن ہوا سے میری چادر اڑ جاتی تھی تو اس

شخص نے کہا کہ تو پیچھے چل اور میں آگے آگے چلتا ہوں تا کہ میری نگاہ تیرے جسم کے کسی حصہ پر نہ پڑے راستے کی نشاندہی کے لئے پیچھے سے پتھر، کنکری مار دیا کر، واللہ اعلم بحال صحتہ۔۱۶۶؎

طاقت ایک جامع لفظ ہے اس میں ہر قسم کی طاقت وصلاحیت شامل ہے کیونکہ کسی کام کو کرنے کے لئے محض جسمانی طاقت ضروری ہوتی ہے اور کسی کے لئے فنی اور ذہنی صلاحیت اور کسی کے لئے دونوں، مثال کے طور پر ایک مزدور ومحنت کش یا مال بردار کا محض جسمانی طور پر قوی وتوانا ہونا ضروری ہے جب کہ پیشہ ورانہ کاموں کے لئے پروفیشنلزم (Professionalism) کا ہونا بہت ضروری ہے اس کے بغیر کوئی شخص اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرسکتا جس کے لئے اس کا تقرر ہوا ہے۔۱۶۷؎

یہاں یہ اعتراض بھی نہیں ہونا چاہئے کہ خلیفہ کے لئے امانتدار ہونے کے ساتھ امور سیاست ودفاع میں ماہر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ خلافت کے لئے ایک ناگزیر وسیلہ ہے تا کہ ملک وملت کا صحیح انتظام کرنے کے ساتھ دفاع بھی کیا جاسکے قاضی کے لئے قرآن وسنت، آثار صحابہ، اجماع امت اور قیاس کا جاننا ضروری ہے ائمہ کا قرآت وتجوید کے اصولوں کے لئے زرعی ٹیکسوں اور اراضی کی ناپ جوکھ کا علم ضروری ہے، اور فوج کے قائد کا فنون حرب میں ماہر، بہادر اور جنگی حکمت عملیوں کا واقف کار اور ان سب سے بڑھکر دل دردمند کا مالک ہونا ضروری ہے۔۱۶۸؎

انتخاب مزدور کے متعلق اس طرح کی ایک روایت آتی ہے کہ تقرریاں کرنے میں سب سے زیرک اور دانشمند تین تھے، حضرت شعیبؑ کی بیٹیاں جنہوں نے حضرت موسیٰ کو اجرت کے عوض کام پر رکھا، شہنشاہ مصر جس نے حضرت یوسف کو خزانے کا مختار بنایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جنہوں نے عمر کو اپنا جانشین وخلیفہ اور مسلمانوں کا امیر نامزد کیا۔۱۶۹؎

مزدور کے حقوق:۔

موجودہ زمانے کے دو بڑے معاشی نظام اشتراکیت اور سرمایہ داری اپنے ہمہ گیر افکار ونظریات کے ذریعہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اس نظام میں معاشیات سے متعلق سارے مسائل کا حل ہے چاہے ان مسائل کا تعلق کسان ومزدور سے ہو یا حصول مال سے ہو یا اشیاء صرف سے مگر

تحلیل وتجزیہ کے بعد یہ عقدہ کشائی ہوگئی کہ یہ دونوں نظام اپنی کھوکھلی تعلیمات سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

مذکورہ صفحات میں اشتراکیت اور سرمایہ داری نے ''مزدور'' کو جو مقام دیا ہے اس کا اندازہ ہو چکا ہے اب اس کا اسلام سے موازنہ کیجئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اخوانکم خولکم جعل اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم''۔۱۷۰؎

''خول (تمہارے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے) تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت بنایا ہے پھر جس کا بھائی کسی کے ماتحت ہو تو چاہئے کہ جو خود کھاتا ہو اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہو اسے پہنائے اور ان پر اتنا کام نہ لادو جو انہیں مغلوب کردے اور اگر ان پر بار ڈالو تو ان کی اعانت کرو''۔

اس میں ایک بات تو یہ ہے کہ اسلام نے مزدور کو ایک بلند مقام دیا ہے مالک کو تنبیہ دی کہ خبردار ماتحتوں کو بھائی جیسا رکھنا اور اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا جو سلوک بھائی کیساتھ کیا جا تا ہے یہ اور یہ بات ہے کہ تم مالک ہو اور وہ ماتحت ہے، یہ ابتداء ہی سے چلا آرہا ہے کہ اللہ نے بعض کو بعض کے ماتحت بنایا جو کہ قرآن کے بیان سے پتہ چلتا ہے''ورفعنا بعضھم فوق بعض درجات لیتخذ بعضھم بعضا سخریا''۱۷۱؎

''اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تا کہ ایک دوسرے کو ماتحت کرلے (جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں)۔

دوسری بات یہ ہیکہ مالکوں کا اخلاقی فریضہ ہے کہ جو کچھ کھائے وہ اپنے خادموں کو بھی کھلائے اور جو پہنے وہی اپنے ماتحتوں کو بھی پہننے کے لئے عطا کرے، اس کی وضاحت ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے''اگر تمہارا نوکر تمہارے لئے کھانا لاتا ہے اور تم اسے اپنے ساتھ بیٹھ کر کھانے کی دعوت نہیں دیتے تو اسے کھانے میں حصہ دو کیونکہ اس نے کھانا تیار کرنے میں گرمی اور مشقت برداشت کی ہے''۔۱۷۲؎

اس مزدور کا تیسرا حق یہ ہے کہ ان سے طاقت بھر ہی کام لیا جائے ان سے زیادہ کام کرانے کی سخت ممانعت ہے ساتھ ہی اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہیکہ اگر انہیں حد سے زیادہ کام دے دیا جائے تو مالک کو چاہئے کہ ان کی معاونت کرے، دوسری حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طاقت و استطاعت سے زیادہ کام لینے والوں کو منع کیا ہے۔۱۷۳

مزدور کا ایک حق یہ بھی ہیکہ اسے سرمایہ کے منافع سے اسکی حوصلہ افزائی کے لئے دیتے رہنا چاہئے تاکہ وہ اپنے مالک کا بھی شکر گذار رہو اور کام بھی محنت و لگن سے کرتا رہے "اعطوا لعامل من عمله فان عامل الله لا يخيب۔۱۷۴

کام کرنے والوں کو ان کے کام کے منافع میں حصہ دو کیونکہ اللہ کا عامل نامراد نہیں کیا جاتا۔

اگر کوئی آدمی اپنے خادموں سے بدسلوکی کا معاملہ کرتا ہے اور ہر طرح کا ظلم ان کے ساتھ روا رکھتا ہے تو مزدور کو اپنے مالک کے خلاف احتجاج بھی کرنے کا پورا پورا اختیار ہے یہی مفہوم سورۂ نساء کی اس آیت کا علماء کرام نے متعین کیا ہے۔

لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم وكان الله سميعا عليما۔۱۷۵

(برائی کے ساتھ اواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم کو اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا اور جانتا ہے) اس معنی کی روایت بھی ہے ایک شخص آیا اور اپنے قرض کی ادائیگی کا رسول اللہ ﷺ سے تقاضہ کرنے لگا اس نے بھری محفل میں سخت کلامی کی، اس کے گستاخانہ طرز تخاطب پر صحابہ کرام کو غصہ آ گیا اور وہ اس کی مرمت کے لئے اٹھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اسے کہنے دو جس کا کچھ حق نکلتا ہو وہ ایسی باتیں کر سکتا ہے ۱۷۶ اسی احساس ذمہ داری کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عاملوں کے ساتھ حسن معاملگی سے پیش آئے۔ آپ کا ایک تاریخی جملہ آج بھی ہزاروں نفوس قدسیہ کے سینوں میں محفوظ ہے کہ "دریاء فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر ضائع ہو جائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا اور پھر میری گرفت فرمائے گا"۔۱۷۷

مزدور کی ذمہ داریاں:۔

مزدور اپنے معاملہ میں آزاد نہیں ہے کہ جس طرح چاہے اپنا فریضہ انجام دے، اپنے فریضے کی انجام دہی میں جو بھی اصول مدنظر رکھے سب صحیح ہے اور پھر اس سے کسی قسم کی باز پرس نہ ہو بلکہ اسلام نے تو آجر اور ماجور دونوں کے کچھ حقوق متعین کئے ہے اور ان دونوں کے سر کچھ ذمہ داریاں بھی ڈالی ہیں اس لئے یہاں مزدور کو چند امور سے آگاہ ہونا انتہائی ضروری ہے ساتھ ہی ان امور کو بروئے کار لانا بھی ایک امر واقعی ہے اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ "جو شخص طب نہیں جانتا اور علاج و معالجہ کا پیشہ اختیار کرتا ہے تو اس صورت میں مریض کو ہونے والے نقصان کا ذمہ دار وہ خود ہے"۱۷۸

اس حدیث کی روشنی میں شمیم طارق نے فقہائے کرام کی رائے پیش کی ہے کہ۔

۱۔ اگر ماجور و ملازم اپنا فریضہ یا کام انجام دینے میں نااہل ہو، اگرچہ یہ نااہلی یا قوت و استعداد میں کمی بعض ایسی ناگزیر وجوہ یا مجبوریوں سے ہو مثلاً بیماری یا حادثہ جن کو ٹالنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے یا

۲۔ ماجور و ملازم اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے ناگزیر ذہنی جسمانی قوت اور فنی و ہنری صلاحیت و استعداد حاصل کرنے میں لاپرواہی برت رہا ہو یا

۳۔ اپنے کام و پیشہ سے متعلق شعبہ میں جدید ترین ترقیوں سے ناواقف یا ان سے استفادہ کرنے سے بے پرواہ ہو یا

۴۔ ایسی عادتوں اور علتوں کا شکار ہو گیا ہو جو اس کی قوت و استعداد کے لئے نقصان دہ ہوں۔

تو آجر و ماجور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یکطرفہ ان سے کام کے معاہدے کو رد کر دے لیکن دوسرے فقہائے کرام نے اسلام کے نظام عدل و احسان کے عمومی مزاج کو ذہن میں رکھتے ہوئے ۔۔۔۔

(الف) ان نقصانات کو جو ماجور و ملازم کی نااہلی، ناتجربہ کاری یا بدذہانتی و لاپرواہی کے

سبب ہوئے ہیں۔

(ب)ان نقصانات سے جوصلاحیت ودیانت اورخلوص اوراحتیاط کے باوجود غیر اختیاری طور پر ہو جائیں۔

الگ مانتے ہوئے صرف پہلے قسم کے نقصانات کے لیے ہی ماجور وملازم کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے ۱۷۹۔

اور ثانی الذکر فقہائے کرام کے نظریات کی دلیل ہیں ''المغنی'' کا ایک اقتباس نقل کیا ہے

''گلہ بان بھیڑیوں کے زخمی ہوجانے کا ذمہ دار نہیں ہے سوائے ان (مخصوص) حالات کے جن میں بھیڑیں اس کی غیر ذمہ داریوں یا لاپرواہیوں کے سبب ہوئے ہوں، اس بات پر عام اتفاق ہے کہ اگر گلہ بان نے غفلت ہوتی ہو یعنی بھیڑیں چر رہی ہوں اور وہ سو رہا ہو، بھیڑوں سے اس حد تک لاپرواہ ہوگیا کہ وہ آنکھ سے اوجھل ہوگئی ہوں یا انہیں اس بری طرح پیٹ رہا ہو یا بلاضرورت ایسے مقامات پر لے گیا ہو جہاں ان کا زخمی ہونا یقینی تھا تو اس کے زخم ہونے کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی''۔۱۸۰

اس بیان سے مزدوری کی ذمہ داری ہوگئی اور مزدور رہی نہیں کسی بھی کام سے منسلک کوئی بھی آدمی ہو اسے اس کام کی جانکاری جتنی ضروری ہے اتنی ہی ضروری ہے کہ امانتداری کے ساتھ اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دے رسول ﷺ کی وہ حدیث اس نکتے کی وضاحت کے لیے کافی ہوگی کہ تین قسم کے قاضی میں سے صرف وہی جنت کا مستحق ہوگا جو حق کو جانتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ صادر کرتا ہے باقی دو قسم کے قاضی اپنی انصافی یا لاعلمی کی وجہ سے موجب جہنم ہوں گے ۱۸۱

اسلام اور مزدور کا اجمالی تعارف:۔

محنت در محنت کش طبقہ سے متعلق بہت ساری باتیں خوف طوالت سے ذکر نہ کی جاسکیں تاہم بہت کچھ پہلوؤں کو اجاگر کردیا گیا جن کا مختصر تعارف پیش ہے۔

۱۔ضروریات زندگی کی بہم رسانی کے لحاظ سے مزدور اور سرمایہ کے درمیان کسی قسم کی

کشیدگی نہیں رہنی چاہئے اور نہ ہی ان میں حد درجہ تفاوت پایا جاتا ہو بلکہ تفاوت بھی نہ ہو۔

۲۔اوقات کار کی حد اور کام کی نوعیت کا یقین وغیرہ جسے معاملات مزدور کی قوت عمل اور جسمانی استطاعت کو مدنظر رکھ کر طے کیا جانا چاہئے۔

۳۔اگر پیداواری عمل میں اضافہ درکار ہے تو اس کے لئے یہ صورت درست نہیں کہ ایک ہی مزدور پر کام کے بوجھ میں اضافہ کر دیا جائے بلکہ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ مزدو روں کی خدمات حاصل کی جائیں۔

۴۔عطا و بخشش کے راستہ سے مزدور کو پیداوار کے منافع میں سے بھی کچھ نہ کچھ ملتے رہنا چاہئے۔

۵۔ریاست کی اہم ذمہ داری ہے کہ معاشرہ کے ایسے افراد کو تلاش کرے جو بے روزگار ہوں اور پھر انہیں روزگاری سے منسلک کردے۔

۶۔یہ ذمہ داری بھی ریاست ہی کی ہے کہ معاشرہ کے معذور لوگوں کی معاشی کفالت کی ذمہ داری نبھائے چہ جائے کہ معذوروں کا کوئی فرد کام سے جڑا ہو یا نہ ہو۔

۷۔ملازم و مزدور کا معیار انتخاب تقوی وطہارت کے علاوہ قوت ہنر اور امانتداری کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔

۸۔مالک مزدور کی پوری طرح معاشی کفالت کا ذمہ دار ہے چاہے وہ کفالت روٹی، کپڑا مکان سے متعلق ہو یا علاج ومعالجہ اور تعلیم وتعلم سے۔

۹۔مزدور کو ظلم واستحصال کے خلاف احتجاج کرنے کا پورا پورا اختیار ہے۔

۱۰۔فرائض میں کوتاہی کے بنیاد پر مزدور کو اپنے کام سے ہٹایا جاسکتا ہے الا یہ کہ وہ کوتاہی ایک شرعی عذر کی وجہ سے ہو۔

۱۱۔بے روزگار طبقہ کو کام دلانے میں وسائل کی فراہمی بھی ریاست ہی کے ذمہ ہے الا یہ کہ اس کے پاس وسائل موجود ہوں۔

قرض

ضرورت ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے کسی فرد بشر کو مفر نہیں ایک امیر کو بھی اس سے واسطہ پڑتا ہے اور ایک غریب تو اس سے دوچار ہوتا ہی رہتا ہے مگر ایک ضرورت ایسی ہے جو صرف غریب طبقہ کے لوگوں ہی کے ساتھ خاص ہے خواہ وقتی غریب ہو یا دائمی اور وہ ضرورت روپئے پیسے کی ہے آدمی کو جب روپیہ بھی میسر ہو جاتے ہیں تو پھر مذکورہ آدمی اس روپئے سے اپنی ضرورت تکمیل کرتا ہے، ضرورت کی تکمیل کرنے والے کو جو رپیہ ملتا ہے وہی عرف عام میں ''قرض'' کہلاتا ہے اسلام میں اس قسم کا معاملہ جائز و روا ہے بلکہ اسلام نے تو احسان کرنے والے کو یہاں تک ابھارا کہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کیا کرو، اس کا بہترین صلہ اللہ کے پاس پاؤ گے۔''من ذاالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا فیضاعفہ ولہ اجر کریم ''۱۸۲

''جو اللہ کو قرض حسن دیتا ہے اللہ اس کو دوگونہ عطا کرتا ہے اور درحقیقت اس کے لئے بہترین اجر ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے امت محمدیہ کو قرض دینے پر ابھارا اور اس بات کا یقین واثق دلایا ہے کہ قرض دینے کی صورت میں اس کو دہرا اجر ملے گا اس سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر یہ بھی ہے کہ اگر کوئی قرض لیکر اس کی ادائیگی نہ کر سکے اور مقروض قرض خواہ سے مہلت کا مطالبہ کرے تو یہ قرض خواہ کا اخلاقی اور اسلامی فریضہ ہے کہ وہ اسلامی اخوت و محبت کے پیش نظر روپئے دستیاب ہونے تک مہلت دیدی جائے، یہ قرض خواہ کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن سادہ اسلوب میں اپنے ماننے والوں کو خطاب کرتا ہے''وان کان ذوعسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون ''۱۸۳

''اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو''۔

موجودہ زمانے میں قرض کی ادئیگی نہ ہونے کی صورت میں لوگ سود در سود لیتے ہیں ایک تو غریب کو ضرورت کی بنا پر قرض لینا پڑتا ہے دوسرے غریب ہی سے قرض میں تاخیر کے بدلے مزید سود وصول کر کے اسے اور کنگال بنا دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ بہت خطرناک سامنے آتا ہے غریب و ضرورت مند در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے وہ جتنا بھی دوڑ دھوپ کرے سود کی ادائیگی اس کے لئے محال تر ہو جاتی ہے اسلام نے اتنے بڑے فساد و بگاڑ کی راہ ہموار کر دی اور پیچ در پیچ پڑنے والے مسائل کی گتھی سلجھادی اور معاشرہ کے ضرورت مندوں کو امیروں یعنی قرض خواہوں کے زیر عاطفت جینے کا سہارا دیا، ضرورت منداور مقروض کی مدد کرنے کے بے شمار فوائد ہیں اس سلسلہ میں متعدد احادیث ہیں، آپ فرماتے ہیں:

۱۔ جو قیامت کے روز کرب و اضطراب سے بچنا چاہے اسے مقروض کی حالت درست کرنی چاہئے کم از کم اس میں تاخیر کی صورت پیدا کر دینی چاہئے۔۱۸۴

۲۔ جس نے تنگ حال مقروض کو مہلت دی یا اصل قرض میں سے اس کے لئے کچھ کمی کر دی تو قیامت کے دن اللہ اسے عرش تلے جگہ دے گا۔۱۸۵

۳۔ اس شخص پر خدا اپنے رحم و کرم کی بارش کرے جو خرید و فروخت میں خوش دلی اور سلیقہ مندی برتتا ہے اور قرض کا تقاضہ کرنے میں نرمی سے پیش آتا ہے۔۱۸۶

''فنظرۃ الی میسرۃ '' سے کچھ لوگوں نے یہ دلیل پکڑی ہے کہ اگر قرض کی ادائیگی میں مہلت کی گنجائش ہے تو قرض لینے والے خوب ٹال مٹول کریں گے، حالانکہ اس طرح کے استدلال کرنے والوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ قرض ہی نہیں بلکہ اسلام کا پورا نظام اخلاقی تعلیمات پر قائم ہے اور قرض لینے والا خواہ مخواہ کی ٹال مٹول کر کے کبھی بھی اپنی عاقبت برباد نہیں کرے گا (اگر اس کا اللہ اور یوم آخرت اور یوم جزا و سزا پر ایمان ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''مال رکھنے والے کا قرض کی واپسی میں خواہ مخواہ کی تاخیر کرنا صریح ظلم ہے''۱۸۷ دوسری حدیث میں ہے ''قرض کی بروقت واپسی واجب اور فرض ہے''۱۸۸ اور دوسری حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرض کی حالت میں مرنے والے کا قرض معاف نہیں ہوگا الا یہ کہ اسکے ورثاء اسکی ادائیگی کر دے یا اس کی ادئیگی کی وصیت کر گیا ہو (اور اسکی وصیت کا نفاذ عمل میں لایا جائے)۔۱۸۹

کسب معاش کے حرام طریقے

جوا کا کاروبا کرنا:۔

جوا ایک مذموم کھیل ہے اس کھیل میں ایک کو زبردست خسارہ ہوتا ہے جبکہ دوسرا فریق بغیر کسی محنت وتعب کے بہت سارا مال ومتاع جیت لیتا ہے اس میں لوگ نہ جانے کیا کیا ہار جاتے ہیں، مال متاع، گھر اور بیوی تک ہار کر شرمندگی اٹھاتے ہیں، یہی شرمندگی اگر ابتداء ہی میں محسوس کرے تو پھر جوا کھیلنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، جوا ایک طرح کا نشہ ہوتا ہے جو بمشکل ختم ہوتا ہے یہ نشہ اس وقت تک شیطان بن کر اس کی کھوپڑی میں گھسا رہتا ہے جب تک کہ اس کی لٹیا نہ ڈوب جائے، یہ ایک طرح کا دھوکہ اور فریب کاری ہے اسلام میں فریب کاری تو ممنوع ہے ہی جوا کی بھی منصوص طور پر حرمت ثابت ہے۔

''یاایھاالذین اٰمنواانماالخمروالمیسروالانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون''۱۹۰

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاحیاب ہو۔''

جوا کی حرمت کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں۔

۱۔اسلام چاہتا ہے کہ اکتساب مال کے سلسلہ میں مسلمان سنن الٰہی کا متبع ہو اور نتائج کو اسباب کے ذریعہ حاصل کرے اور جوا جس کی ایک قسم لاٹری ہے انسان کو بخت واتفاق اور خالی آرزوؤں پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے عمل، جدوجہد اور ان اسباب پر بھروسہ کرنا سکھاتا ہے جنھیں اللہ نے پیدا فرمایا ہے اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔اسلام انسان کے مال کو محترم ٹھہراتا ہے اور اس کے لینے کی جائز صورت یہ ہے کہ یا تو جائز طریقہ پر لین دین ہو یا کوئی شخص اپنی رضامندی سے ہبہ یا صدقہ کرے رہا قمار کے ذریعہ مال حاصل کرنا تو وہ باطل طریقہ پر مال کھانے کے مترادف ہے۔

۳۔اس سے جوا کھیلنے والوں کے درمیان بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے اگرچہ وہ زبانی طور پر رضامندی کا اظہار کرتے ہوں کیونکہ ان کا معاملہ ہمیشہ غالب اور مغلوب کے درمیان رہتا ہے اور جب مغلوب خاموشی اختیار کرتا ہے تو اس کی خاموشی غیظ وغضب لئے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ وہ نقصان اٹھا چکا ہوتا ہے۔

۴۔بازی ہار جانے کی صورت میں مغلوب دوبارہ جوا کھیلنے پر آمادہ ہوجاتا ہے اس امید پر کہ شاید اب کی بار نقصان کی تلافی ہوگی، اسی طرح غالب کو غلبہ کی لذت دوبارہ بازی لگانے اور مزید نفع بٹورنے پر آمادہ کرتی ہے۔

۵۔بنابریں یہ شوق جس طرح فرد کے لئے خطرہ کا باعث ہے اسی طرح سماج کے لئے بھی خطرہ کا شدید باعث ہے، یہ ایسا شوق ہے جس میں محنت اور قوت کی بربادی ہے۔

غرض یہ کہ یہ کھیل جوئے بازوں کو بالکل معطل کر کے رکھ دیتا ہے جو زندگی کی محنت سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتے۔

قمار باز ہمیشہ اپنے رب کی عائد کردہ ذمہ داریوں سے غفلت برتتا ہے نیز اپنے نفس اپنے خاندان اور اپنی ملی ذمہ داریوں سے بھی بے پرواہ ہوجاتا ہے۔

ایسے لوگوں سے کچھ بعید نہیں کہ وہ اپنے دین، اپنی عزت اور اپنے وطن کو بھی اپنے مفاد کی خاطر بیچ دیں۔۱۹۱

لاٹری بھی جوا ہی کی ایک قسم ہے مگر بعض لوگوں نے اسے ضرورتاً جائز قرار دیا ہے یہ ان کی بڑی بھول ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ لاٹری جوا کی ایک قسم ہی ہے اور جب یہ متحقق ہے کہ لاٹری جوا کی قسم ہے تو پھر اس کی حرمت پر کوئی کلام نہیں۔اسکے ذریعہ کمائی ہوئی دولت بھی حرام ہوگی، اس کی بدولت آدمی اللہ کے عتاب سے نہیں بچ سکتا۔

شراب کا پیشہ اختیار کرنا:۔

شراب کو ''ام الخبائث'' کہا گیا ہے کیونکہ آدمی شراب کی حالت میں کچھ بھی کرسکتا ہے زنا کاری کا ارتکاب کرسکتا ہے کسی کی حرمت پر ڈاکہ زنی کرسکتا ہے ۔اور وہ خودکشی بھی کرسکتا ہے، مشہور ومعروف واقعہ ہے ،ایک آدمی کو تین کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا گیا چاہے وہ شراب نوشی کرے یا زنا کاری کرے یا ایک آدمی کو موت کی گھاٹ اتار دے،اس نے تین کام میں شراب نوشی کو پسند کیا اور وہ جب پی لیا تو نشہ کی حالت میں زنا کاری کا بھی ارتکاب کرلیا اور آدمی کو بھی قتل کردیا،اور یہ حقیقت ہے کہ اس سے بہت ساری خرابیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، بیماریاں بھی وقوع پذیر ہوتی ہیں،رسول اکرم ﷺ نے اللہ کی طرف سے شراب کی حرمت کا اعلان کردیا ہے''کل مسکر خمر وکل خمر حرام ''[۱۹۲] ''ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر خمر (شراب) حرام ہے۔

''ان اللہ حرم الخمر وثمنها وحرم الميتة وثمنها وحرم الخنزير وثمنه''[۱۹۳]

''اللہ نے شراب حرام کیا ہے اور اسکی قیمت بھی حرام ہے،مردار اور اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا سور کا اور اس کی قیمت کی حرمت کا بھی اعلان ہو چکا ہے''۔

''لعن الخمر وشاربها وساقيها ومبتاعها وبائعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه''[۱۹۴]

شراب پینے سے جہاں اسلامی نقطۂ نظر سے بہت ساری خرابیاں ہوتی ہیں وہیں طبی نقطۂ نظر سے بھی آدمی متعدد خرابیوں اور بیماریوں کا شکار ہوتا ہے مثلاً۔

۱۔محنت کرنے کی صلاحیت ولیاقت ختم ہونے لگتی ہے۔
۲۔مالی حالت خراب تر ہوجاتی ہے۔
۳۔خون کی رفتار کافی تیز ہوجاتی ہے۔
۴۔دل کی دھڑکن بند ہوجاتی ہے۔

۵۔آدمی اپنا ہوش کھو بیٹھتا ہے اور اسے کسی چیز کا علم نہیں رہ جاتا۔
۶۔آدمی کے اندر گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔
۷۔خاندانی انتشار بڑھ جاتا ہے۔
۸۔دل سے متعلق امراض نمودار ہوجاتے ہیں۔
۹۔اور اسی شراب کے استعمال کرنے سے کینسر بھی ہوجاتا ہے۔

زنا کاری کا دھندا کرنا:۔

زنا کاری ایک بدترین کام ہے،اسلام نے اس فعل کو ناجائز اور حرام بتلایا، جو بھی اس کا ارتکاب کرے گا اس پر اسلامی قانون کی رو سے حد جاری کی جائیگی۔

اگر وہ شادی شدہ ہے تو سنگسار کیا جائے گا اور غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑا ما جائیگا اور ایک سال کے لئے شہر بدر کیا جائے گا یہ قرآن کا حکم ہے۔

''الزانية والزانى فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة''[۱۹۵]

''زنا کار عورت اور مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ''۔

دوسری جگہ زنا کاری پر ضرب کاری لگاتے ہوئے قرآن گویا ہے۔

''ولا تقربوا الزنى فانه كان فاحشة وساء سبيلا''[۱۹۶]

''خبردار زنا کے قریب بھی نہ بھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے اسکی مذمت کرتے ہوئے فرمایا''اذا زنى الرجل خرج منه الايمان فكان عليه كالظلة فاذا اقلع رجع اليه الايمان''[۱۹۷]

''جب آدمی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان خارج ہوجاتا ہے گویا اس کے اوپر سایہ کی طرح رہتا ہے اور جب اس سے باز آجاتا ہے تو ایمان اسکی طرف لوٹ جاتا ہے''۔

یتیم کا مال ہڑپنا:۔

رسول اللہ ﷺ نے یتیم کی اچھی پرورش وپرداخت کرنے کی تلقین کی اوراس کی اچھی طرح خبرگیری کرنے والے کو جنت کی بشارت سنائی، ساتھ ہی یہ ان لوگوں کے لئے وعید بھی سنائی جو یتیم کے مال پر ناجائز قبضہ جمانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کا مال ہڑپ کر انہیں گھر سے بے گھر کردیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے ''ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ''[۱۹۸]

اوررسول اللہ ﷺ نے فرمایا''انا وکافل الیتیم فی الجنۃ ھکذا واشار بالسبابۃ والوسطی وفرج بینھما''[۱۹۹]

''کہ میں اور یتیم کی پرورش وپرداخت کرنے والا جنت میں ایسے رہوں گا جیسے میرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی''۔

رشوت بازاری کرنا:۔

رشوت یہ ہے کہ مال صاحب اقتدار یا سرکاری ملازم کو پیش کیا جائے تاکہ وہ اس کے حق میں یا اس کے حریف کے خلاف فیصلہ یا اس کا کام کرے، یا اس کے حریف کے کام کو مؤخر کردے اور یہ بھی کسب معاش کے باطل طریقوں میں سے ہے، قرآن میں مذکور ہے''ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون''[۲۰۰]

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ، نہ حاکموں کو رشوت پہچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کرلیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو''۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا

''لعنۃ اللہ علی الراشی والمرتشی فی الحکم''[۲۰۱]

''کسی بھی معاملہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت

ہے اور یہ دونوں اللہ اور رسول کے نظر میں ملعون ہیں''۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں رشوت ستانی کی حرمت میں کوئی امر مشتبہ نہیں رہا رشوت کی خرابی یہ ہوتی ہے کہ حکام کے نزدیک جس کا کام پہلے ہوتا ہے وہ مؤخر کردیا جاتا ہے اور بعد والے کام کو مقدم کردیا جاتا ہے اس سے دونوں فریق میں نزاع پیدا ہوجاتا ہے اور اگر پہلے سے دونوں میں کشیدگی کا معاملہ ہو تو پھر باہمی نزاع کا رنگ گاڑھا ہوجاتا ہے۔

یہاں ایک بات اورغور کرنے کی ہے کہ کچھ لوگ رشوت کو ہدیہ کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رشوت ستانی میں داخل نہیں ہے بلکہ یہ تو ہدیہ ہے اور اسلام ہدیہ دینے کی کلی آزادی دیتا ہے، یہ ایک قسم کی منافقانہ چال ہے اس سے اسلامی تعلیمات پر ضرب پڑتی ہے، رشوت کا نام ہدیہ رکھنے سے کبھی ہدیہ نہیں کہلائے گا، اگر کوئی زہر کو قند سمجھ کر پی جائے تو یہ ضروری نہیں کہ اس کا ذائقہ میٹھا ہوجائے اور نہ ہی اس کی موت کی کوئی ضمانت ہوگی۔

مال میں خیانت کرنا:

کسی کے مال میں خیانت کرکے اپنی معیشت بڑھانا اور اپنے لئے سامان تعیش مہیا کرنا حرام ہے، اس کو قرآن وحدیث دونوں نے مذموم ٹھہرایا ہے قرآن کا بیان ہے''فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی أوتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ''[۲۰۲]

''اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کردے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے''۔

اسی مفہوم کو قرآن نے دوسری جگہ بایں الفاظ بیان کیا ہے''ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ ثم توفی کل نفس ماکسبت''[۲۰۳]

''ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا پھر ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور رسول اللہ نے بھی اس کی مذمت بیان کی ہے اور خیانت کرنے والے کے متعلق یہ فرمایا کہ''آیۃ المنافق ثلاثۃ اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان''[۲۰۴]

''منافق کی تین نشانیاں ہیں پہلی نشانی یہ ہے کہ جب وہ کسی سے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور تیسری نشانی یہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔

دوسری حدیث ہے''من استعملناه على عمل فرزقناه رزقافمااخذه بعدذلك فهوغلول''۲۰۵

''جس کو ہم نے کسی کام ہر مقرر کردیا اور اس کے معاش کا بھی انتظام کردیا اسکے بعد جو کچھ لے گا وہ خیانت ہوگی۔

اور خیانت کا انجام تو واضح ہے اس کو مزید واضح کرنے کی ضرورت نہیں۔

چوری کرنا:

معیشت کے لئے یہ طریقہ بھی غلط ہے کہ آدمی کسی کے گھر پر شب خوں مارے اور مال و جائداد پر قبضہ جمالے، یارات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر لوگوں کا مال لوٹے، ایسے شخص کو اسلام مجرمین کی فہرست میں شمار کرتا ہے اور اس پر حد جاری کرتا ہے۔

''والسارق والسارقة فاقطعواايديهماجزاء بماكسبانكالامن الله والله عزيزحكيم''۲۰۶

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جوانہوں نے کیا، عذاب اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت وحکمت والا ہے۔

حدیث رسول میں اس کی صراحت ہے کہ کلائی سے ہاتھ کاٹا جائے گا، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ بہت سختی کرتے تھے کیونکہ چوری کرلینا اور بات ہے اور چوری کا پیشہ اختیار کرلینا یہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے جو رہزنی اور قزاقی کو اپنی صنعت وتجارت بنالے تو پھر اس سے کسی بھی خیر کی امید بعید از قیاس ہے، آپ کا فرمان عالیشان ہے کہ''اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیتا''۔۲۰۷

اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں مال چوری کا ہے اور پھر اس مال کو خرید لے تو ایسا

شخص بھی گنہگار ہوگا۔ بیہقی کی روایت ہے''من اشترى سرقةوهويعلم انهاسرقةفقداشترك فى اثمها وعارها''۲۰۸

جس نے چوری کا مال خریدا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوگا۔

رقص وسرود کا پیشہ اختیار کرنا:۔

موجودہ زمانے میں دولت حاصل کرنے کا ایک اچھا راستہ لوگوں کو یہ مل گیا ہے کہ وہ رقص وسرود کی بزم آرائیاں کرتے ہیں اس کے ذریعہ لوگوں کی جنسی خواہشات کا احترام کرتے ہیں غلط قسم کی حرکتیں کرتے ہیں اور لبھانے والے اکٹنگ سے لوگوں کو اپنی جانب مائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

طرفہ تماشا یہ کہ اسے''فن''(Art) کا نام دیا جاتا ہے، ماتم ہے بے غیرت انسانوں پر جو معاشرہ کے تباہ کن عناصر کو ترقی کا جزءلاینفک قرار دیتے ہیں۔

اس کام میں فاحشہ عورتیں اور ذلیل وخوار انسان دونوں مشترک ہیں، مگر صنف نازک کی کثرت ہوتی ہے، عورتوں کی بہتات کا سبب بھی ظاہر ہے قرآن تو اس کے قریب بھٹکنے سے بھی منع کرتا ہے اور ایسا کام کرنا اسے ذریعۂ معاش بنانا تو دور کی،''ومن الناس من يشترى لهوالحديث ليضل عن سبيل اللهبغيرعلم ويتخذهاهزوا،اولئك لهم عذاب مهين''۲۰۹

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے ہنسی بنائیں، یہی لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

امام جریر طبری فرماتے ہیں کہ''لهوالحديث''سے مراد غنا، رقص اور ہر وہ کھیل جس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہو۔۲۱۰

تفسیر جونا گڈھی میں ہے کہ''لهو الحديث''سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز وسامان اور

آلات، سازو موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دے، اس میں رقص
کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور جنسی سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچارک
اخبارات سبھی آتے ہیں، اور جدید ترین ایجادات ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔
مزید لکھتے ہیں ''عہد رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اسی
مقصد کے لئے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں تا کہ قرآن اور اسلام سے وہ
دور رہیں، اس اعتبار سے گلوکارائیں بھی آجاتی ہیں جو آج کل فنکار، فلمی ستارہ اور ثقافتی سفیر اور پتہ
نہیں کیسے کیسے مہذب، خوشنما اور دلفریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں''۔۲۱۱

قرآن کی دوسری آیت ہے

''ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب
الیم فی الدنیا والاخرۃ واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون ''۲۱۲

''جو مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا و
آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔''

اس آیت میں بھی ''فاحشہ'' سے مراد وہی ہے جو مذکورہ آیت کے لفظ ''لھو الحدیث'' سے
مراد ہے۔۲۱۳

نرخ چڑھنے پر مال فروخت کرنا:

یہ بھی معیشت کے لئے غلط راہ ہے جو تاجر اس وقت کا انتظار کرے جب بازار میں اشیاء
کی قیمت بڑھنے لگے پھر اپنے گھروں سے سامان بازار میں لائے۔
ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ وہ محض گنہگار ہے۔

''لا یحتکر الا خاطی'' ''۲۱۴'' اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار ہے۔''

دوسری حدیث ہے

''من احتکر الطعام اربعین لیلۃ فقد بری اللّٰہ منہ ''۲۱۵
جس نے چالیس دن تک غلہ روکے رکھا اس سے اللہ بری الذمہ ہے۔

''الجالب مرزوق والمحتکر ملعون ''۲۱۶'' بازار میں مال درآمد کرنے
والے کو رزق دیا جاتا ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔''

بڑے سے بڑا تاجر ہو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی روزی اس کے ہاتھ میں ہے اللہ چاہے
تو مشتری خود بخود دو دو کاندار تک پہنچ جائے، نہیں چاہے تو کسی تاجر کا یہ بس نہیں کہ مشتری کو اپنی تجا
رت گاہ تک کھینچ لائے اور جب یہ متعین ہو گیا کہ روزی دینے والا اللہ ہی ہے اس کے سوا کسی کے
بس میں نہیں کہ روزی دے سکے تو پھر تجارت میں امانتداری کا معاملہ کرنا چاہئے، اس امانت داری
سے اللہ کی رضامندی بھی ملے گی اور خریدار میں امانتداری کا شہرہ ہوگا جس سے خریدار پر اچھا اثر پڑ
ے گا اور زیادہ مقدار میں تجارت کا مال فروخت ہوگا، ایسی صورت میں نرخ چڑھنے کا انتظار کرتے
ہوئے مال روکے رہنا اور ضرورت مند لوگوں کو فاقوں پر مجبور کرنا خصوصاً معاشرہ کے غریب محتاج
اور نادار قسم کے لوگوں پر بھوک مری سی حالت و کیفیت طاری کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے اور کون
دانشمند اس حماقت کی تصویب کرے گا؟
اس لئے بہتر صورت وہی ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔

کسب محارم کے مہلک اثرات:

جیسے ہی معاشی بھاگ دوڑ کی راہ ٹیڑھی ہوتی ہے معاشیات میں پیچ پڑنے لگتے ہیں
اخلاقی گراوٹ پیدا ہو جاتی ہے، سماجی خرابیاں رونما ہو جاتی ہیں، اسلامی حکمت و مصلحت کا خون
ہونے لگتا ہے، سارا کا سارا معاشرہ ضلالت کے عمیق غار پر پہنچ جاتا ہے اس کے مزید نقصانات
اور مہلک اثرات پر غور کیجئے۔

۱۔کسب معاش کیلئے باطل طریقے اختیار کرنے والوں کی دین و دنیا دونوں برباد ہو جاتی
ہیں، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے۔

۲۔معاشرے میں چوروں اور رہزنوں کی زیادتی ہو جاتی ہے اور چوروں کا حوصلہ بڑھتا
ہے۔

۳۔جس نے کبھی چوری نہ کی ہو اس کے اندر بھی چوری کرنے کا داعیہ پیدا ہونے لگتا

ہے۔

۴۔ کچھ ایسے بھی پیشے ہیں جن سے متعدد امراض پیدا ہوتے ہیں جو آدمی کے لئے سم قاتل اور زہر ہلاہل ہیں۔

۵۔ باطل طریقے سے مال حاصل کرنا دراصل مال ضائع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کے بدلے آدمی اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔

۶۔ بازاری حالت میں ابتری پھیل جاتی ہے اور اسکا سارا نظام درھم برھم ہوجاتا ہے۔

۷۔ زنا کاری ویسے بھی بدترین خصلت ہے مزید اس سے انسانی نسل تباہ ہوجاتی ہے اور اسکے اثرات خاندان پر بھی برے ثابت ہوتے ہیں۔

۸۔ بیع وشرا میں طرفین کے مابین باہمی رنجش وعداوت اور دائمی نفرت پیدا ہوجاتی ہے

۹۔ معاشرے میں غلط قسم کے عناصر رواج پاپاجاتے ہیں اور انہیں پھلنے پھولنے کا بہترین موقع مل جاتا ہے۔

۱۰۔ حلت وحرمت کا معیار ختم ہوجاتا ہے اور بغیر کسی تفریق کے لوگ حصول رزق میں سرگرداں رہتے ہیں۔

۱۱۔ جنسی شہوت ابھرتی ہے اور صالح افراد اس سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں جو ان کی ایمانی پہچان بھی مٹادیتی ہے۔

۱۲۔ اسلامی تعلیمات کے فروغ واشاعت میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا کردیتی ہے۔

کسب معاش کا اسلامی ضابطہ:

اسلام نے حصول معاش کے لئے قواعد وضوابط مرتب کیا ہے، کسی بھی تاجر یا معاشی مسابقت میں حصہ لینے والے کو آزاد نہیں چھوڑا کہ جب چاہے اور جس طرح چاہے مال حاصل کر کے اپنی تجوری بھرتا چلا جائے، اور دوسرے لوگ اس میدان میں پیچھے رہ جائیں یا نقصان اٹھاتے رہیں بلکہ ہر ایک کو حق عطا کیا گیا کہ معاش کے لئے کوشش کرسکتا ہے مگر باہمی رضامندی ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ ایک کا نفع دوسرے کے نقصان پر مبنی ہو بلکہ اگر شرکت والی تجارت ہے یا کوئی اور

تجارت ومعیشت ہے تو فریقین کو نفع ونقصان میں شریک ہونا چاہئے ورنہ وہ سود کی تعریف میں داخل ہوجائے گا، اس نکتہ کی وضاحت سورۂ نساء میں نہایت بلیغ انداز میں کی گئی ہے۔

''یاایھاالذین آمنوالا تاکلوااموالکم بینکم بالباطل الاان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلواانفسکم ان اللّٰہ کان بکم رحیماومن یفعل ذلک عدواناوظلمافسوف نصلیہ ناراوکان ذلک علیٰ اللّٰہ یسیرا'' ۲۱۷

''اے ایمان والو! آپس کے مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے ہو، خرید وفروخت اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم سے کرے گا تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

اور حدیث میں ہے ''البیعان بالخیار مالم یتفرقا'' ۲۱۸ دونوں باہم سودا کرنے والوں کو جب تک جدا نہ ہوں اختیار ہے''۔

کسب معاش کے روحانی ذرائع

کسب معاش کے مادی ذرائع کا ذکر اوپر ہوچکا ہے یہاں روحانی ذرائع پر گفتگو کرنی ہے۔

روحانی ذرائع سے میری مراد ''استغفار وتقویٰ، توکل علی اللہ، طالب علم پر خرچ کرنا، حاجت مندوں کے ساتھ احسان، اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا وغیرہ۔

قرآن وحدیث سے یہ روایت ثابت ہے کہ توبہ واستغفار سے روزی میں زیادتی ہوتی ہے قرآن کی آیات اس بات کی شہادت پیش کرتی ہیں۔

''فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل انھارا'' ۲۱۹

''اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنا گناہ بخشواؤ اور معافی مانگو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے اور تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے درپے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں

باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔

تقوی کے متعلق ہے" ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب "۲۲۰

"اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے کافی ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے روزی ایسی جگہ سے عطا کرتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو،

اعتماد کے متعلق قرآن میں ہے" ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ا ن اللّٰہ بالغ امرہ قدجعل اللّٰہ لکل شئی قدرا "۲۲۱

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے ہی رہیگا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

اس کی تفسیر میں ربیع بن خشیم فرماتے ہیں کہ" اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر چیز کے مقابلے میں کافی ہو جاتا ہے جو لوگوں کے لئے تنگی کا سبب بنتی ہے"۲۲۲

صلہ رحمی سے بھی روزی بڑھتی ہے" من سرہ ا ن یبسط فی رزقہ وان ینسالہ فی اثرہ فلیصل رحمہ "۲۲۳

"جو شخص اپنے رزق میں فراخی اور اپنی عمر میں اضافہ پسند کرے وہ صلہ رحمی کرے"۔

اور ضعیفوں کے ساتھ احسان کرنے کے متعلق ایک حدیث وارد ہے۔

"ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم "۲۲۴

"تمہاری رزق مدد صرف تمہارے کمزوروں کی وجہ سے کی جاتی ہے اور انہیں کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔

ان کے علاوہ بھی دوسرے روحانی ذرائع ہیں جن سے روزی حاصل کی جاتی ہے اور حاصل شدہ روزی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۲۲۵

ذاتی ملکیت کے ذرائع

اس عنوان کی وضاحت کے لئے درج ذیل نکات پر غور کریں۔

۱۔ذاتی ملکیت کا ایک ذریعہ شکار ہے جو قدیم ترین ذریعۂ معاش اور آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں مختلف قسم کے مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

۲۔جن افتادہ زمینوں کا کوئی مالک نہ ہو ان کو کسی طریقہ سے کارآمد بنالینا، اس سلسلہ میں یہ لازم ہے کہ زمین پر قبضہ کرنے کے بعد تین سال کے اندر وہ شخص اس کو کارآمد بنالے ورنہ اس کا حق ملکیت زائل ہو جائے گا۔

۳۔کان میں سے جو کچھ نکلتا ہے اس کا ۴/۵ حصہ نکالنے والے کی ملک قرار پاتا ہے اور ۱/۵ زکوۃ، کیونکہ یہ دفینہ اصلاً مباح تھا جسے فرد محنت ومشقت کر کے حاصل کرتا ہے۔

۴۔خام مواد سے مصنوعات کی تیاری کرنا تا کہ اس سے زندگی کی کوئی ضرورت پوری ہو اور ایسا فائدہ حاصل ہو سکے جو اس کے خام مواد ہونے کی صورت میں نہیں حاصل کیا جا سکتا تھا۔

۵۔تجارت کی مختلف قسمیں ہیں ان ساری جائز قسموں کے ذریعہ ملکیت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔اجرت کے عوض کسی دوسرے کے لئے محنت کرنے سے ملکیت کا دائرہ بڑھتا ہے اور یہ اسلام کی نظر میں بہت بہتر کام ہے مگر محنت کے معیار پر کھرا اترنا ضروری ہے۔

۷۔جنگ سے سلب کی ملکیت پیدا ہوتی ہے جس کے تحت وہ ساری چیزیں آتی ہیں جو کسی مشرک مقتول کے پاس اس وقت ہوں جب کوئی مسلمان اسے قتل کردے اور مال غنیمت ۴/۵ حصہ بھی ملتا ہے۔

۸۔سلطان کا ان زمین میں سے کسی کو کچھ عطیہ کے طور پر دے دینا جن کا کوئی مالک نہ ہو۔

۹۔مصارف زکوۃ میں کوئی آدمی کسی مصرف میں شمار کیا جاتا ہو تو اس مصرف کا مال اس

آدمی کے لئے لینا جائز ہوگا جو اس کی ملکیت میں اضافہ کرے گا۔

۱۰۔محنت وعمل کی ساری جائز قسموں کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی اجازت ہے جو چوری، ڈاکہ اور لوٹ مار یا مجرد قبضۂ ملکیت کا باعث نہیں بن سکتا ہو۔۲۲۶

اسلامی معاشیات کے ممتاز عناصر

معاشی نظام صرف اسلام ہی نے نہیں بلکہ بہت ساری قوموں نے بھی پیش کیا ہے مگر اس وقت عالم گیر پیمانے پر دو نظام معاشیات اسلام کے بالمقابل اور اس کا حریف بن کر کھڑا ہے جن کا دعوی ہے کہ ہم نے جو معاشی ناہمواریوں کا حل پیش کیا ہے اس سے بہتر کسی دین و مذہب میں نہیں، مگر ہم نے سرمایہ داری اور اشتراکیت کا کھوکھلا پن ظاہر ہی کر دیا ہے اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ ہمارا ''معاشی نظام'' ہمہ گیر ہے اور فطری تقاضوں کے عین مطابق محض بے بنیاد دعوی اور بے سر و پا باتیں ہوں گی۔

اسلام اپنے مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے دوسرے معاشی نظام سے ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

۱۔اس نظام میں معاشی حریت کو بطور اساس تسلیم کیا گیا ہے لیکن یہ حریت صرف نجی مفادات کی محافظ نہیں ہے بلکہ اجتماعی مفادات کے تابع ہے۔

۲۔اس نظام میں نجی نفع کو اگر چہ ضروری اہمیت حاصل ہے لیکن یہ صرف مالی نفع نہیں ہے بلکہ اس میں اخروی فلاح بطور جزء لاینفک کے اس طرح شامل ہے کہ وہ اس کی نوعیت اور ماہیت میں بنیادی فرق پیدا کر دیتی ہے۔

۳۔اس نظام میں نقدی راس المال اور اثاثہ جات کو ثانوی اہمیت دی جاتی ہے، فرد کے کردار اور اجتماعی مصالح کو اولین اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

۴۔اس نظام معیشت میں عدل وانصاف کو بطور غایت اولی کے پیش نظر رکھا جاتا ہے اور اس کے لئے مناسب تنظیمی اور قانونی ماحول فراہم کیا جاتا ہے۔

۵۔اس نظام معیشت میں ایسا سماجی اور نظریاتی ماحول فراہم کیا جاتا ہے جس کے نتیجے کے طور پر وسائل پیداوار کی تقسیم اس طرح عمل میں آتی ہے کہ ضروریات زندگی کی افزائش کو اولیت حاصل ہو، اس کے بعد سامان راحت کو مصنوعی سلع صرف اور انتاج کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔

۶۔یہ نظام معیشت حقیقی پیداوار (Real Production) اور نقدی وسائل کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کرتا ہے، موجودہ عصری نظام کی طرح بالواسطہ نہیں، چنانچہ یہ صرف نفع اور خطر انگیزی کی اجازت دیتا ہے سود کی نہیں۔

۷۔اس نظام معیشت میں نظام حاصلات اور آمدنی صرف محنت، انتاج اور خطر انگیزی سے ترتیب پاتا ہے، نقدی راس المال یا تمسکات کے ہیر پھیر کو خارج از امکان قرار دیتا ہے اس کے نزدیک راس المال بیع نہیں ہے بلکہ وسیلۂ انتاج یا مبادلہ۔

۸۔یہ سرمایہ کاری کے ایسے معیار تجویز کرتا ہے جن کے نفاذ سے فرد اور اجتماع دونوں کو بیک وقت جائز پہنچتا ہے بلکہ فرد کی منفعت کو مجتمع کی منفعت سے مربوط کرتا ہے اس مقصد کے لئے وہ صرف نظریہ پر اعتماد نہیں کرتا بلکہ رسمی ضوابط وضع کرتا ہے اور ایسے اجتماعی ادارے تشکیل دیتا ہے جن سے سرمایہ کاری کا نہج ایسا ہو۔

۹۔اس نظام میں طلب اور احتیاج دونوں کا ایسا امتزاج ترتیب پاتا ہے جس سے کارکر دگی اور انسانیت دوستی یا عدل دونوں ہی معاشی جدوجہد کے عناصر بن جائیں، بازار کی طلب کے نقص اور غیر منصفانہ تقسیم قومی پیداوار کو وہ اجتماعی احتیاج کے تابع کرتا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ سرمایہ کار کے ذہن کو بھی بناتا ہے اور ایسے ادارے اور ضوابط بھی ترتیب دیتا ہے جن سے یہ مقاصد حاصل ہوسکیں وہ اس غرض کے لئے وسائل کی ایک معتد بہ مقدار کو محتاج اور فقراء کی طرف منتقل کرنے کا قانونی اہتمام کرتا ہے اور حکومت کی ذمہ داری بھی قرار دیتا ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں اور تدابیر سے نقل آمدنی کو ممکن بنائے۔

۱۰۔اس نظام معیشت میں چونکہ حکومت اصلاً پیداوار کنندہ نہیں ہوتی بلکہ وہ نقائص (Distortions) کو دور کرتی ہے اس لئے اس کو نہ اپنے معمولی کے اخراجات کو پورا کرنے کے

لئے اور منصفانہ تقسیم دولت کے لئے ہی غیر معمولی وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ جائزانہ
نظام ضرائب نافذ کرنے یا وسیع پیمانے پر مرکزی بنک سے قرض لیکر افراط زر کا سبب بنے اس لئے
اس نظام معیشت میں ٹیکس کم سے کم ہوں گے اور تخلیق زر کی ضرورت بھی کم سے کم ہوگی، ان دونوں
وجوہ سے عام اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل اوپر جانے کا رجحان محدود ہوگا۔ ۲۲۷

۱۱۔اس میں معاشی اقدار کو اخلاقی اقدار سے الگ رکھنے کے وسائل کو مجرد معاشی نقطۂ
نظر سے لے کر حل کرنے کے بجائے انہیں اس مجموعی نظام حیات کے تناسب میں رکھ کر حل کیا گیا
ہے جس کی عمارت اسلام نے کلیتاً خدا پرستانہ تصور کائنات وفلسفۂ اخلاق پر استوار کی ہے۔

۱۲۔اس میں زمین کے معاشی وسائل وذرائع کو نوع انسانی پر خدا کا فضل عام قرار دیا گیا
ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ شخصی، گروہی یا قومی اجارہ داریوں کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور اس کے
بجائے خدا کی زمین پر نوع انسان کو اکتساب رزق کے لئے زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک کھلے مواقع
دیئے جائیں۔

۱۳۔انسانی زندگی کے معاشی نظام کو چلانے کی فطری صورت اس اسکیم کی رو سے یہ ہے
کہ افراد اسے آزادانہ سعی وجہد کے ذریعہ سے چلائیں اور ترقی دیں لیکن یہ آزادانہ سعی وجہد اس
میں بے قید نہیں رکھی گئی ہے بلکہ معاشرہ کی اور خود ان افراد کی اپنی اخلاقی وتمدنی اور معاشی بھلائی
کے لئے اسے بعض حدود سے محدود کیا گیا ہے۔

۱۴۔اس میں عورت اور مرد دونوں کو ان کی کمائی ہوئی اور میراث یا دوسرے جائز ذرائع
سے پائی ہوئی دولت کا یکساں مالک قرار دیا گیا ہے اور دونوں صنفوں کو اپنے حق ملکیت سے متمتع
ہونے کے یکساں حقوق دئے گئے ہیں۔

۱۵۔اس میں معاشی توازن برقرار رکھنے کے لئے ایک طرف تو لوگوں کو بخیلی اور رہبا
نیت سے روک کر خدا کی نعمتوں کے استعمال پر ابھارا گیا ہے اور دوسری طرف انہیں اور فضول
خرچی اور عیاشی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

۱۶۔اس میں معاشی انصاف قائم کرنے کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ دولت کا بہاؤ نہ
تو غلط ذرائع سے کسی خاص سمت میں چل پڑے اور نہ جائز ذرائع سے آئی دولت کہیں ایک جگہ

سمٹ کر بیکار کی رہ جائے اسی کے ساتھ وہ یہ انتظام بھی کرتی ہے کہ وہ دولت زیادہ سے زیادہ
استعمال اور گردش میں آئے اور گردش سے خصوصی طور پر محروم عناصر کو حصہ ملے۔ ۲۲۸

باب ہفتم

بینکنگ(BANKING)

اسلامی دنیا کے سامنے غیر سودی بینک کاری کا قیام ایک چیلنج بنا ہوا تھا مگر دین کے جیالوں نے انتھک جدوجہد کے بعد غیر سودی بینک کاری کا ایک معقول نظام پیش کیا خدا کے فضل سے کتنے اسلامی ممالک میں یہ نظام روبعمل ہے۔

اسلامی بینک کاری کے قائم کرنے میں عموماً دو بنیادی رکاوٹیں درپیش تھیں۔

۱۔مروجہ بینک کاری میں ملنے والا سود ''ربوا'' میں داخل نہیں ہے جس کی حرمت آچکی ہے۔

۲۔بینک کاری کا نظام بغیر سودی لین دین کے چلانا غیر ممکن ہے۔

مگر بعد میں جدید ذہن کے دانشوروں پر یہ بات جلد ہی آشکارا ہوگئی کہ مروجہ بینک کاری کا سود بھی حرمت والے ''ربوا'' میں داخل ہے نیز جب علماء کرام نے غیر سودی بینک کاری کا نظام پیش کر دیا تو پھر کسی کو اس کے روبعمل کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا۔

سطور ذیل میں سودی نظام بینک کاری کا مختصراً تعارف کر کے غیر سودی نظام بینک کاری کا اجمالی طور پر ایک مستند خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بینک کی تعریف:

بینک ایک ایسے تجارتی ادارے کا نام ہے جو لوگوں کی رقمیں اپنے پاس جمع کر کے صنعت کاروں، تاجروں اور دیگر ضرورت مند افراد کو قرض فراہم کرتا ہے آج کل روایتی بینک ان قرضوں پر سود وصول کرتے ہیں اور اپنے امانتداروں کو کم شرح پر سود دیتے ہیں۔اور سود کا درمیانی فرق نفع

ہوتا ہے۔

بینک کا پس منظر:

مولانا تقی عثمانی رقمطراز ہیں''پہلے یہ طریقہ رائج تھا کہ لوگ اپنا سونا صرافوں کے پاس بطور امانت رکھ دیتے تھے اور سونا راس کی رسید لکھ دیتے تھے پھر رفتہ رفتہ ان رسیدوں سے ہی معاملات شروع ہو گئے لوگ سونا واپس لینے کے لئے کم آتے تو یہ صورتحال دیکھ کر صرافوں نے سونا قرض دینا شروع کر دیا پھر جب یہ دیکھا کہ لوگ عموماً رسیدوں سے ہی معاملات کرتے ہیں تو صرافوں نے بھی قرض خواہوں کو سونے کی بجائے رسیدیں دینی شروع کر دیں۔اس طرح بینک کی صورت پیدا ہوئی بعد میں اسی کو ایک منظّم ادارے کی شکل دیدی گئی۔

بینک کے اقسام(باعتبار تمویل)

بینک کی کئی قسمیں ہیں بعض بینک خاص شعبوں میں تمویل کرتے ہیں اور بعض عمومی تمویل کرتے ہیں اس طرح بینکوں کے اقسام مندرجہ ذیل ہیں

☆زرعی بینک(Agricultural Gank)

یہ بینک زراعت کے شعبے میں قرض فراہم کرتا ہے۔

☆صنعتی بینک(Industrial Bank)

اس کا کام صنعتی ترقی کے لئے قرض فراہم کرتا ہے۔

☆ترقیاتی بینک(Developmenet Bank)

یہ بینک کسی بھی شعبے میں ترقیاتی کاموں کے لئے قرض دیتے ہیں۔

☆کوآپریٹو بینک(Co.operative Bank)

یہ بینک امداد باہمی کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے اس کا دائرہ کار ممبران تک محدود ہوتا ہے جو لوگ اس کے ممبر ہوتے ہیں انہیں کے ڈپازٹ ہوتے ہیں اور انہیں کو قرض دیا جاتا ہے۔

☆انوسمنٹ بینک(Investment Bank)

اس سے مراد ایسا بینک ہوتا ہے جس میں ڈپازٹ متعینہ مدت کے لئے ہوتے ہیں، عام کرنٹ اکاؤنٹ یا سیونگ اکاؤنٹ اس میں نہیں ہوتے صرف فکسڈ ڈپازٹ ہوتے ہیں اور قرض بھی محدود مدت کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، اس سے کم مدت کے لئے قرض نہیں دیئے جاتے ہیں ان تمام بینکوں کا دائرہ کار محدود ہوتا ہے۔

☆ کمرشیل بینک(Commercial Bank)

یہ بینک عمومی تمویل کا کام کرتا ہے اور کسی شعبے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔

بینک کا قیام

بینک بھی بنیادی طور پر ''جوائنٹ اسٹاک کمپنی'' ہے اس کے قیام کا طریقہ وہی ہے جو کمپنی کے قیام کا طریقہ ہوتا ہے، بینک لوگوں کو اپنی امانتیں جمع کرنے کی دعوت دیتا ہے (جو فقہی طور پر قرض ہوتا ہے) ان کو امانتیں (Depusits) کہتے ہیں۔

ڈپازٹ کے اقسام: اسکی کئی قسمیں ہیں۔

☆ مدرواں(Current Account):

اس میں رکھی رقم پر سود نہیں ملتا ہے، اس کاؤنٹ میں رکھی ہوئی رقم کسی وقت بھی جتنی مقدار میں چاہیں بغیر کسی پابندی کے نکلوائی جاسکتی ہے۔

☆ بچت کھاتہ (Saving Account)

اس میں رقم نکلوانے پر عموما مختلف پابندیاں ہوتی ہیں اس پر بینک سود دیتا ہے

☆ ودائع ثابتہ(Fixed Deposits)

اس میں مقررہ مدت سے پہلے رقم واپس نہیں لی جاسکتی اس میں بھی بینک سود دیتا ہے اور سود کی شرح مدت کے مطابق ہوتی ہے۔

جب ان تین قسم کے ڈپازٹ سے بینک کے پاس سرمایہ جمع ہوجاتا ہے اور کچھ بینک کا ابتدائی سرمایہ بھی ہوتا ہے تو ان تمام سرمائے کو استعمال کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ان سرمائے کا ایک

مقررہ حصہ سیال شکل میں اسٹیٹ بینک کے پاس جمع کرانا ضروری ہوتا ہے، مرکزی بینک میں یہ سرمایہ عموما ایسے سرکاری تمسکات کی شکل میں رہتا ہے جو باسانی نقد میں تبدیل کئے جاسکیں اور ان پر کچھ سود بھی ملتا ہے، مرکزی بینک یہ طے کرتا ہے کہ تجارتی بینک اپنی امانتوں کا کتنا فیصد حصہ مرکزی بینک میں رکھے گا۔

بینک کے اعمال اور وظائف:

بینک سرمایہ جمع کرنے کے بعد کئی وظائف ادا کرتا ہے مثلاً تمویل، تخلیق زر کا عمل، برآمد، درآمد واسطہ بننا وغیرہ، یہاں ان وظائف کی قدرے وضاحت کی جاتی ہے۔

تمویل(Financing)

بینک کا سب سے اہم کام لوگوں کو ان کی ضروریات خصوصاً تجارتی ضروریات کے لئے قرضے فراہم کرتا ہے، بینک کبھی طویل المیعاد قرضے جاری کرتا ہے ایسے قرضوں کو عربی میں ''ائتمان طویل الاجل'' (Long Term Credit) کہتے ہیں۔

بینک سے لوگ تین طرح کے قرضے لیتے ہیں۔

☆(Over Head Expenses):

روزمرہ کی تجارتی ضروریات کے لئے قرض لیا جاتا ہے مثلاً بلوں کی ادائیگی یا تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے قرض لیا جاتا ہے۔

☆ راس المال العامل(Working capital)

کاروبار کے رواں اخراجات مثلاً سامان تجارت کی خریداری اور خام مال وغیرہ خریدنے کے لئے قرضے حاصل کئے جاتے ہیں۔

☆ تمویل المشاریع(Project Financing)

بڑے بڑے منصوبوں کے لئے جو قرض لئے جاتے ہیں۔

قرض دینے کا طریق کار:

بینکوں کو قرضے دینے کا غیر محدود اختیار نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں اور جتنی تعداد میں چاہیں قرض فراہم کریں بلکہ مرکزی بینک(Central Bank) کی طرف سے ایک حد مقرر ہوتی ہے اس حد کو عربی میں ''سقف الاعتماد'' کہتے ہیں۔

سقف الاعتماد کے عوامل:

سقف الاعتماد(Credit Ceiling) مقرر کرنے میں کئی عوامل کا دخل ہوتا ہے مثلاً۔

ا۔کبھی کسی خاص شعبے مثلاً زراعت یا صنعت وغیرہ میں زیادہ تمویل مطلوب ہوتی ہے تو بینکوں کا رخ ادھر کردیا جاتا ہے۔

۲۔کبھی افراط زر کو کنٹرول کرنے کے لئے حد مقرر کردی جاتی ہے اس لئے کہ بینکوں کے زیادہ قرضے جاری کرنے سے بھی افراط زر میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔اور کبھی مروجہ ٹیکسوں سے حکومت کے اخراجات پورے نہیں ہورہے ہوتے اور مزید ٹیکس لگانا مشکل ہوتا ہے تو مرکزی بینک کا(Reserve) بڑھا کر اور بینکوں کو سرکاری تمسکات خریدنے کا پابند کرکے عوام کی رقوم کا ایک بڑا حصہ حکومت قرض لے لیتی ہے۔

سقف الاعتماد میں قرض دینے کا طریق کار:

سقف الاعتماد کے اندر رہتے ہوئے بینکوں کے قرض دینے کا طریق کار یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے بینک یہ جائزہ لیتا ہے کہ جو شخص قرض لینا چاہتا ہے وہ مدت مقررہ پر قرض واپس کردے گا یا نہیں؟ اس کی جائداد اور مملوکات کیا ہیں؟ جائزہ لینے کے بعد بینک ایک حد مقرر کردیتا ہے کہ اتنی مدت میں ہم قرض دینے کے لئے تیار ہیں جو حسب ضرورت وقتاً فوقتاً لیا جاسکے گا،قرض کی حد مقرر کرنے کو عربی میں ''تحدید السقف'(Sanction of The Limit) کہتے ہیں۔اس تحدید کے بعد اس شخص کے لئے اکاؤنٹ کھول دیا جاتا ہے اس اکاؤنٹ سے جب چا

ہے اور جتنا چاہے قرض لے سکتا ہے۔اس اکاؤنٹ کے کھولنے پر بہت خفیف شرح سے سود بھی لیتا ہے مثلاً (۵% یا ۱%) اور جب وہ قرض لے لیتا ہے تو اب باقاعدہ شرح سے سود لیا جاتا ہے اس مدت کے دوران عموماً یوں ہوتا ہے کہ ایک رقم بینک سے لے کر اس میں سے جو بچ جائے وہ دوبارہ بینک میں واپس کردی جاتی ہے اس طرح رقم لینے اور واپس کرنے کا سلسلہ چلتا رہتا ہے،مدت کے اختتام پر بینک حساب کرتا ہے کہ کتنی رقم کتنے دن اس کے پاس رہی اس حساب کے مطابق اس سے سود لیا جاتا ہے۔

درآمد، برآمد کرنے میں بینک کا کردار:

بینک کے وظائف میں یہ بھی ہے کہ بینک بین الاقوامی تجارت (درآمد و برآمد) میں ایک لازمی ذریعہ ہے بینک کی وکالت اور معرفت کے بغیر برآمد درآمد ممکن نہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے جب کوئی شخص کسی دوسرے ملک سے کوئی چیز درآمد کرنا چاہتا ہے تو دوسرے ملک کا تاجر اس بات کا طمینان چاہتا ہے کہ جب میں مطلوبہ سامان خریدار کو بھیجوں گا تو واقعۃً قیمت کی ادائیگی کردے گا،لہٰذا درآمد کنندہ برآمد کنندہ کو اعتماد دلانے کیلئے بینک سے ایک ضمانت نامہ حاصل کرتا ہے جس میں بینک بیچنے والے کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ یہ چیز فلاں شخص کو فروخت کردی جائے تو ادائیگی کا ذمہ دار میں ہوں گا اس کو ''خطاب الاعتماد'(Letter of Credit) کہتے ہیں اس کو مختصراً ایل،سی کہا جاتا ہے،بینک ایل سی کھول کر برآمد کنندہ کے بینک کو بھیج دیتا ہے برآمد کنندہ کے بینک کو(Negotiting Bank) کہتے ہیں ایل،سی پہنچنے کے بعد وہاں سے مال جہاز میں بک کرادیا جاتا ہے اور جہاز راں کمپنی مال بک ہونے کی رسید (Bitt of Lading) جاری کرتی ہے،برآمد کنندہ کا بینک یہ بل آف لیڈنگ بمعہ متعلقہ کاغدات کے ایل سی کھولنے والے بینک کو بھیج دیتا ہے درآمد کنندہ اپنے نیک سے یہ کاغذ وصول کرکے ایل،سی سے اس کی مطابقت کرتا ہے ان کاغذات میں مال کی جو تفصیل لکھی گئی ہے وہ آڈر کے خلاف ہوگا تو کاغذات واپس کردئے جائیں گے اگر کاغذات کی تفصیل ایل،سی کے مطابق ہوئی تو یہ کاغذات دکھا کر بندرگاہ سے مال وصول کیا جاتا ہے اور بینک عموماً یہ کاغذات درآمد کنندہ کو قیمت کی ادائیگی پر

دیتا ہے۔

درآمدکنندہ کا بینک سے معاہدہ:

ادائیگی کے لئے بھی بینک اور درآمدکنندہ کے درمیان مختلف معاہدے ہوتے ہیں اسکی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

ا۔کبھی درآمدکنندہ ایل،سی کھلواتے وقت ہی پوری رقم کی ادائیگی کردیتا ہے اس کوفل مارجن(Full Margin) پرایل،سی کھلوانا کہتے ہیں۔

۲۔کبھی سدی ادائیگی بینک سے کاغذات چھڑوانے کے وقت ہوتی ہے اس کوزیرو مارجن پرایل،سی کھلوانا کہتے ہیں۔

۳۔کبھی ایل،سی کھولنے کے وقت تھوڑی ادائیگی کی جاتی ہے اس صورت میں کل رقم کا جتنا فیصد ادا کیا جائے گا تتنے ہی فیصد مارجن پرایل،سی کھولنا کہتے ہیں۔

۴۔کبھی یہ معاہدہ بھی ہوتا ہے کہ کاغذات آنے پر بینک اپنے پاس سے ادا کردے گا اور درآمدکنندہ ایک معین مدت کے بعد ادائیگی کردے اس صورت میں بینک کا قرض درآمدکنندہ کے ذمہ ہوتا ہے جس پر عموماً وہ سود لیتا ہے۔

ایل،سی پرفیس:

بینک کوایل،سی کھولنے میں خدمات ادا کرنی پڑتی ہیں ان پر بینک معاوضہ لیتا ہے درآمد کنندہ کی تین خدمات ہیں۔

ا۔وکالت:(Agency)

یعنی بینک درآمدکنندہ کا وکیل بن کر برآمدکنندہ سے معاملات کرتا ہے،خریدار کے کاغذ ات برآمدکنندہ کوبھجتا ہے،اور برآمدکنندہ کے بھیجے ہوئے کاغذات وغیرہ درآمدکنندہ کے سپرد کرتا ہے ان خدمات پر بینک اجرت لیتا ہے۔

۲۔ضمانت(Guarantee)

۳۔قرض:(Credit):

یعنی جب تاجر قیمت کی ادائیگی فوراًنہ کرے اور بینک اس کی طرف سے ادائیگی کردے تو یہ رقم درآمدکنندہ کے ذمے اس کا قرض ہوجاتی ہے جس پر وہ درآمدکنندہ سے سود وصول کرتا ہے۔

قرضہ کی دونوعیت ہوتی ہے کبھی باقاعدہ قرضہ لیا جاتا ہے یہ معاہدہ کی چوتھی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی تو باقاعدہ قرض نہیں لیا جاتا لیکن خودبخود معاملات کے درمیان بینک کا ایل،سی کھلوانے والے کے ذمے قرض ہوجاتا ہے یہ معاہدہ کی پہلی صورت میں ہوتا ہے معاہدہ کی تیسری صورت میں بھی کسی سبب سے درآمدکنندہ کے ذمے قرضہ ہوجاتا ہے مثلاً بینک کی طرف سے رابطہ قائم کرنے میں تاخیر ہوگئی،دوسری طرف برآمدکنندہ کا بینک ضمانت کسی چیز کی نہیں دیتا یہاں بینک کے صرف دوہی کام ہوتے ہیں ایک وکالت دوسرا قرض۔

ایل،سی میں جب معاہدہ ہوتا ہے کہ کاغذات آتے ہی ادائیگی ضروری ہوگی (اسکو۔ L. C at sight) تو اس صورت میں برآمدکنندہ کے بینک کوکوئی قرض نہیں دینا پڑتا ہے اور جب یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ کاغذات پہنچنے کے اتنے دن بعد خریدار کی طرف سے ادائیگی ہوگی تو ایسی صورت میں اگر برآمدکنندہ کا بینک برآمدکنندہ تاجر کوفوراًادائیگی کردے تو یہ بینک کا برآمدکنندہ کے ذمہ قرض ہوجائے گا۔

ہرحکومت برآمدات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے تاکہ ملک کا سامان باہر فروخت ہوتو اس سے زرمبادلہ ملک میں آئے،اس کا طریق کار یہ ہے کہ مرکزی بینک کمرشیل بینک کے نام اتنی رقم کا ڈپازٹ کھول دیتا ہے اور اس پرٹر یژری بل کے حساب سے اس کمرشیل بینک کوسود دیتا ہے جو عموماً چودہ یاپندرہ فیصد ہوتا ہے اور کمرشیل بینک کوجوآٹھ فیصد سود قرضہ لینے والے کی طرف سے ملے گا اس میں سے پانچ فیصد مرکزی بینک کودے گا۔اس صورت میں کمرشیل بینک کوتین فیصد سود اس میں سے بچے گا اور چودہ یاپندرہ فیصد سود مرکزی بینک کیطرف سے ملے گا اس کا مقصد برآمد ات میں تمویل کی حوصلہ افزائی ہے۔

بل آف ایکسچینج:

یہ ایک خاص قسم کی دستاویز ہے جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے جو خریدار کے نام بل بناتا ہے بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لئے مدیون اس کو منظور کر کے اس پر دستخط کر دیتا ہے کہ میرے ذمہ فلاں تاریخ کو اس بل کی ادائیگی واجب ہے اس کو "ہنڈی" (Bill of Exchanges) کہتے ہیں۔

ہنڈی میں لکھا ہوا دین تو مدیون سے ادائیگی تاریخ آنے پر ہی لیا جاتا ہے مگر دائن کو فوری طور پر رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو کسی تیسرے شخص کو وہ بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتا ہے اور بل کی پشت پر دستخط کر کے اسکے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے، تیسرا شخص اس پر لکھی ہوئی رقم میں کٹوتی بھی کرتا ہے بینک بھی عموماً بل آف ایکسچینج کی ڈسکاؤنٹنگ بھی کرتا ہے اور یہ بھی بینکوں کے قصیر المیعاد قرضوں میں داخل ہے اسلئے کہ بل آف ایکچینج کی ادائیگی (Marurity) عموماً تین ماہ ہوتی ہے۔

تخلیق زر کا عمل:

بینک کا تیسرا اور اہم کردار یہ ہے کہ بینک پہلے سے موجودہ زر میں اضافہ کر کے زر کے پھیلاؤ کو بڑھاتا ہے اور زر کی رسد میں اضافے کا کام انجام دیتا ہے اس کو تخلیق زر یا "تخلیق اعتبار" کہتے ہیں۔

اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ لوگوں کے پاس جو رقم آتی ہے اس میں سے بہت تھوڑا سا حصہ لوگ اپنے پاس رکھتے ہیں اس کا زیادہ حصہ بینک میں رکھتے ہیں۔

اسی طرح جب لوگ بینک سے قرض لیتے ہیں تو نقد کی شکل میں لینا ضروری نہیں سمجھتے ہیں بلکہ قرض دینے کی عموماً صورت یہ ہوتی ہے کہ بینک قرض لینے والے کا اکاؤنٹ کھول کر اس کو چیک بک دے دیتا ہے تاکہ بوقت ضرورت چیک جاری کر کے بذریعہ چیک ادائیگی کر سکے۔

اس نقطہ کو ذہن میں رکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بینک کے پاس جتنے نوٹ ہوتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ کا فائدہ اٹھایا جارہا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ جب کسی بینک کے پاس کچھ نوٹ آئے تو بینک مرکزی بینک کا ریزرو نکال کر باقی رقم لوگوں کو قرض دیدے گا جس نے قرض لیا وہ یا تو نقد لے گا ہی نہیں بلکہ اکاؤنٹ کھلوا کر چیک بک کروالے گا یا لیکر دوبارہ اسی بینک میں رکھوائے گا اس سے جتنی رقم کا مزید اکاؤنٹ کھولا گیا زر میں اتنا اضافہ ہوا حالانکہ نوٹ اتنے ہی ہیں جتنے رکھے گئے تھے پھر قرضدار کا اکاؤنٹ کھولنے سے جو نیا ڈپازٹ بینک کے پاس آیا ہے اس میں سے بھی ریزرو نکال کر باقی رقم بینک آگے قرض دے دے گا، جو شخص قرض لے گا وہ پھر بینک میں رکھوائے گا تو اس سے زر میں مزید اضافہ ہوگا، دراصل یہی تخلیق زر کا عمل ہے۔

فلوٹ:(Float):

بینک کے زر کو بڑھانے میں فلوٹ کا بڑا دخل ہے، بینک کے پاس جو رقم ڈپازٹ کے طور پر اس پر بینک کو سود دینا پڑتا ہے یہ سود ان ڈپازٹس کی لاگت (Cost) ہے یعنی یہ سود دیکر بینک کو یہ ڈپازٹ حاصل ہوئے، لیکن کبھی رقم کچھ مدت کے لئے رہتی تو بینک کے پاس ہی ہے مگر اس مدت میں وہ ڈپازٹ میں شامل نہیں ہوتی اور اس پر بینک کو سود نہیں ادا کرنا پڑتا ہے یہی "فلوٹ" کہلاتا ہے اور یہ بینک کا ایسا زر ہے جس پر لاگت کچھ بھی نہیں ادا کرنی پڑتی ہے مثلاً بینک کی طرف سے دوسرے بینک کی طرف چیک جاری کیا گیا تو اس بینک سے دوسرے بینک کی طرف رقم منتقل ہونے میں کچھ مدت لگ جاتی ہے اس دوران یہ رقم بینک کا "فلوٹ" ہے

فلوٹ کے اقسام:

اس کی کئی قسمیں ہیں۔

۱۔ بینک نے کسی کو ڈرافٹ دے دیا جب تک وہ ڈرافٹ کیش نہیں کرالیا جاتا اس وقت یہ رقم بینک کے پاس فلوٹ کے طور پر ہے۔

۲۔ بینک ایل سی کھولتا ہے اور ایل سی کھلوانے والا ادائیگی اسی وقت کر دیتا ہے مگر

بینک آگے ادائیگی اس وقت کرتا ہے جبکہ کاغذات آجاتے ہیں اتنی دیر کے لئے بغیر کسی لاگت کے وہ رقم بینک کے پاس رہتی ہے۔

۳۔ اسی طرح ریلوے بلٹی میں ہوتا ہے کہ کاغذات بینک میں آجاتے ہیں، بینک میں ادائیگی کے کاغذات وصول کرتے ہیں اور کاغذات وصول کر کے بلٹی چھڑالی جاتی ہے، اب کاغذات بینک سے لیتے ہوئے ادائیگی تو بینک میں قرض کی شکل میں کردی جاتی ہے مگر بلٹی بھیجنے والے کو یہ رقم ملنے میں تاخیر ہوجاتی ہے یہ بھی بینک کا ''فلوٹ'' ہے

فلوٹ کی اور بھی قسمیں ہیں، گویا فلوٹ کے ذریعہ بینکوں کو کافی سرمایہ حاصل ہوجاتا ہے اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بینکوں کو فلوٹ (اور کرنٹ اکاؤنٹ) کے ذریعہ سرمایہ کاری کے متعدد مواقع فراہم ہوتے ہیں جن پر انہیں سود نہیں ادا کرنا پڑتا ہے لہٰذا عوام کو سرمایہ کا آٹھ فیصد سے بھی کم حصہ ملتا ہے جب کہ سرمایہ داروں کو زیادہ منافع ہاتھ آتے ہیں۔

مرکزی بینک (Central Bank)

یہ ملک کا انتہائی اہم ادارہ ہوتا ہے جو تمام تجارتی بینکوں (Commercial Bank) کا نگراں ہوتا ہے ملک کے مالیاتی ادارے اسی کے تابع ہوتے ہیں اور اس کا دیگر بینکوں کی بنسبت اہم کردار ہوتا ہے، مرکزی بینک مختلف ممالک میں مختلف ناموں سے موسوم ہوتا ہے مثلاً ہندوستان میں ''ریزرو بینک آف انڈیا'' پاکستان میں ''اسٹیٹ بینک آف پاکستان'' انگلینڈ میں '' بینک آف انگلینڈ مرکزی بینک ہے۔

مرکزی بینک کے وظائف (Function)

اس کے متعدد وظائف ہیں۔

۱۔ یہ حکومت کا بینک ہوتا ہے، حکومت کی رقمیں اس میں رکھی جاتی ہیں مگر حکومت کی رقموں پر یہ بینک حکومت کو سود نہیں دیتا ہے اور بوقت ضرورت حکومت کو قرضہ بھی دیتا ہے اور اس سے معمولی شرح پر سود بھی لیتا ہے۔

۲۔ مرکزی بینک حکومت کا معاشی پالیسیوں میں مشیر بھی ہوتا ہے۔

۳۔ مرکزی بینک زرمبادلہ کو محفوظ رکھتا ہے، اس کو ذخیرہ کرتا ہے اور بوقت ضرورت اس کا اجراء بھی کرتا ہے۔

۴۔ مرکزی بینک تمام تجارتی بینکوں کی نگرانی کرتا ہے اور ان کا نظم وضبط برقرار رکھتا ہے،

۵۔ یہ بینک ملک میں زر کے بہاؤ کو کنٹرول کرتا ہے اگر ملک میں افراط زر زیادہ ہو تو ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جس سے زر سکڑنا شروع ہوجائے اور اگر تفریط زر کی صورتحال ہو تو ایسے کام کرے جس سے زر کا پھیلاؤ بڑھے۔

۶۔ وہ بینکوں کو قرضہ دینے کا معتدل نظام قائم کرتا ہے۔

۷۔ مرکزی بینک کو دوسرے مالیاتی اداروں کی نگرانی کا اختیار بھی دے دیا گیا ہے،

چوتھے وظیفے کے لئے مرکزی بینک مندرجہ ذیل امور انجام دیتا ہے۔

۱۔ کسی بینک کے قائم ہونے سے پہلے اس کو لائسنس دینا مرکزی بینک کا کام ہے اور لائسنس جاری کرنے سے پہلے مرکزی بینک تمام ضروری باتوں کا جائزہ لیتا ہے۔

۲۔ معاشی نقطۂ نظر سے جہاں رقم لگانے کی ضرورت زیادہ ہو تو مرکزی بینک تجارتی بینکوں کا رخ اس طرف کردیتا ہے۔

۳۔ جن لوگوں (Depositers) نے بینک میں اپنی رقمیں لگائی ہوتی ہیں ان رقموں کے تحفظ کے لئے قواعد وضوابط بناتا ہے۔

۴۔ اس بات کی نگرانی کرتا ہے کہ بینک کے مجموعی حالات مالی طور پر مستحکم ہوں اور ان میں اپنے ذمے حقوق کی ادائیگی کی صلاحیت ہے۔

۵۔ تجارتی بینکوں کے باہمی لین دین کا تصفیہ بھی مرکزی بینک کرتا ہے اس کے لئے ایک شعبہ ہوتا ہے جس کو تصفیہ گھر (Clearing House) کہتے ہیں۔

۶۔ کمرشیل (تجارتی) بینکوں کو بوقت ضرورت مرکزی بینک قرضہ بھی دیتا ہے۔

زر کا پھیلنا یا سکڑنا:

مرکزی بینک کے پانچویں وظیفے کے متعدد طریقے ہیں۔

ا۔مرکزی بینک جس شرح سود(Bank Rate)پر قرضہ دے گا تجارتی بینک بھی اسی پر قرضہ لے کر عوام کو اسی مقدار میں قرضہ دے گا تو تجارتی بینکوں کو زیادہ سود پر قرضہ ملے گا لہٰذا وہ خود بھی عوام کو زیادہ سود پر قبضہ دیں گے اور اگر مرکزی بینک سود گھٹا دیں تو تجارتی بینک بھی سود گھٹا دیں گے،تو سود کی کمی زیادتی سے قرضے لینے میں لوگ کمی زیادتی کریں گے جس کے نتیجے میں تخلیق زر کا عمل کم اور زیادہ ہوگا۔

۲۔ٹریژری بل۔۔دوسرا طریقہ عملیات السوق المفتوحہ (Open Market Opertaion)ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب زر کا پھیلاؤ کم کرنا ہو تو مرکزی بینک ٹریژری بل کم قیمت پر فروخت کرتا ہے جس کے نتیجے میں کم سرمایہ مرکزی بینک میں جمع ہو جاتا ہے اور تجارتی بینک کے پاس سرمایہ کم ہو جاتا ہے اور قرضوں کی فراہمی کم ہو کر تخلیق زر کا عمل بھی کم ہو جاتا ہے اور اگر زر کا پھیلاؤ بڑھانا ہوں تو مرکزی بینک ٹریژری بل خریدنے کے لئے کھلے بازار میں آجاتا ہے لوگ بل بیچ کر مرکزی بینک سے رقم لیتے ہیں تو زر پھیل جاتا ہے۔

۳۔مرکزی بینک ریزرو کے ذریعہ بھی زر کے بہاؤ پر اثر انداز ہوتا ہے اس کی صورت یہ ہیکہ جب ریزرو کم ہوگا تو بینکوں کو زیادہ قرضہ فراہم کرنیکا موقع ملیگا جس سے تخلیق زر کا عمل بڑھتا ہے اور ریزروز زیادہ ہو تو بینک قرضہ کم فراہم کرتے ہیں اور نتیجۃً تخلیق زر کا عمل بھی کم ہو جاتا ہے۔

۴۔مرکزی بینک سود کی شرح کم یا زیادہ کر کے بھی زر کے بہاؤ کو کنٹرول کرتا ہے۔

۵۔مرکزی بینک قرضہ جاری کرنے کی حد بندی کر کے یا مختلف شعبوں کے کوٹے مقرر کر کے بھی زر کے بہاؤ کو کم کرتا ہے۔

۶۔مرکزی بینک نوٹ چھاپ کر بھی زر کے بہاؤ پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

☆دیگر مالیاتی ادارے(Non.Banking Financial institutions N.B,F.I)

کچھ ادارے ایسے بھی ہیں جو بینک کی طرح ہوتے ہیں اور تمویل کرتے ہیں مگر بینک کے دوسرے وظائف انجام نہیں دیتے اس کی کئی قسمیں ہیں۔

☆ترقیاتی تمویلی ادارے (Development Financial Institution)

اس کو(D-F-I) بھی کہتے ہیں یہ وہ ادارے ہیں جو ملک میں مختلف ترقیاتی منصوبوں کو بروئے کار لانے کے لئے سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔

☆ترقیاتی زرعی بینک(Agricultural Development Bank)

ایک ادارہ ایگریکلچر ڈیولپمینٹ بینک کے نام سے موسوم ہوتا ہے جو زرعی ترقی کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے اس کو عالمی ادارے اور اسٹیٹ بینک سرمایہ دیتا ہے اور یہ آگے تمویل کرتا ہے۔

☆کوآپریٹو سوسائٹی(Co-Opreative Society)

یہ ادارے امداد باہمی کے لئے قائم ہوتے ہیں جو لوگ ان کا ممبران بنتے ہیں صرف انہیں کو قرض دیتے ہیں۔

☆لیزنگ کمپنی(Laesing Company)

یہ کمپنیاں اجارے کے طور پر سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔

☆(N-I-T) نیشنل انوسمنٹ ٹرسٹ:

این،آئی،ٹی،کی طرح فنڈ کے یونٹ بنائے جاتے ہیں،یونٹ بیچ کر لوگوں سے رقم جمع کر کے اس سے سرمایہ کاری کی جاتی ہے عموماً اس کی سرمایہ کاری شیرز میں ہوتی ہے

☆میوچل فنڈ والا ادارہ:

ایک اور ادارہ ہوتا ہے جو این،آئی،ٹی کی طرح ایک فنڈ جاری کرتا ہے،جس کو میوچل فنڈ کہتے ہیں،لوگ اس فنڈ میں رقم لگاتے ہیں اور اس رقم سے سرمایہ کاری کر کے نفع تقسیم کیا جاتا ہے اس کا دوسرا کام یہ ہے کہ بیرونی ممالک کے لوگ اس میں اپنی رقم کا اکاؤنٹ کھولتے ہیں،تیسرا کام یہ ہے کہ کسی کو زیادہ قرض کی ضرورت ہو تو یہ ادارہ کئی بینکوں کو ملا کر مجموعی طور پر قرض کا انتظام کرتا ہے۔

سودی بینک کاری کا متبادل نظام

اسلامی بینک کاری (Islamic Bank)

غیر سودی بینک کاری کا خاکہ پیش کرنے سے پہلے میں ''سود'' کا شرعی مفہوم واضح کردینا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ مروجہ بینک کاری جس کی عمارت سود پر کھڑی ہے اس عمارت کی بنیاد ہی ڈھا کر اسلامی بینک کاری کی ایک نئی عمارت کھڑی کی جائے۔

سود کا دائرۂ مفہوم:

اصل رقم پر لیا جانے والا ہر اضافہ ''ربوا'' (سود) میں داخل ہے اور وہ اسلامی نقطۂ نظر سے حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ کتاب وسنت، اقوال ائمہ اور لغت کی ساری کتابوں میں اس کی دلیل موجود ہے چنانچہ قرآن میں ہے ''لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفة''

''یعنی سود کو چند در چند کر کے مت کھاؤ'' ''الجامع الصغیر'' میں ہے کہ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کل قرض جرمنفعة فهوربوا''

''یعنی ہر وہ قرض جو کوئی نفع کھینچ لائے وہ ''ربوا'' ہے اور ''السراج المنیر'' میں ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے آکر حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ تعلیقاً یہ قول نقل فرماتے ہیں ''قال ابن عمرفی القرض الی اجل لاباس به وان اعطی افضلا من دراهمه مالم یشترط''

معین مدت کے لئے قرض دینے میں کوئی حرج نہیں خواہ قرضدار اس کے دراھم سے بہتر عطا کرے بشرطیکہ یہ بہتر دراھم ادا کرنا قرض کے معاہدے میں طے نہ کیا گیا ہو، اور تفسیر طبری میں ہے کہ حضرت قتادہ بن دعامہ دوسی آیت ''وان تبتم فلکم رؤس اموالکم'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''ماکان لهم من دین فجعل لهم أن یاخذوارؤس اموالهم ولا

یزدادوا علیه شیئاً''

''جس شخص کا کچھ قرض دوسرے پر ہو اس کے لئے قرآن نے اصل رقم لینے اجازت دی ہے لیکن اس پر ذرا بھی اضافہ کرنے کی اجازت نہیں دی ہے نیز علماء لغت بھی ''ربوٰ'' کا یہی مفہوم واضح کرتے ہیں، چنانچہ لغت کے مشہور امام زجاج ''ربوا'' کی تعریف کرتے ہیں ''کل قرض یوخذ به اکثر منه'' ''یعنی ہر وہ قرض جس کے ذریعہ اس سے زیادہ رقم وصول کی جائے۔

ان تمام نصوص بالا سے ''ربوا'' کا جامع مفہوم سامنے آگیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ ترقی یافتہ زمانے میں ''ربوٰ'' کا دوسرا مفہوم متعین کرنا غلط ہے۔

غیر سودی نظام کے بنیادی مسائل

سودی بینک کاری کے متبادل نظام کا خاکہ پیش کرنے سے پہلے چند امور کی وضاحت قابل ذکر امر معلوم ہوتا ہے۔

۱۔غیر سودی بینک کاری کا مطلب یہ نہیں ہونا چاہئے کہ مروجہ بینک کاری کی طرح اس کے بھی طریق کار اور مقاصد وہی ہوں گے بلکہ اس سے جداگانہ اور مختلف ہوں گے۔

۲۔غیر سودی بینک کاری میں تمام متعلقہ فریقوں کا تناسب مروجہ بینک کاری کے مطابق نہیں ہوگا بلکہ اسلامی تعلیمات کے تئیں اس میں بڑی حد تک بنیادی تبدیلی ممکن ہے۔

۳۔اسلامی احکام کی رو سے بینک ایک تجارتی ادارہ ہوگا جو بہت سے لوگوں کی بچتوں کو اکٹھا کر کے ان کو براہ راست کاروبار میں لگائے گا اور وہ سارے لوگ جن کی بچتیں اس نے جمع کی ہیں براہ راست اس کاروبار میں حصہ دار بنیں اور ان کا نفع ونقصان اس کاروبار کے نفع ونقصان سے وابستہ ہو جو ان کے سرمایہ سے بالآخر انجام دیا جا رہا ہے۔

۴۔کسی بھی نئے نظام کو بروئے کار لانے میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اس نظام کو روبعمل لانے میں ردوقدح ہوتی ہے اس لئے یہاں اس نقطہ کو خوب اچھی طرح جان لینا چاہئے۔

۵۔سودی بینک کاری کے متبادل نظام میں سود کی حرمت کو ہم ایک امر مسلم تسلیم کرتے ہوئے گفتگو کریں گے اور تجارتی سود یا بینک کے سود کو حرام سود کی تعریف میں داخل سمجھیں گے۔

۶۔بہت سے مقامات ایسے بھی آئیں گے جہاں اجمال سے کام لیا گیا ہے جس کی تفصیل مطولات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۷۔بعض مقامات کو سرے سے حذف ہی کر دیا گیا ہے اس کی وجہ طوالت کا خوف ہے تا ہم مقصود کی طرف اشارہ ضرور کیا گیا ہے۔

۸۔اخری گذارش یہ ہے کہ اس نئے نظام کو قائم کرنے کی ہمت وجرأت کے ساتھ ویسے ہی افراد کی فراہمی بھی ناگزیر ہے۔

بینک کا قیام

بینک کا قیام شرکت ومضاربت کے اصول پر ہوگا۔

اسی چیز کو شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللہ تویجری نے اپنی کتاب ''مختصر الفقہ الاسلامی ص ۷۳۳ پر قدرے وضاحت سے بیان کیا ہے۔

''وهي ان يدفع احدالشريكين الى الآخرمالاً فيتجربه بجزءمعلوم مشاع من ربحه كالنصف اوالثلث ونحوهما،وعلى اى ذلك حصل التراضي صح ،والباقي للآخر،وان خسرالمال بعدالتصرف جبرمن الربح وليس على العامل شئي وان تلف المال بغيرتعدولاتفريط لم يضمنه العامل المضارب ،والمضارب أمين في قبض المال ،ووكيل في التصرف ،واجيرفي العمل ،وشريك في الربح التعدي :فعل مالايجوزمن التصرفات ،والتفريط :ترك مايجب فعله''

وہ یہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کو سرمایہ فراہم کرے،دوسرا شریک اس متعین سرمایہ سے تجارت کرے جس کا نفع بھی طے شدہ ہو یعنی نصف حصہ یا ثلث یا ان دونوں کے علاوہ جس پر طے ہو جائے صحیح ہوگا باقی منافع پہلے شریک (رب المال) کا ہوگا اگر کاروبار میں نقصان

ہو جائے تو منافع سے اس کی تلافی کی جائے گی اور عامل پر اس گھاٹے کا کچھ بھی حصہ نہیں آئیگا یہ اس صورت میں ہے جب اس نقصان میں عامل کی کچھ بھی کوتاہی ظاہر نہ ہو،اس لئے کہ عامل (مضارب) سرمایہ کا امین ہے اور سرمایہ کے تصرف کرنے میں وکیل کی حیثیت رکھتا ہے محنت ومزدوری کرنے والا ملازم اور کاروبار کے منافع میں ایک متعین حصہ کا مالک بھی ہوتا ہے۔

تعدی:عامل کا ایسا تصرف کرنا جس کا اسے حق نہ ہو۔

تفریط:عامل کے ذمے جو کام تھا اس کو ترک کر دینا۔

شرکت کی تعریف:

شرکت یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ اس معاہدے کے تحت شریک ہوں کہ سب مل کر کاروبار کریں گے اور کاروبار کے نفع ونقصان میں متعین نسبتوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔

مضاربت کی تعریف:

مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے اور دوسرا اس سرمایہ سے کاروبار کرے اس معاہدے کے تحت کہ اسے کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

مولانا مجیب اللہ ندوی رقمطراز ہیں کہ ''تجارت کی طرح مضاربت بھی دو آدمیوں کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے جس میں ایک شخص روپیہ دیتا ہے اور دوسرا محنت کرنے کا اقرار کرتا ہے اور پھر یہ دونوں معاہدہ کرتے ہیں کہ ایک کے روپئے اور دوسرے کی محنت سے اس میں جو کچھ فائدہ ہوگا اس میں آدھا یا چوتھائی سرمایہ لگانے والا پائے اور تہائی یا آدھا محنت کرنے والے کو ملے گا''۔

مضاربت کی صورت میں مال فراہم کرنے والے اور کاروبار کرنے والے متعدد افراد ہو سکتے ہیں اس کی کئی صورتیں ہیں۔

ا۔سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور اس سے چند آدمی مل کر کاروبار کریں۔

۲۔سرمایہ ایک فرد کا ہو اور اس سے چند افراد مل کر کاروبار کریں۔
۳۔چند آدمی مل کر سرمایہ فراہم کریں اور اس سرمایہ سے ایک فرد کاروبار کریں، یہ تمام صورتیں جائز ہیں۔

اور شرکت کی صورت میں یہ لازمی نہیں کہ ہر شریک عملاً بھی کاروبار کرے نیز کسی شریک کو عملی شرکت نہ کرنے کی وجہ سے محروم نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اسے اصولاً یہ حق ہوگا کہ وہ عملاً کرے یا نہ کرے ساتھ ہی باہمی رضامندی سے یہ بھی ممکن ہے کہ چند افراد ملکر سرمایہ فراہم کریں اور کاروبار ان میں سے چند یا ایک فرد کرے یا سرمایہ ایک فرد کا ہو لیکن کاروبار میں متعدد افراد شامل ہوں مع سرمایہ فراہم کرنے والا۔

شرکت اور مضاربت میں فرق:

مولانا تقی عثمانی رقمطراز ہیں کہ ''شرکت اور مضاربت میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ شرکت میں شرکاء سرمائے میں بھی حصہ دار ہوتے ہیں اور عمل میں بھی حصہ دار ہوسکتے ہیں اگر کوئی عملاً کاروبار میں دخل نہ دے یہ الگ بات ہے اور مضاربت میں رب المال کا سرمایہ ہوتا ہے اور مضارب عمل کرتا ہے، رب المال کی عمل میں شرکت نہیں ہوتی''۔

مضاربت کی قسمیں:

مضاربت کی دو قسمیں ہیں، ایک مقید، دوسری مطلق۔

مقید مضاربت:

اس مضاربت کو کہتے ہیں جس میں روپیہ دینے والا کسی خاص جگہ کی یا کسی خاص مدت کی یا کسی کاروبار کی قید لگا دے یعنی یہ کہہ دے کہ اس روپیہ سے تم صرف لکھنؤ یا لاہور ہی میں کام کرسکتے ہو دوسری جگہ نہیں یا صرف یہ کہہ دے کہ ایک سال کیلئے مضاربت پر دے رہا ہوں یا یہ کہہ دے کہ یہ روپیہ صرف بسانے یا کپڑے ہی کے کام میں لگائے جائیں دوسرا کام نہ کیا جائے۔

مطلق مضاربت:

وہ ہے جس میں ان میں سے کوئی قید نہ لگی ہو بلکہ مضارب یعنی محنت کرنے والے کو کاروبار کی آزادی دی گئی ہو۔

مضاربت کے شرائط:

مضاربت کے صحیح ہونے کے لئے ان باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

ا۔ایک یہ کہ روپیہ لگانے والے اور روپیہ دینے والے دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے عاقل ہونے کا مطلب یہ ہے دونوں معاملات اور نفع ونقصان کو سمجھتے ہوں۔
۲۔جو کچھ رقم مضاربت کے لئے مقرر کی جائے وہ فوراً مضارب یعنی محنت کرنے والے کے حوالے کردی جائے مثلاً رب المال نے مضارب سے کہا پانچ سو روپیہ ہم دیتے ہیں اس میں تجارت یا اور کوئی کام کرو تو پانچ سو روپے کام کرنے والے کے قبضے میں دے دینا چاہیے صرف وعدہ سے مضاربت نہیں ہوتی۔
۳۔تیسرے یہ کہ جتنی رقم سے کام شروع کرنے کا ارادہ ہو وہ اسی وقت بتادی جائے اگر مجمل رکھا تو مضاربت صحیح نہ ہوگی یعنی یہ واضح کردیا جائے کہ سو دوسو یا پانچ ہزار یا دس ہزار سے کام شروع ہوگا۔
۴۔چوتھے یہ کہ منافع طے ہونا چاہیے یعنی یہ کہ کتنا سرمایہ لگانے والے کو ملے گا اور کتنا مضارب کو، اگر رب المال نے صرف یہ کہا کہ ہم دونوں فائدے میں شریک رہیں گے تو اس سے یہ سمجھا جائے کہ آدھا نفع رب المال کا اور نصف مضارب کا، اگر صرف یہ کہا جائے کہ اچھا جو ہوگا اس میں مناسب طور پر تقسیم کرلیا جائے گا تو مضاربت فاسد ہوجائے گی کیونکہ اس میں اختلاف کا خدشہ ہے بلکہ حصہ کے اعتبار سے منافع کی تقسیم طے ہوجانی چاہیے۔
۵۔دونوں تحریری طور پر معاملہ کے شرائط لکھ کر اپنے اپنے پاس رکھ لیں تو بہتر ہے تاکہ بعد میں اختلاف نہ ہو، اگر بغیر تحریر کے بھی اطمینان کی کوئی صورت ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۶۔مطلق مضاربت میں دونوں یہ بھی طے کرلیں کہ کتنے دنوں کے بعد حساب وکتاب کرکے منافع تقسیم ہوگا،ایک سال،دوسال یا ایک ماہ،دوماہ۔

مضاربت کے فاسد امور:

مندرجہ ذیل باتوں سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے۔

۱۔اگررب المال یا مضارب نے یہ شرط لگائی کہ نفع میں سو یا دوسو،ہزار یا دوہزار میرے ہوں گے باقی جوکچھ بچے گا وہ تمہارا ہوگا یا یہ طے کیا کہ سو یا دوسو روپئے پہلے میں لوں گا باقی جو کچھ بچے گا اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے تو ان دونوں صورتوں میں مضاربت فاسد ہوگی غرضیکہ کوئی فریق نفع کی کوئی رقم اپنے لئے متعین ومخصوص نہ کرے بلکہ یوں طے کرلینا چاہئے آدھا آدھا نفع دونوں کا ہوگا یا رب المال کو۴ر۳ملیگا اورمضارب کو۴ر۱یا۴ر۳ملیگا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ صرف روپئے پیسے میں مضاربت صحیح سمجھتے ہیں مگر امام رحمہ اللہ کے نزدیک سامان میں بھی مضاربت صحیح ہے یعنی کسی نے سامان دیا اور کہا کہ اس کو بیچو جو فائدہ ہوگا ہم لوگ نصف نصف بانٹ لیں گے لیکن اگر یہ کہا کہ اس سامان کو بیچ کر جو روپیہ ہو اس سے مضاربت کرو تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی مضاربت صحیح ہوجائیگی۔

۲۔رب المال نے روپیہ نقد نہ دیا بلکہ یہ کہا کہ ہمارا اتنا روپیہ فلاں کے پاس ہے اس سے وصول کرکے کاروبار کرو،نفع میں دونوں شریک ہوں گے تو یہ مضاربت صحیح ہوگی لیکن اگر یہ کہا کہ تمہارے ذمہ جو روپیہ ہے اس سے تجارت کرو تو یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ قرض سے فائدہ اٹھانا ہوا اور قرض سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے،اسی طرح اگر مضارب نے پورا روپیہ وصول کرنے سے پہلے ہی کام شروع کردیا تو یہ بھی ناجائز ہے۔

۳۔مضاربت میں روپیہ لگانے والا،روپیہ لگاکر علاحدہ ہوجائے گا کام میں اس کی شرکت کی شرط نہیں ہے یعنی اگر اس نے مضارب سے کہا کہ میں خود یا میرا کوئی آدمی تمہارے ساتھ کام میں شریک رہے گا تو یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مداخلت سے کام میں خرابی آئے گی بلاوجہ ایک آدمی کے حق محنت کا بار اس پر پڑے گا،اگر مضارب خود چاہے تو کسی کو رکھ سکتا ہے۔

رب المال کے حقوق واختیارات:

۱۔سرمایہ لگانے والے کو یہ حق ہے کہ وہ یہ شرط لگائے کہ فلاں کاروبار میں روپیہ لگایا جائے،اگر مضارب اس کے خلاف کرے گا اور اس میں نقصان ہوگا تو اس کی ذمہ داری مضارب پر ہوگی۔

۲۔وہ یہ شرط بھی لگا سکتا ہے کہ فلاں وقت تک کے لئے کاروبار کرنے کے لئے روپیہ دیتا ہوں مثلاً ایک ماہ،چھ ماہ یا ایک سال۔

۳۔وہ یہ شرط بھی لگا سکتا ہے کہ فلاں جگہ پر کاروبار کیا جائے یعنی لکھنؤ،دلی،بمبئی یا جہاں کا وہ باشندہ ہے۔

۴۔اگر مضارب نے اصل سرمایہ میں سے کچھ خرچ کردیا ہے تو جو کچھ نفع ہوگا اس میں سے اصل سرمایہ کی یہ رقم نکال کر پھر بقیہ نفع تقسیم ہوگا مثلاً ایک ہزار روپیہ دیا،مضاربت نے اس میں سے سو روپئے کھانے پینے یا کاروبار کے انتظام میں خرچ کردیئے اور پھر ایک سال یا چھ مہینے میں دوسو روپئے کمائے تو ایک روپیہ اصل سرمایہ کے لئے نکل جائے گا،اور بقیہ رقم ایک سو روپئے اصل نفع سمجھی جائے گی اور دونوں کے درمیان معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگی۔

۵۔سرمایہ کی تقسیم کے وقت مالک اور مضارب دونوں کا رہنا ضروری ہے۔

۶۔اگر رب المال یہ شرط لگادے کہ خسارہ دونوں میں مشترک رہے گا تو یہ مضاربت فاسد ہوگی اس کو اس کا حق نہیں ہے۔

مضارب کے حقوق واختیارات:

۱۔مضارب نے جو سرمایہ لیا ہے اس کا وہ امین بھی ہے اور وہ وکیل یعنی نمائندہ بھی،امین اس حیثیت سے کہ جس طرح ایک امین امانت کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح اس کو اس سرمایہ کی حفاظت کرنی چاہئے لیکن اگر اتفاق سے اس سرمایہ میں نقصان آجائے یا وہ ضائع ہوجائے۔تو اس کے اوپر اسکی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی یعنی اس کا تاوان اس سے نہیں لیا جاسکتا لیکن اگر یہ ثبوت مل

جائے کہ اس نے قصداً مال کو ضائع کیا ہے تو اس پر ذمہ داری ہوگی اگر اس نے سرمایہ لگانے والے کے شرائط کے خلاف کام کیا ہے اور گھاٹا ہوا ہے تو بھی اس پر ذمہ داری ہوگی۔

۲۔ یہ تو اس کے امین ہونے کی حیثیت تھی، وکیل ہونے کی حیثیت سے اس کو پورا اختیار ہے کہ طے شدہ شرائط کے تحت جو کاروبار چاہے اور جس طرح چاہے کرے البتہ اگر اس نے کسی مخصوص کاروبار کی شرائط لگا دی ہے یا کسی خاص جگہ پر کاروبار کرنے کا اختیار دیا ہے تو پھر اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے مثلاً اس نے کہہ دیا کہ لکھنؤ میں رہ کر کپڑا خریدیئے اور بیچئے تو اب مضارب کے اوپر اس کی پابندی ضروری ہوگی۔

۳۔ اگر سرمایہ لگانے والے نے روپیہ دے کر کسی خاص اور کسی محدود کاروبار کی قید نہیں لگائی ہے تو اس کو نقد یا ادھار مال خریدنے، بیچنے، کسی اور کو مدد کے لئے تنخواہ یا روزانہ اجرت دیکر رکھ لینے کا بھی حق ہے، اس میں مالک کوئی مداخلت نہیں کرسکتا مثلاً کسی نے کہا کہ میں یہ روپیہ دیتا ہوں اس کو لے جائیے اسکو اپنی صوابدید سے جہاں جی چاہے اور جو جی چاہے کاروبار کیجئے تو اب مضارب کو حق ہوگا جو کاروبار چاہے اور جہاں چاہے کرے، لیکن اگر اس نے خرید وفروخت میں غیر معمولی دھوکہ کھایا تو اس کی ذمہ داری اس کے اوپر ہوگی اسی طرح اجازت کی صورت میں اسے مضاربت کے مال کو قرض دینے یا ھبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا اس کے لئے روپیہ لگانے والے کی اجازت ضروری ہوگی اگر اس نے اجازت کے بغیر مضاربت کا روپیہ قرض دے دیا اور وہ مارا گیا یا اس سے نقصان ہوا تو اس کی ذمہ داری اس کے اوپر ہوگی۔

۴۔ اس کو کسی مال کے رہن رکھنے یا امانت رکھنے حوالہ کرنے یعنی رقم کی ادائیگی ایک جگہ کی بجائے دوسری جگہ کرنے کا اختیار ہوگا یعنی اگر رہن رکھنے یا امانت یا حوالہ کرنے میں کوئی نقصان ہوگا تو اس کا تاوان مضارب پر نہیں ہوگا۔

۵۔ مضارب اپنے وطن میں کاروبار کرے تو کھانا، کپڑا مضاربت کے مال سے نہیں لے سکتا البتہ سواری کا خرچ اس صورت میں لے سکتا ہے جب بڑا شہر ہو اور ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک آنے جانے کا خرچ ہو یا اسٹیشن دور ہو اور مال چھڑانا ہو یا مال کو سواری پر لانا ہو تو یہ سب خرچ اس کو ملے گا اگر اس کو کہیں باہر جا کر کسی مال کے خریدنے یا بیچنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ

کھانے پینے، سواری، کپڑے کی دھلائی کا خرچ لے سکتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ دوا کا خرچ بھی وہ لے سکتا ہے کیونکہ دوا سے اس کی صحت برقرار رہے گی اور صحت ہی پر کاروبار کا دارومدار ہے، اگر وہ تنہا کام نہ کرسکتا ہو تو اجرت پر کوئی دوسرا آدمی بھی رکھ سکتا ہے لیکن اخراجات کے لینے میں اس کو اس کا لحاظ کرنا پڑے گا کہ جس حیثیت کا وہ خود ہے اس سے زیادہ خرچ نہ کرے مثلاً ذاتی سفر میں جتنا خرچ کرتا ہے یا عمومی تاجر جتنا خرچ کرتے ہیں اتنا ہی لینے کا حق ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنا ذاتی سفر تو وہ سکنڈ کلاس میں کرے اور مضارب کی حیثیت سے سفر کرے تو فرسٹ کلاس میں یا گھر وہ دال روٹی کھاتا ہے تو سفر میں اس کو گوشت روٹی کھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسی حیثیت کا کھانا کھانا چاہئے جس حیثیت کا وہ عموماً کھاتا ہے۔

۶۔ مضارب کے مال کو جو نقصان ہوگا وہ نفع سے محسوب ہوگا مثلاً ایک ہزار روپئے سے مال خریدا اور اس میں دوسو روپئے کا نفع ہوا اور اسی اثنا میں ایک سو روپیہ کا مال چوری ہوگیا یا کسی طرح کا نقصان ہوگیا تو ایک سو روپیہ اصل سرمایہ میں لیا جائے گا اور بقیہ ایک سو میں دونوں تقسیم کرلیں گے اگر یہ نقصان فائدہ سے زیادہ ہو تو پھر مضارب پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ وہ نقصان اب رب المال برداشت کرے گا۔

۷۔ اسی طرح اخراجات وضع کرکے پھر تقسیم کیا جائیگا مثلاً ایک ہزار روپیہ اصل سرمایہ ہے جس میں اس نے دوسو روپئے سفر میں اور دوسری کاروباری ضروریات میں خرچ کیا اور اس کے بعد کل چارسو روپیہ اس کو فائدہ ہوا تو دوسو روپیہ جو اس نے اصل سرمایہ سے خرچ کیا ہے وہ وضع کرکے پھر دوسو روپئے معاہدہ کے مطابق تقسیم کرلیں گے، مقصد یہ ہے کہ فائدہ کی صورت میں اصل سرمایہ محفوظ رکھا جائیگا اور نقصان کی صورت میں مضارب پر کوئی ذمہ داری نہیں بشرطیکہ اس نے غفلت نہ برتی ہو یا معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کی ہو یا اس نے غیر معمولی دھوکہ نہ کھایا ہو۔

۸۔ اگر یہ معاملہ کسی وجہ سے فسخ ہوجائے تو مضارب کو جتنا کام ہے اس کی اجرت ملے گی لیکن یہ اجرت اس منافع کی مقدار سے زیادہ نہ ہوگی جو کسی وجہ سے اس نے اب تک کمایا ہے یا اس صورت میں سے جب کچھ فائدہ ہوا ہو اگر فائدہ ہونے سے پہلے یہ معاملہ ختم ہوجائے تو اس کو

کچھ بھی نہ ملے گا۔

شرکت کی قسمیں:

شرکت دو طرح کی ہوتی ہے ایک شرکت املاک اور دوسری شرکت عقود۔

شرکت املاک کی تعریف:

شرکت املاک یعنی ملکیت کی شرکت یہ اس طرح ہوتی ہے کہ چند آدمیوں کو وراثت میں یا بطور ہبہ ایک جائداد یا نقد روپیہ ملا یا دو آدمیوں سے مل کر کوئی چیز خریدی تو یہ تمام صورتیں شرکت املاک کی ہیں یعنی اس چیز کی ملکیت میں دونوں شریک سمجھے جائیں گے۔

شرکت املاک کا حکم:

شرکت املاک کا حکم یہ ہے کہ جتنے لوگ شریک ہوں ان میں سے کسی شریک کو اس مشترک جائداد یا روپیہ میں بغیر تمام شرکاء کی اجازت کے تصرف کا حق نہیں ہے مثلاً کسی نے ایک ہزار روپیہ یا چار مکان ترکہ میں چھوڑے تو اس میں جتنے حصہ دار ہیں خواہ اس میں کسی کا کم حصہ ہو یا زیادہ بغیر سب کی مرضی کے نہ تو ان روپیوں کو کام میں لانے یا مکانوں کے بیچنے یا ان کو کرایہ پر دینے کا کسی کو حق ہے اور نہ سب کی موجودگی کے بغیر تقسیم کرنے کا۔

شرکت عقود کی تعریف:

مضاربت اور تجارت کی طرح شرکت میں باہم معاہدہ اور اقرار ضروری ہے یعنی شرکت عقود اس طرح ہوتی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ آدمی تھوڑا تھوڑا سرمایہ فراہم کرکے آپس میں یہ طے کریں کہ ہم سب مل کر اس روپئے سے فلاں کام کریں گے اور جو نفع ہوگا آپس میں مل کر سب اس کو کریں اس میں جو فائدہ ہوگا بانٹ لیں گے یہ اقرار زبانی بھی ہوسکتا ہے اور تحریری بھی۔

اقسام شرکت عقود کے مشترک امور:

۱۔ایک تو باقاعدہ شرکت کا قول وقرار ہونا چاہئے خواہ زبانی ہو یا تحریری۔

۲۔منافع کی تقسیم کی مقدار بھی صاف بیان کردی جائے کہ کتنا کس کو ملے گا۔

۳۔ان میں سے ہر ایک شریک مال کا امین بھی ہوگا اور وکیل بھی امین کی حیثیت سے مال کی حفاظت اس پر ضروری ہوگی اور وکیل کی حیثیت سے ہر ایک کو برابر کاروبار کے نظم اور تصرف میں اختیار حاصل ہوگا۔

۴۔کام اور سرمایہ برابر برابر ہونے کی صورت میں بھی آپس کی رضامندی سے یہ طے ہو جائے کہ ایک آدمی کو زیادہ اور ایک آدمی کو کم نفع ملے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۔ہر ایک کے لئے اس کام میں خود یا اپنے کسی نمائندہ کے ذریعہ حصہ لینا ضروری ہے لیکن اگر وہ کسی وجہ سے شریک نہ بھی ہو تب بھی نفع میں شریک رہے گا کیونکہ اگر گھاٹا ہوگا تو اس کو بھی نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

۶۔لیکن اگر معاملہ کرتے وقت کسی شریک نے یہ کہہ دیا کہ میں کام میں شریک نہیں رہوں گا تو یہ شرکت اس کے حق میں فاسد رہے گی۔

شرکت عقود کے اقسام:

اب ہم شرکت عقود کے تمام اقسام اور ان کے احکام وشرائط بیان کرتے ہیں۔

شرکت عقود کی وجہ تسمیہ:

عقود عقد کی جمع ہے جس کے معنی بندھنے یا باندھنے کے ہیں اس شرکت کو شرکت عقود اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں شرکاء آپس میں ایک معاہدہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے بندھ جاتے ہیں اور اس کے شرائط کے پابند ہو جاتے ہیں۔

۱۔شرکت مفاوضہ:

شرکت عقود کی یہ پہلی قسم ہے،مفاوضہ کے معنی ایک دوسرے کے سپرد کرنے کے ہیں،

اس شرکت کو مفاوضہ اس لئے کہتے ہیں کہ ایک شریک دوسرے کو اپنا مال سپرد کردیتا ہے اس میں سرمایہ کا ہونا بھی ضروری ہے اور نفع میں بھی برابری شرط ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ تمام ائمہ اس شرکت کے صحیح ہونے کے منکر ہیں، اس شرکت کے لئے حسب ذیل باتیں ضروری ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ اس میں شروع سے آخر تک دونوں کا سرمایہ برابر ہوگا۔

۲۔دونوں نفع میں بھی برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

۳۔ہر ایک شریک کو مال کے خریدنے بیچنے اور تصرف کرنے اور قرض دینے کا اختیار ہوگا۔

۴۔اگر کوئی شریک اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کوئی چیز خرید لے تو اس میں دوسرے شریک کو کچھ کہنے کا حق نہیں ہے لیکن اگر یہ چیزیں ادھار لی ہیں تو دوکاندار کو دوسرے شرکاء سے بھی تقاضے کا حق ہے۔

۵، یہ شرکت صرف مسلمان بالغوں کے درمیان ہوسکتی ہے کیونکہ غیر مسلم ان باتوں کی پابندی نہیں کرسکتا جو اس کے لئے ضروری ہے۔

شرکت عنان:

شرکت عقود کی سب سے مشہور قسم شرکت عنان ہے عام طور پر اسی طریقہ سے شرکت کا کاروبار دنیا میں رائج ہے اس میں نہ تو سرمایہ کا برابر ہونا ضروری اور نہ نفع میں برابری شرط ہے۔

شرکت عنان کی حسب ذیل شرائط ہیں۔

۱۔شرکت عنان میں ہر شخص شریک ہوسکتا ہے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

۲۔جس طرح مفاوضہ میں سرمایہ اور نفع کا برابر ہونا ضروری ہے اس طرح عنان میں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ دونوں کا سرمایہ کم یا زیادہ بھی ہوسکتا اور جس طرح سرمایہ کم یا زیادہ ہوسکتا ہے اسی طرح نفع میں بھی کمی یا بیشی ہوسکتی ہے۔

۳۔تمام شرکاء کا سرمایہ تو برابر ہو لیکن نفع میں کمی زیادتی طے ہوئی ہو اور عام شرکاء دو آدمی کو سپرد کردیں تو جس کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے اگر یہ وہ شخص ہے جس کا نفع زیادہ مقرر ہوا ہے تو پھر

یہ شرط لگائی جاسکتی ہے لیکن اگر یہ شرط اس شخص کے ساتھ لگائی گئی جس کا نفع کم رکھا گیا ہے تو یہ شرط جائز نہیں ہے بلکہ اسکو سرمایہ کے مطابق منافع ملے گا۔

۴۔نفع کی تقسیم کی مقدار طے ہوجانی چاہئے یعنی اس طرح کہ ۱/۲، ۱/۵، یا ۱/۴ یا دس فیصدی فلاں کو اور بیس فیصدی فلاں کو یا سب کو برابر حصہ ملے گا اگر اس طرح یہ طے کیا گیا ہے کہ ایک ہزار روپئے تو فلاں کے متعین رہیں گے باقی جو بچے گا وہ شرکا کا رتو یہ صحیح نہیں ہے۔

۵۔جونقصان ہوگا وہ اصل سرمایہ سے پورا کیا جائیگا، نفع پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا لیکن یہ اس صورت میں جب نقصان قصداً نہ کیا گیا ہو بلکہ اچانک ہوگیا ہو، اگر کسی شریک نے جان بوجھ کر نقصان اٹھایا یا نقصان کیا تو پھر اس کی ذمہ داری اس کے سر ہوگی یعنی وہ اس کے نفع یا اصل سے پورا کیا جائے گا۔

۷۔اگر شرکت کسی وجہ سے فاسد ہوگئی یا معاہدہ خود ہی فسخ کردیا گیا تو منافع سرمایہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔

۸۔جس غرض کے لئے شرکت کی گئی اس میں شرکت کے مال کو خرچ کرنے اور تصرف کرنے کا ہر شریک کو برابر حق ہے۔

۹۔اپنے ذاتی مال کے ساتھ شریک کا مال ملانا یا دونوں کاروبار ملا جلا رکھنا جائز ہے اگر دوسرا شریک اس کی اجازت دیدے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح تما شرکاء کی اجازت کے بغیر کسی نئے آدمی کو اس میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰۔جس مشترک کاروبار میں یہ مشترک سرمایہ لگا اگر اسی زمانے میں اسی طرح کا کوئی کاروبار کوئی شریک اپنے ذاتی روپیہ سے الگ کرنے لگے تو اس کا یہ ذاتی کاروبار بھی مشترک ہی سمجھا جائے گا، اگر چہ باقاعدہ اس بات کا ثبوت ہی کیوں نہ فراہم کردے کہ یہ اس کا ذاتی کاروبار ہے البتہ اگر وہ اپنے ذاتی روپئے سے دوسرا کوئی کاروبار کرے تو اس کو اجازت ہوگی۔

۱۱۔تمام شرکاء کی اجازت کے بغیر کوئی شریک کسی دوسرے آدمی کو مشترک سرمایہ سے قرض نہیں دے سکتا۔

۱۲۔اگر سرمایہ قرض لیکر دو یا بہت سے آدمی کوئی مشترک کاروبار کریں تو یہ جائز ہے مگر یہ

قرض سودی نہ ہو۔

۱۳۔مشترک کاروبار کے سلسلے میں سفر میں مزدوری یا دوکان کا کرایہ وغیرہ میں یا کارخانہ کے بنانے میں یا مشین کے بنانے میں جو کچھ خرچ ہوگا وہ مشترک سرمایہ سے لے لیا جائیگا۔

۱۴۔اگر کسی ایک شریک نے دوسرے شریک کو یا چند شرکاء نے ایک شریک کو مشترک سرمایہ سپرد کر کے کہا کہ تم تجارت یا صنعت کا جو کام چاہو کرو تو پھر اس کو اختیار ہے کہ وہ جو کاروبار چاہے کرے اور جس طرح چاہے کرے لیکن اگر وہ قصداً سرمایہ برباد کرے گا یا فضول کاموں یا اپنے تعیّشات میں خرچ کرے گا تو اس کی ذمہ داری اس کے اوپر ہوگی یعنی تمام شرکاء اس کا تاوان اس کے سرمایہ سے وصول کریں گے۔

۱۵۔اگر کسی شریک نے دوسرے شریک سے یا چند شرکاء نے کسی ایک شریک سے یا ایک شریک نے چند شرکاء سے یہ کہا کہ یہ کاروبار اس شہر میں کرنا بہتر ہوگا لیکن دوسرے شرکاء نے کسی دوسری جگہ یہ سرمایہ لگا دیا تو اگر اس میں نقصان ہوا تو اس کی ذمہ داری صرف انہیں لوگوں پر ہوگی جنہوں نے اپنی رائے سے ایسا کیا ہے اور نفع میں وہ شخص اسی طرح شریک ہوگا جس طرح معاہدہ ہوا ہے غرضیکہ ہر شریک کی رضامندی ضروری ہے۔

شرکت اعمال یا شرکت صنائع:

شرکت عقود کی تیسری قسم شرکت اعمال یا شرکت صنائع ہے یعنی وہ شرکت جس میں سرمایہ کے بغیر دو ہم پیشہ یا دو مزدور اس بات کا معاہدہ کریں کہ فلاں کام ہم دونوں مل کر کریں گے جو کچھ اس سے پیسہ ملے گا وہ بانٹ لیں گے اس کو شرکت اعمال یا شرکت صنائع اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں نقد سرمایہ مشترک نہیں ہوتا بلکہ عمل اور پیشہ (صنعت) مشترک ہوتا ہے اس کا نام شرکت تقبل بھی ہے یعنی دو آدمی مشترک طور پر ایک کام کو قبول کر لیتے ہیں، شرکت ابدان بھی اسی کو کہتے ہیں۔

اس شرکت کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کے چند شرائط ہیں۔

۱۔شرکت عنان کی طرح اس میں بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص برابر کام کرے اور

مزدوری کی رقم میں برابر کا شریک ہو بلکہ اس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

۲۔جو شخص کام دے گا اس کو ان میں سے ہر ایک شریک سے تقاضے کا حق حاصل ہوگا خواہ کسی کی مزدوری کم ہو یا زیادہ۔

۳۔شرکاء میں سے جو بھی کوئی کام یا کام کا معاہدہ ہو وہ تمام شرکاء کی طرف سے سمجھا جائیگا اس کی ذمہ داری سب پر ہوگی۔

۴۔ان میں سے ہر ایک شریک کام یا کام کا آڈر دینے والے سے پوری مزدوری مانگ سکتا ہے اور جس نے کام دیا ہے اگر اس نے کسی ایک کو بھی مزدوری دیدی تو دوسرے کو اب اس سے کچھ کہنے سننے کا حق نہیں ہے۔

۵۔اگر کسی شریک نے کام کیا اور کسی نے نہیں کیا تو کام دینے والے کو اس پر اعتراض کا حق نہیں البتہ اگر اس نے شرط لگا دی ہو کہ تم ہی کرو تو پھر اس کو کرنا ضروری ہوگا۔

۶،اگر شرکاء میں سے کسی نے کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی کام نہیں کیا مثلاً بیمار پڑ گیا یا کسی اور وجہ سے کام نہ کر سکا تو بھی وہ فائدہ اور اجرت میں شریک رہے گا۔

۷۔اگر کوئی نقصان ہوگا تو اس کے ذمہ دار تمام شرکاء ہوں گے۔

۸۔اگر دو پیشہ ور اس طرح شرکت کریں کہ دوکان تو ایک آدمی کی ہوگی اور اوزار یا کام دوسرے کا ہوگا تو یہ شرکت بھی جائز ہوگی۔

۹۔اگر دو آدمیوں کے پاس دو ٹرک ہوں اور وہ یہ معاہدہ کریں کہ جو مال لادنے کے لئے ملے گا اس کو دونوں میں سے کوئی پہنچا دے گا اور جو کرایہ ملے گا دونوں تقسیم کر لیں گے۔تو یہ جائز ہے،دونوں برابر منافع تقسیم کر لیں لیکن یہ شرکت اس طرح ہو کہ دونوں جو کچھ کمائیں گے اس میں سے بانٹ لیں گے تو یہ جائز نہیں یعنی معاہدہ شرکت کام اور اجرت دونوں کے لئے ہونا چاہئے محض اجرت میں نہیں۔

۱۰۔اگر گھر کے مالک نے کوئی کام کیا اور اس میں گھر کے بچے اور عورتیں بھی شریک ہوں تو یہ قانونی شریک نہیں سمجھے جائیں گے بلکہ یہ اس کے مددگار شمار ہوں گے ان کو الگ سے کوئی حصہ نہیں دیا جائے گا۔

شرکت مضاربت:

یہ شرکت عقود کی پانچویں قسم ہے یہ وہی شرکت ہے جسکا بیان مضاربت کے تحت پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

شرکت الوجوہ:

شرکت عقود کا یہ چوتھا طریقہ شرکت الوجوہ ہے یعنی دو یا اس سے زیادہ آدمی نہ تو کاروبار میں سرمایہ لگائیں اور نہ دونوں کسی کام یا پیشہ میں شریک ہوں گے بلکہ اپنی ساکھ اور وجاہت کی بنیاد پر یہ معاہدہ کریں تا کہ تاجروں سے ادھار مال لیکر ہم فروخت کریں گے اور جو کچھ فائدہ ہوگا مال کی قیمت ادا کرنے کے بعد بانٹ لیں گے۔

شرکت الوجوہ کے شرائط:

۱۔اس کے شرائط وہی ہیں جو شرکت ضائع کے ہیں البتہ ایک شرط کی زیادتی یہ ہے کہ جو اپنی ساکھ اور وجاہت سے جتنا حاصل کرے گا اور جتنے مال کی ذمہ داری یعنی ضمانت لیگا وہ اتنا ہی زیادہ نفع پانے کا حقدار ہوگا۔

۲۔جو نقصان ہوگا اس کا خسارہ دونوں کو نفع کے اعتبار سے برداشت کرنا پڑے گا۔

شرکت اور مضاربت کے شرعی احکام

نقصان کی تعریف:

نقصان کی تعریف کرتے ہوئے مشہور حنفی محقق علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں ’’نقصان سرمائے کے ہلاک ہوجانے والے حصے کا نام ہے‘‘

نفع ونقصان کے درمیان فرق:

نفع کامیابی کاروباری جدوجہد کا نتیجہ ہے اور نقصان اس بات کی علامت ہے کہ کارو باری جدوجہد کے باوجود سرمایہ میں اضافہ نہ ہوسکا۔

۱۔نقصان ہمیشہ کاروبار میں لگے ہوئے سرمایوں پر ان کی مقداروں کی نسبت سے تقسیم کیا جائے گا اور ان سرمایوں کے مالک اسے برداشت کریں گے۔

۲۔نفع کی تقسیم شرکاء کاروبار کے درمیان باہم طے کردہ نسبتوں سے ہوگی ،نفع میں ہر فریق کا حصہ لازماً نسبت یا فیصد کی صورت میں طے کیا جانا چاہئے کسی فریق کے لئے کوئی متعین رقم نہیں طے کی جاسکتی۔

۳۔مسلسل جاری کاروبار میں نقصان کی تلافی نفع سے کی جاتی رہے گی تا آں کہ کاروبار ختم کر کے حساب صاف کرالئے جائیں ،حساب فہمی کے وقت پہلے سرمایہ علاحدہ کیا جائیگا تب جو رقم فاضل ہوگی وہ نفع قرار پائے گی اور کمی واقع ہونے کی صورت میں کمی کی مقدار نقصان قرار پائے گی۔

۴۔کاروبار کے نفع کے حقدار نفع کے مالک اس وقت قرار پائیں گے جب اصل سرمایہ اصحاب سرمایہ کو واپس مل جائیں خواہ اپنے سرمایوں پر ان کا قبضہ عملاً ہو یا قانوناً۔

۵۔ایک شریک دوسرے شرکاء کی اجازت سے کاروبار کے لئے دوسرے افراد سے شرکت یا مضاربت کے معاہدہ کے تحت مزید سرمایہ حاصل کرسکتا ہے اور سرمایہ شرکت کسی دوسرے افراد کو کاروبار کے لئے دے بھی سکتا ہے۔

۶۔مضارب سرمائے کے مالک کی اجازت عام کے تحت خصوصی طور پر کاروبار مضار بت میں اپنا ذاتی سرمایہ بھی شامل کرسکتا ہے اور دوسرے سے شرکت ومضاربت کے تحت مزید سرمایہ حاصل کر کے بھی کام میں لاسکتا ہے نیز مال مضاربت کو مضاربت کے تحت کسی دوسرے فر یق کو کاروبار کے لئے دے سکتا ہے یا اس مال کے ذریعہ شرکت کا معاہدہ کرسکتا ہے۔

۷۔کوئی شریک یا مضارب دوسرے شرکاء یا صاحب سرمایہ کی صریح اجازت کے بغیر

شرکت ومضاربت کے سرمایہ سے دوسرے افراد کو نہ تو قرض دے سکتا ہے اور نہ ہی اس کاروبار کے لئے قرض حاصل کرسکتا ہے۔

۸۔شرکت ومضاربت کا کاروباری ادھار فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے الا یہ کہ دوسرے شریک یا مضارب منع کردیں،مشترکہ کاروبار کی جانب سے ادھار خریدی جانے والی اشیاء اور خدمات کی قیمت کاروبار کی مالکیت سے زیادہ نہ ہونی چاہیۓ کیونکہ زیادہ خریدنے کا حق دوسرے شرکاء یا صاحب سرمایہ کی اجازت پر موقوف ہے۔

۹۔شرکت میں کوئی شریک دوسرے شرکاء کی اٹھائی ہوئی مالی ذمہ داری کا کفیل نہیں ہوتا الا یہ کہ یہ ذمہ داری تمام شرکاء کی اجازت سے مشترکہ کاروبار کی جانب سے اٹھائی گئی ہو،مضاربت میں سرمایہ فراہم کرنے والے فریق کی ذمہ داری اس کے فراہم کردہ سرمائے کی حدتک محدود ہوگی الا یہ کہ اس نے اپنی جانب سے قرض لینے یا ادھار خریدنے کی اجازت دے کر اس ذمہ داری کو مزید وسعت دی ہو۔

۱۰۔شرکت ومضاربت کا معاہدہ کوئی فریق کسی حدتک سے کسی وقت بھی فسخ کرسکتا ہے دو سے زیادہ فریق آپس میں حق معاہدہ قائم رکھ سکتا ہے۔

۱۱۔شرکت ومضاربت کا معاہدہ متعین مدت کے لئے بھی کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۔شرکت ومضاربت کا معاہدہ کسی ایک فریق کی موت سے ختم ہوجائے گا نیز دو سے زائد فریق آپس میں حق معاہدہ قائم رکھ سکتا ہے۔

شرکت ومضاربت کے یہ اصول متفق علیہ ہیں دیگر اصول میں کچھ اختلافات ہیں جن سے صرف نظر کیا جاتا ہے ساتھ ہی یہ بات بھی مسلم ہے کہ شرکت ومضاربت کا جواز سنت میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنھا سے مضاربت کے تحت کاروبار کا معاہدہ کیا تھا نیز آپ نے سائب بن شریک رضی اللہ عنہ کی تجارت میں (مکہ میں) شرکت کی تھی۔

شرکت ومضاربت میں دشواریاں اوران کا حل

شرکت ومضاربت میں عموماً دوقسم کی دشواریاں بتائی جاتی ہیں۔

۱۔دیانت وامانت کا معیار پست ہونے کی وجہ سے آج کل شریک یا مضاربت پر مال لے کر کاروبار کرنے والا فریق حقیقی نفع نہیں بتاتا بلکہ نفع کے بجائے نقصان دکھاتا ہے اس لئے شرکت ومضاربت پر عمل کرنا مشکل ہے،اس مشکل کا حل یہ ہے کہ بددیانتی کی وجہ سے کبھی بھی کوئی کام بند نہیں ہوتا بلکہ اس کے سدباب کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ آڈٹ کے نظام،اکاؤنٹس کے نظام اور سنٹرل بینک کی نگرانی کی طرح مشارکہ اور مضاربہ کے لئے ''بلیک لسٹ'' کیا جائے،اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے بدیانتی ثابت ہوجائے وہ آئندہ کسی بینک سے سرمایہ حاصل کرنے سے محروم ہوجائے گا یہ کام ملکی سطح پر ممکن ہے اس کے علاوہ بھی مناسب طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

۲۔انکم ٹیکس کے نظام کی وجہ سے تاجر دوقسم کے کھاتے بناتے ہیں،انکم ٹیکس کے لئے الگ کھاتے ہوتے ہیں اور واقعی کھاتے الگ ہوتے ہیں،اس طرح انکم ٹیکس کی ادائیگی اور نفع کی تقسیم میں عدل کی راہ چھوٹ جاتی ہے اس مشکل کا حل یہ ہے کہ ٹیکس کے نظام کی اصلاح بھی ضروری ہے ٹیکس کو آمدنی سے وابستہ کرنے کے بجائے ریاستی ضروریات کے لئے ٹیکس کا کوئی ایسا نظام جاری کیا جائے جس سے بدیانتی کا یہ دروازہ بند ہوجائے۔

اجارہ(Leasing):

اصل اسلامی بینک کاری وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے مگر بعض حالات میں مشارکہ اور مضاربہ ممکن نہیں ہوتا مثلاً کسی کسان کو ٹریکٹر خریدنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتو اس میں شرکت ومضاربت ممکن نہیں اس کے لئے ایک طریقہ ''اجارہ'' ہے اجارہ بھی تمویل کا یک شرعی طریقہ ہے اس کے ذریعہ سرمایہ حاصل کیا جاتا ہے،اجارہ دوطرح کا ہوتا ہے۔

۱۔آپریٹنگ لیز (Oprerating Leas):

یہ وہ اجارہ ہے جو عام طور پر معروف ہے،تاہم یہ اجارہ سرمایہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہوتا۔

۲۔فنانشل لیز (Financial Leas):

یہ اجارہ سرمایہ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے قرض کے بجائے اجارہ کا یہ طریقہ اختیار کرنے کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔

ا۔اس کی وجہ سے بعض صورتوں میں ٹیکس سے بچت ہوجاتی ہے یا ٹیکس میں کمی ہوجاتی ہے۔

۲۔قرض کی وصولیابی کے لئے اجارہ کا یہ طریقہ بہ نسبت اقراض کے زیادہ باعث اطمینان ہے۔

اجارہ کی حقیقت یہ ہے کہ موجر جو مشینری وغیرہ اجارہ پر دے رہا ہو وہ اس کا مالک ہو اور ذمہ دار بھی مگر تمویلی اجارہ میں آجکل عملاً ایسا نہیں ہوتا، اگر اجارہ کی اصل صورت مسخ ہوجائے تو یہ شرعاً جائز نہیں۔

مرابحہ مؤجلہ

یہ بھی تمویل کا ایک شرعی طریقہ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص بینک سے قرضہ لینے کے لئے آئے تو بینک اس سے پوچھے کہ کس چیز کو حاصل کرنے کے لئے رقم درکار ہے؟ بینک اس کو رقم دینے کے بجائے وہ چیز خرید کر مرابحہ نفع پر ادھار بیچ دیتا ہے، مرابحہ کا طریقہ اختیار کرنے کی وجہ اس طور پیش آتی ہے تا کہ نظام میں یکسانیت رہے اور تمام لوگوں سے نفع ایک شرح کے ساتھ وصول کیا جائے، نفع کی جو شرح طے ہوتی ہے اس کو مارک اپ (Mark Up) کہتے ہیں۔

مروجہ مرابحہ میں شرعی خامیاں

ا۔ایک شخص کے پاس جو چیز خریدنی ہے وہ موجود ہوتی ہے بینک اس شخص سے وہ موجود چیز کم قیمت پر خرید کر پھر اسی سے زیادہ قیمت پر ادھار فروخت کر دیتا ہے یہ شرعاً ناجائز ہے اس میں

مرابحہ مؤجلہ کی صورت مفقود ہے اور اس میں سود کی جھلک نمایاں ہے اس کو ''بائی بیک'' (Buy Back) کہتے ہیں۔

۲۔''بائی بیک'' کی حقیقی صورت بھی نہیں ہوتی یعنی ایسا کوئی سامان موجود ہی نہیں ہوتا جس پر بائی بیک کیا جائے اور فرضی کاروائی ہوتی ہے اس پر بھی بینک مرابحۃً قرض دیتا ہے۔

۳۔جب کوئی شخص بینک کے پاس سرمایہ حاصل کرنے کے لئے آتا ہے تو بینک تمویل کی حد مقرر کردیتا ہے اور اتنے سرمائے کی حد تک بینک مرابحہ کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے، اور معاہد (Agrements) پر دستخط کرائے جاتے ہیں اس میں ایجاب وقبول کی صورت مفقود ہے جس کے بغیر بیع وشرا ممکن نہیں اور یہ حرام طریقہ ہے۔

۴۔تمویل کی حد مقرر کرنے کے معاہدے پر دستخط ہوتے ہی بینک کا اس شخص سے ''ہنڈی'' یا پرامیری نوٹ پر دستخط کرالینا بھی غلط ہے کیونکہ وہ ابھی بینک کا مدیون نہیں بنا ہے ابھی تو آئندہ مرابحہ مؤجلہ کے لئے آمادگی کا معاہدہ ہوا ہے۔

۵۔مرابحہ کی ثمن کی ادائیگی کا وقت آنے پر ادائیگی کی استطاعت نہ ہو تو یہاں قرض کی مدت بڑھا کر مزید سود لگایا جاتا ہے جس کو رول اورو (Roll Over) کہتے ہیں اور یہ طریقہ بھی غلط ہے حالانکہ یہ ایک بیع تھی۔

ان خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات مستحسن ہوں گے۔

ا۔غیر سودی کاروبار کی اصل بنیاد مارک اپ کے بجائے نفع ونقصان کی تقسیم کو بنایا جائے

۲۔جن مقامات پر مارک اپ کا طریقہ باقی رکھنا ضروری ہو وہاں اس کی شرعی شرائط پوری کی جائیں یعنی اول تو قیمت کی ادائیگی میں تاریخ پر ''مارک اپ'' کی شرحوں میں اضافے کی شرط کو فی الفور ختم کیا جائے کیونکہ شریعت میں اس کی گنجائش نہیں، دوسرے یہ کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ ''مارک اپ'' کی بنیاد پر فروخت کیا جانے والا سامان بینک کے قبضے میں لا کر فروخت کیا جائے گا۔

۳۔بل آف ایکسچینج بنانے کے لئے ''مارک ڈاؤن'' کا طریقہ ختم کرکے وہ طریق کار اختیار کیا جائے جو اسلامی رو سے جائز ہو۔

۴۔اکاؤنٹ ہولڈرزاور بینک کے نفع کا متناسب حصہ مقرر کیا جائے۔

۵۔چونکہ مرابحہ مؤجلہ میں سامان کی ثمن خریدار کے ذمہ دین ہوجاتی ہے اس لئے بینک دین کے وثیقہ کے طور پر کفالت یا رہن کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

ثمن کی توثیق کے لئے مختلف صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

۱۔بیع کو ہی بطور وثیقہ کے اپنے پاس رکھ لیا جائے بشرطیکہ خریدار بیع پر قبضہ کرنے کے بعد پھر رہن رکھے۔

۲۔ایک طریقہ ''الرھن الساذج''(Simple Mardgage) ہے اس میں رہن راہن کے قبضے میں ہی ہوتا ہے وہ اس کا استعمال بھی کرتا ہے اور مرتہن رہن پر قبضہ نہیں کرتا البتہ مرتہن کو یہ حق ہوتا ہے کہ بروقت دین کی ادائیگی نہ کرنے کی صورت میں اس کو بیچ کر دین وصول کر ے۔

۳۔ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی تیسرے شخص کو ضامن بنالیا جاتا ہے مگر اس ضمانت پر اجرت لینا شرعاً درست نہیں۔

اسلامی طریقہ ہائے تمویل کی جزئی تطبیق:۔

تمویل کے شرعی طریقوں پر روشنی ڈالی جاچکی ہے یہاں اب ان طریقوں کو بینک کی جزئیات پر مختصراً تطبیق دکھائی جارہی ہے۔

تمویل کے تینوں طریقوں پر جزئی تطبیق۔

تمویل المشاریع:(Project Financing):

تمویل المشاریع میں شرکت ومضاربت ،اجارہ اور مرابحہ مؤجلہ سب طریقوں سے تمویل ہوسکتی ہے،اجارہ اس طرح کہ مشینری خرید کر بینک اجارہ پر دیدے،مرابحہ اس طرح کہ مشینری خرید کر نفع پر مرابحۃً بیچ دی جائے اور شرکت ومضاربت کو طویل المیعاد تمویل میں استعمال کیا جاتا ہے۔

تمویل راس المال العامل:(Working Capital Financing)

اس میں خاص معاملات کی حد تک مشارکہ اور مضاربہ ہوسکتا ہے مثلاً بینک جو سرمایہ دے رہا ہے اس سے روئی خریدی جائے اس سے کپڑا وغیرہ بنا کر جو نفع حاصل ہوگا اس میں بینک شریک ہوگا اور خام مال کی ضرورت ہو تو اس میں مرابحہ بھی ہوسکتا ہے۔

:(Over thead Expenses)

اس میں تمویل بہت مشکل ہے، یہاں اجارہ اور مرابحہ کا امکان ہی نہیں یہاں دو ہی را ستے ہیں ایک مشارکہ کا طریقہ ہے کہ جتنی رقم کی ضرورت ہے بینک اتنی رقم دے کر کاروبار کے کسی حصہ میں شریک ہوجائے دوسرا طریقہ بلاسود قرض ہے اس میں بینک وہ اخراجات لے سکتا ہے جو اس قرض کا حساب وکتاب رکھنے کے لئے ہوئے مگر اجرت مثل سے تجاوز نہ کرے۔

درآمد میں اسلامی بینکوں کا کردار:

اسلامی بینکوں میں ایل ،سی کا معاملہ مرابحہ کے طور پر کیا جاتا ہے مگر متعدد وجوہ کی بنا پر ایل،سی کا معاملہ مرابحہ کے طور پر کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا اس لئے ایل،سی کا صحیح متبادل یہ ہے کہ یہ معاملہ شرکت ومضاربت کے طریقے پر کیا جائے اگر ایل ،سی زیرو مارجن پر ہوگا اور بینک رب المال اور امپورٹر مضارب ہوگا اور گر ایل ،سی کھلوانے والا بھی کچھ رقم لگا رہا ہے تو شرکت ہوگی ان دونوں کی صورت یہ ہے کہ بینک امپورٹر سے کہے گا کہ مال کی قیمت ہم ادا کرتے ہیں اور مال کے بیچنے سے جو نفع آئیگا وہ طے شدہ تناسب سے تقسیم کرلیا جائے گا۔

برآمد میں اسلامی بینکوں کا کردار:

برآمد کے سلسلے میں اسلامی بینکوں کے دو کردار ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ ایکسپورٹر کا بینک ہونے کی حیثیت سے مال روانہ کرتا ہے،کاغذات بھیجتا ہے نیز امپورٹر سے رقم وصول کرتا ہے وغیرہ دوسرے یہ کہ برآمد کنندہ کو مال خریدنے یا تیار کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہو تو فراہم کرتا ہے

جس کو تمویل الصادرات (Export Financing) کہتے ہیں اسکی دو قسمیں ہیں ایک ''تمویل قبل الشحن'' (Preshipment Financing) دوسری ''تمویل بعد الشحن'' (Postshipent Financing) ہے تمویل کے شرعی طریقے کی رو سے ''تمویل قبل الشحن'' کی صورت عام طور پر اسلامی بینکوں میں رائج ہے وہ صحیح نہیں ہے اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ بینک اور عمیل (جو شخص بینک سے سرمایہ لینے آیا تھا) کہ درمیان شرکت یا مضاربت کا معاہدہ ہوا گر عمیل بھی کچھ سرمایہ لگایا ہو تو شرکت ہوگی اور اگر وہ اپنا سرمایہ نہ لگایا ہو تو مضاربہ کا عقد ہوگا اس میں ایک شکل یہ ہے کہ اگر مال مطلوبہ صفات کے مطابق نہ ہو تو کیا راستہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشارکہ یا مضاربہ میں یہ شرط لگادے کہ مطلوبہ صفات کے مطابق بھیجنا ہوگا اگر پھر بھی اس کے مطابق نہ ہو تو عمیل ذمہ دار ہوگا وہ اس لیے کہ مخالفت عمیل کی طرف سے تعدی کی وجہ سے ہے اور تعدی کی صورت میں شریک مضارب کو ضامن بنایا جاسکتا ہے۔

اور ''تمویل بعد الشحن'' کا موجودہ طریقہ ''بل آف ایکسچینج کی ڈسکاؤنٹنگ ہے اس کی وضاحت ہوچکی ہے، اسکے شرعی حکم کے سلسلہ میں کوئی تشفی بخش نظام علماء اسلام کیطرف سے نہیں پیش کیا جاسکا ہے اس لئے تمویل بعد الشحن کے معاملات صحیح حل پر موقوف ہوں گے اور تمام معاملات ''تمویل قبل الشحن'' ہی کی بنیاد پر کئے جائیں گے اور اگر ایکسپورٹر کی قیمت حاصل ہونے سے پہلے ایکسپورٹر کو رقم کی ضرورت ہو تو وہ بینک سے کوئی نیا مشارکہ یا مضاربہ یا مرابحہ کرسکتا ہے،

اعادہ تمویل الصادرات (Export Refinancing Scheme):

یہ ادارہ برآمدات کی حوصلہ افزائی کے لئے ہوتا ہے اس کی قدرے وضاحت ہوچکی ہے اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ چونکہ اسٹیٹ بینک کا اصل مقصد برآمدات کی حوصلہ افزائی کے لئے بینکوں کو امداد (Subsidy) دینا ہے تا کہ وہ کم نفع رکھ کر برآمدات کی تمویل کریں، لہٰذا اس کے لئے براہ راست امداد دے۔

دیگر مالیاتی اداروں کا شرعی حکم

پاکستان ''اسلامی نظریاتی کونسل'' نے سب سے پہلے چار ادارہ کا شرعی حکم پیش کیا ہے جن کو سود سے پاک کرنا آسان تھا۔

۱۔(N-I-T) کا حکم یہ ہے کہ این، آئی، ٹی کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ سودی اور حرام کاروبار والے اداروں اور کمپنیوں کے شیئرز نہ لیں نیز حکومت کی شرکت این، آئی، ٹی سے ختم کرکے اسے اس بات کا ضامن بنایا گیا کہ این، آئی، ٹی کو نقصان ہونے کی صورت میں ڈھائی فیصد تک نفع بھی دے، یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے اس کے لئے دیگر کتب کی طرف رجوع کریں۔

۲۔''میوچل فنڈ'' والے ادارے کو اس بات کا پابند بنایا گیا کہ صرف ان کمپنیوں کے شیئرز لئے جائیں جن کا کاروبار بنیادی طور پر جائز ہو۔

۳۔اسمال انڈسٹریز فنانس کارپوریشن کیلئے مرابحہ اجارہ کی تمویل مشروع قرار دی گئی۔

۴۔(H.B.F.C) کے لئے ''شرکت متناقصہ'' (Decreasing Partnership) کا طریقہ اختیار کیا گیا جس کا حل یہ ہے کہ تمویلی ادارے اور عمیل (Client) مشترکہ سرمایہ سے مکان بنائیں گے ایک چوتھائی حصہ عمیل کا اور تین چوتھائی حصہ ادارے کا ہوگا اور عمیل کارپوریشن کے حصہ میں کرایہ دار ہونے کی حیثیت سے رہے گا اور کرایہ ادا کرے گا نیز وقفہ وقفہ سے کارپوریشن کے سارے حصہ کو خرید کر اس کی ملکیت سے اپنی ملکیت میں کرے گا۔

اسلامی بینک کاری کے اثرات:۔

علماء کرام نے جب اسلامی بینک کاری کا نظام پیش کر کے اس کے نفاذ کی سعی پیہم کیں تو باری تعالیٰ کی نصرت سے متعدد ممالک میں اس کے نتیجہ خیز اثرات مرتب ہوئے، اسلامی ممالک نے بھی اس نظام کو اپنانے کی ہر ممکن کوشش کی یہاں تک کہ بہت سارے ممالک میں اسلامی بینک کاری کے بہت سے ادارے قائم ہوگئے، پرنٹ میڈیا سے جن اداروں کے اسماء ہمیں دستیاب

ہو سکتے ہیں ان کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

☆۔بیت التمویل پوسٹ بکس نمبر ۲۴۹۸۹ کویت۔

☆۔دوبائی اسلامک بینک قاہرہ، دوبائی متحدہ عرب امارات۔

☆۔فیصل اسلامک بینک آف ایجپٹ ۱۱۱۳ کارنش اکنیل اسٹریٹ اتحادالاشترا کی بلڈنگ قاہرہ، مصر۔

☆۔فیصل اسلامک بینک آف جارڈن پوسٹ بکس نمبر ۵۴۱۸ عمان، اردن۔

☆۔فیصل اسلامک بینک آف سوڈان پوسٹ بکس نمبر ۲۴۱۵ خرط، سوڈان۔

☆۔اسلامک بینکنگ سسٹم ۳۱، پیلس ڈی پیرس لکسبرگ، جرمنی۔

☆۔اسلامک بینک آف بحرین، بحرین۔

☆۔اسلامک انوسمنٹ کمپنی جنیوا، سوئزرلینڈ۔

☆۔اسلامک ڈیولپمنٹ بینک جدہ، سعودی عربیہ۔

☆۔اسلامک انوسمنٹ کمپنی بیٹکو فاوماامہ۔

☆۔اسلامک بینک آف شارجہ، شارجہ متحدہ عرب امارات

☆۔انوسمنٹ کارپوریشن آف پاکستان، بینک بلڈنگ چندریگر روڈ کراچی، پاکستان۔

☆۔ہاوس بلڈنگ فائنس کارپوریشن سلطان ٹرسٹ بلڈنگ بیومانٹ روڈ کراچی پاکستان۔

☆۔نیشنل انوسمنٹ ٹرسٹ، نیشنل بلڈنگ چندریگر روڈ، کراچی، پاکستان۔

معاشی اصطلاحات کا تعارف

۱۔آجر (Entrepreneur)

اس سے مراد وہ شخص یا ادارہ ہے جو کسی عمل پیدائش کا محرک ہوتا ہے اور مذکورہ تین عوامل پیداوار (زمین، محنت، سرمایہ) کو جمع کرکے انہیں پیدائش کے عمل میں استعمال کرتا ہے اور نفع و نقصان کا خطرہ مول لیتا ہے۔

۲۔آجروں کا مال (Producer Goods)

اگر صنعت کا تیار کیا مال کسی دوسرے صنعت میں بحیثیت خام مال استعمال کیا جاتا ہے تب یہ آجروں کا مال کہلاتا ہے۔

۳۔آلات تجارت (Business Machinery)

آلات تجارت سے مراد ان تمام تنظیموں اور مشینوں سے ہے جن کی مدد سے مال کی خرید وفروخت کی جاتی ہے۔

۴۔آمدنی اثر (Income Effect)

فرد کی آمدنی میں تبدیلی سے اشیاء صرف پر خرچ کی جانے والی رقم پر مرتب ہونے والا اثر۔

۵۔آمدنی کی تقسیم (Distribution of Income)

یعنی وسائل پیداوار کو کام میں لگانے کے بعد اس کے نتیجے میں جو پیداوار یا جو آمدنی

حاصل ہوگی اس کو کس طرح معاشرہ میں تقسیم کیا جائے اور کس بنیاد پر تقسیم کیا جائے۔

۶۔آمدنی کی منصفانہ تقسیم (Enquitable Distriution of Income)

پیداوار سے جو کچھ آمدنی حاصل ہو وہ افراد کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم ہو اور غریب و امیر کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو، آمدنیوں میں توازن ہو۔

۷۔اجارہ (Mono poly)

بازار کی وہ شکل جس میں کسی شئی کا صرف ایک فروخت کرنے والے پر ہوتا ہے اور اس شئی کا کوئی قریبی بدل نہیں ہوتا۔

۸۔اجارہ دارانہ مسابقت (Monopolistic Competition)

بازار کی وہ شکل جس میں بہت سے فروخت کرنے والے ہوتے ہیں جن کی پیداوار یکساں ہوتے ہوئے بھی الگ الگ امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

۹۔اجتماعی ملکیت (Collective Property)

اس اصطلاح کا مطلب یہ ہے کہ وسائل پیداوار کسی شخص کی ذاتی ملکیت میں نہیں ہوں گے بلکہ وہ قومی ملکیت میں ہوں گے اور حکومت کے زیر انتظام چلائے جائیں گے۔

۱۰۔اجتماعی مفاد (Collective Interest)

اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ اس نظام میں منصوبہ بندی کے تحت اجتماعی مفاد کو بنیادی طور پر مدنظر رکھا جاتا ہے۔

۱۱۔اشتراکیت (Communism)

ایک اقتصادی نظام جسے ایک یہودی مفکر کارل مارکس نے پیش کیا، لینن اور انیجلز اس کے شارحین میں سے ہیں اس کا فلسفہ جدلی مادیت اور میکانکی تصور حیات پر مبنی ہے۔

۱۲۔امداد باہمی (Co-Operation)

امداد باہمی ایک طرح کی تنظیم ہے جس میں افراد انسان کے ناطہ مساوات کی بنا پر اپنے معاشی مفادات کے لئے رضا کارانہ طریقہ پر متحد ہوتے ہیں۔

۱۳۔انتظام (Administroation)

کاروبار اور حکومت کے نظم و نسق کے سلسلہ میں ''انتظام'' کا بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۴۔انتصرام (Management)

اس لفظ سے مراد ادارے کے ان تمام افراد سے ہوسکتی ہے جو اس کے چلانے کے لئے رکھے گئے ہوں مثلاً کمپنی کے منتظمین وغیرہ۔

۱۵۔اوسط آمدنی (Average Revenue)

فی یونٹ فروخت سے آمدنی یہ شئی کی قیمت کے برابر ہوتی ہے مان لیا جائے کہ دوسری چیزوں یا حالات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

۱۶۔اسط لاگت (Average Cost) فی یونٹ پیداوار لاگت۔

۱۷۔ایجنٹ (Agent)

ایسا شخص جس کا تقرر کسی دوسرے شخص کے لئے کام کرنے کی غرض سے کیا جائے اسے ایجنٹ کہا جاتا ہے۔

۱۸۔اوپن مارکیٹ اوپریشن(Open Markat of Operatin)

سینٹرل بینک کی وہ کاروائی جس کے تحت وہ سرکاری بانڈ کی فروخت اور فروخت کے ذریعہ معیشت میں رسد کو کنٹرول کرتا ہے۔

۱۹۔برآمداتی تجارت(Export Trade)

ایک بینک سے دوسرے ملک کو مال بھیجنے کو برآمداتی تجارت کہتے ہیں۔

۲۰۔بدل(Substitutes)

ایسی دو اشیاء جو ایک دوسرے کے بدل کے طور پر استعمال ہوسکیں۔

۲۱۔بدل اثر(Substitution Effect)

صارف کی حقیقی آمدنی میں کسی تبدیلی کے بغیر قیمتوں کی تبدیلی کا وہ اثر جو اس کے صرف سے آنے والی اشیاء پر مرتب ہوتا ہے۔

۲۲۔بینک(Bank)

ایک ایسے تجارتی ادارے کا نام ہے جو لوگوں کی رقمیں اپنے پاس جمع کر کے تاجروں، صنعتکاروں اور دیگر ضرورتمند افراد کو قرض کے طور پر فراہم کرتا ہے۔

۲۳۔بیع خیارات(Options)

کسی خاص چیز کو خاص قیمت پر بیچنے یا خریدنے کے حق کا نام خیارات ہے۔

۲۴۔بیمہ(Insurance)

بیمہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو مستقبل میں جو خطرات درپیش ہوتے ہیں کوئی انسان یا ادارہ ضمانت لیتا ہے کہ فلاں قسم کے مالی اثرات میں تلافی کروں گا۔

۲۵۔پیمانہ اثر (Returnsto Sale)

کاروبار کے پیمانے کے بڑھنے کے نتیجے میں پیداوار کی مقدار میں تبدیلی۔

۲۶۔تجارت(Business)

مختلف قوموں اور افراد کے آپس میں اپنی اشیاء کے تبادلہ کو تجارت کہتے ہیں۔

۲۷۔تخلیق زر(Creation of Money)

بینک پہلے سے موجود زر میں اضافہ کر کے زر کے پھیلاؤ کو بڑھاتا ہے اور زر کی رسد میں اضافہ کا کام انجام دیتا ہے اسے تخلیق زر کہتے ہیں اس کا دوسرا نام تخلیق اعتبار بھی ہے۔

۲۸۔ترجیحات کا تعین۔(Determination of Priorities)

اس اصول میں اس نقطہ پر بحث کی جاتی ہے کہ وسائل کی محدود دنیا میں کون سی ضرورت مقدم کی جائے اور کون سی ضرروت کو مؤخر کی جائے۔

۲۹۔ترقی(Development)

یعنی معاشی صلاحیت کو کس طرح ترقی دی جائے تاکہ جو پیداوار حاصل ہورہی ہے وہ معیار کے لحاظ سے پہلے سے زیادہ اچھی ہو اور مقدار کے اعتبار سے اس میں اضافہ ہو۔

۳۰۔تقسیم دولت(Distribution of Wealth)

اس اصطلاح میں اس بات سے بحث کی جاتی ہے کہ حاصل شدہ پیداوار کو اسکے مستحقین

کے درمیان کس طریق کار کے تحت تقسیم کیا جائے؟

۳۱۔تمویل(Financing)

بینک لوگوں کی ضرورت کی خصوصاً تجارتی ضروریات کے لئے قرضے فراہم کرتا ہے اس کو ''تمویل'' کہتے ہیں۔

۳۲۔تنظیم تجارت(Business Organitsation)

تنظیم تجارت سے مرادان عاملین پیداوار کا ہم آہنگی سے دولت پیدا کمانے کی غرض سے اتحاد و میل کرنا۔

۳۴۔تنہا ملکیت(Sole Proprietorship)

تنہا ملکیت سے مراد کاروبار کی وہ حیثیت ہے جس میں کاروبار کا مالک فرد واحد ہوتا ہے جو اس کے تمام نفع و نقصان کا مالک ہوتا ہے۔

۳۴۔توازن(Equilibrium): سکون اور توازن کی حالت مراد ہے۔

۳۵۔پیدائش دولت(Production of Wealth)

اس عنوان کے تحت ان مسائل سے بحث کی جاتی ہے جو دولت کی پیداوار سے متعلق ہیں یعنی یہ بتایا جاتا ہے کہ ہر نظام معشیت کے تحت پیداوار حاصل کرنے کے لئے کیا طریقے ختیار کئے جاتے ہیں؟ اس میں افراد، اداروں اور حکومت وغیرہ کا کیا کردار ہوتا ہے؟

۳۶۔بازار حصص(Stock Exchange)

کمپنی کے حصہ دار اپنی شرکت ختم کر کے کمپنی سے تو اپنا سرمایہ واپس نہیں لے سکتے لیکن بازار حصص میں وہ اپنا حصہ کسی اور کو بیچ سکتے ہیں جس کے نتیجے میں خریداران کی جگہ کمپنی کا حصہ دار

بن جاتا ہے جس جگہ شیئرز کی خرید وفروخت ہوتی ہے اس کو بازار حصص کہتے ہیں۔

۳۷۔ٹرسٹ۔(Trust) تنظیم تجارت میں اس کا مطلب ''اتحاد تجار'' ہوتا ہے۔

۳۸۔جزوی معاشیات(Micro-ecoemics)

معاشیات کی وہ شاخ جو فیصلہ کرنے والی انفرادی اکائیوں (مثلاً فرم یا کنبے) کا معاشی مطالعہ کرتی ہے۔

۳۹۔چند اجارہ (Oligopoly):

بازار کی وہ شکل جس میں صرف چند فروخت کرنے والے ہوتے ہیں۔

۴۰۔حاضر سودا۔(Sport Sale):

یہ خرید وفروخت کا عام سادہ انداز ہے کہ کسی نے شیئرز دیکر ان کی قیمت وصول کر لی، اس حاضر سودے میں بھی شیئرز کے سرٹیفکٹ پر قبضہ عموماً ایک ہفتہ کے بعد ہوتا ہے۔

۴۱۔حکومت کی عدم مداخلت(Laissez Faire)

حکومت کو تاجروں کی تجارتی سرگرمیوں میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے وہ جس طرح کام کر رہے ہیں ان کی معاشی سرگرمیوں میں رکاوٹ نہ ڈالنی چاہئے نہ حکومت کی طرف زیادہ پابندیاں عائد کرنی چاہئے۔

۴۲۔خالص مسابقت(Pure Competition)

ایسا بازار جس میں اجارہ داری کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

۴۳۔ڈسکاؤنٹ کی شرح(Discount Rate)

سینٹرل بینک جو قرض تجارتی بینکوں کو دیتا ہے اس پر سود کی شرح۔

۴۴۔ذاتی ملکیت(Private Property)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت میں اشیاء بھی رکھ سکتا ہے اور وسائل پیداوار بھی رکھ سکتا ہے۔

۴۵۔ذاتی منافع کا محرک(Profit Mative)

پیداوار کے عمل میں جو محرک کارفرما ہوتا ہے وہ ہر انسان کے ذاتی منافع کے حصول کا محرک ہوتا ہے۔

۴۶۔ذخیرہ اندوزی(Hoarding)

یہ ہے کہ ایک تاجر جس کے پاس ضروریات زندگی میں سے کسی چیز کا اسٹاک ہو وہ اس کو بیچنے کے بجائے روک لے یا کسی کے پاس روپیہ ہو اور وہ دوسروں سے سامان خرید کر اپنے گودام میں جمع کرے۔

۴۷۔رسد (Supply)

رسد ایک دی ہوئی مدت میں فروخت کے لئے پیش کی جانے والی مقدار۔

۴۸۔رسد کی لچک(Elasticity of Supply)

رسد کی لچک اشیاء کی قیمت میں تبدیلی سے رسد کے متاثر ہونے کی حد۔

۴۹۔ریزرو کی کم سے کم مقدار (Minimumm Legal Reserve Requiremint)

ریزرو کی کم سے کم مقدار: کمرشیل بینکوں پر یہ پابندی ہے کہ وہ اپنی مجموعی امانت کی ایک مقررہ فیصد کو نقد کی شکل میں رکھیں۔

۵۰۔زر(Money):

جو چیز عرفاً آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال ہوتی ہو اور وہ زر کا پیمانہ ہو اور اس کے ذریعہ مالیت کو محفوظ کیا جاتا ہو اسے "زر" کہتے ہیں۔

۵۱۔زمین (Land):

اس سے مراد قدرتی عامل پیدائش ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس کے پیدا کرنے میں کسی انسانی عمل کا کوئی عمل نہیں۔

۵۲۔سٹہ ((Speculation):

اس کا مطلب یہ ہے کہ چند لوگ جن کے پاس روپیہ ہو اور بڑے بڑے بینک جن کے لئے ادائیگی کی ضمانت لے سکتے ہوں محض بولی اور ٹیلیفون کے ذریعہ غائبانہ طور پر چیزوں کو خریدتے اور بیچتے ہیں۔

۵۳۔سرمایہ (Capital):

سرمایہ وہ عامل پیداوار ہے جو قدرتی نہ ہو بلکہ کسی عمل پیدائش کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو اور اس کے بعد کسی اگلے عمل پیدائش میں بھی استعمال ہو رہا ہو۔

۵۴۔سرمایہ داری(Caoitalism):

یہ ایک معاشی نظام ہے اس کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ انسان "سرمایہ" کا خود مختار مالک ہے روزمرہ کی ضروریات کے علاوہ ذرائع پیداوار پر بھی اس کی ملکیت بے قید اور آزاد ہے وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال کرکے جس کام میں چاہے لگائے جس طریقے میں چاہے ان سے نفع حاصل کرلے اور اپنے تیار شدہ مال کی جو قیمت بھی چاہے مقرر کرے جتنے آدمیوں سے جن شرائط پر چاہے کام لے۔

۵۵۔سرمایہ کاری(Investment):اصل کے اسٹاک میں فی مدت اضافہ

۵۶سیل اون مارجن (Sale on Margin):

اس سے مراد شیئرز کی ایسی خریداری ہے جسمیں شیئرز کی قیمت کا کچھ فیصد حصہ فی الحال ادا کر دیا جائے باقی ادھار ہو۔

۵۷۔شارٹ سیل(Short Sale):

یعنی بائع ایسے شیئرز فروخت کر دیتا ہے جو ابھی اس کی ملکیت میں نہیں ہوتے لیکن اسے یہ توقع ہوتی ہے کہ سودا ہو جانے کے بعد میں یہ شیئرز لیکر خریدار کو دیدوں گا۔

۵۸۔شرکت (Partnership):

دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان ایک ایسا رشتہ جو ایک معاہدہ کے تحت کسی کاروبار کو چلانے کے لئے کیا گیا ہو اور جس میں شریک تمام افراد نفع ونقصان کے ذمہ دار ہوں ''شرکت'' کہلا تا ہے۔

۵۹۔صارفین کا مال۔(Consumer Goods)

اگر صنعت کا تیار کیا ہوا مال عوام کے استعمال کے لئے ہوتا ہے تو ''صارفین کا مال'' کہلا تا ہے۔

٦۰۔صرف دولت (Consumption of Wealth):

اس عنوان کے تحت حاصل شدہ پیداوار یا دولت کو خرچ کرنے سے متعلق مسائل سے بحث ہوتی ہے۔

٦١۔صنعت (Industry):

کاروبار کے اس حصے کا نام صنعت ہے جس میں اشیاء اگانے ،زمین سے نکالنے یا ان سے مال تیار کرنے کا عمل ہوتا ہے۔

٦٢۔ضارب (Multiplier):

عددی بحث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری میں ایک یونٹ کے اضافے سے آمدنی کتنے گنا بڑھتی ہے۔

٦٣۔طریقۂ تجارت (Business Methods):

طریقۂ تجارت سے مراد وہ طریقے ،ضابطے اور اعمال ہیں جن کے مطابق کاروبار چلایا جا تا ہے۔

٦٤۔طلب (Demand):

کسی شئی کی خرید پر خریدار کی آمادگی بشرطیکہ اس میں خریدنے کی استعداد بھی ہو۔

٦٥۔طلب کی لچک (Elasticity of Demand)

اشیاء کی قیمت کی تبدیلی سے طلب کے متاثر ہونے کی حد۔

٦٦۔طویل مدت (Long Period)

ایسی طویل مدت جس میں قائم عوامل پیداوار میں تبدیلی واقع ہو سکے۔

٦٧۔فرم (Firm)

وہ معاشی اکائی جو عوامل پیداوار کو استعمال میں لا کر اشیاء اور خدمات پیدا کرتی ہے جس کو وہ صارفوں کے ہاتھ فروخت کرتی ہے۔

٦٨۔فلوٹ (Float)

بینک پاس جو رقم ڈپازٹ کے طور پر ہے اس پر بینک کو سود دینا پڑتا ہے لیکن رقم کچھ مدت کے لئے تو بینک کے پاس ہی ہے مگر اس مدت میں وہ ڈپازٹ میں شامل نہیں ہوتی اور اس بینک کو سود نہیں ادا کرنا پڑتا ہے ،یہی ''فلوٹ'' کہلاتا ہے۔

٦٩۔قانون طلب (Law of Demand)

دوسری چیزوں کو بدستور قائم مان کر اگر دیکھا جائے تو طلب کی گئی اشیاء کی مقدار اور قیمت بڑھتی ہے تو مانگ گھٹتی ہے۔

۷۰۔قائم لاگت (Fixed Cost)

مجموعی لاگت کا وہ حصہ جو پیداوار کی سطح گھٹنے یا بڑھنے کے ساتھ جوں کا توں رہتا ہے۔

۷۱۔قدر زائد کا نظریہ (Theory of Surplus Value)

کسی چیز کی قدر میں اضافہ صرف محنت سے ہوتا ہے اس لئے اجرت کا استحقاق صرف محنت کو ہے سرمایہ کا سود، زمین کا لگان اور آجر کا نفع ایک فالتو چیز ہے جیسے مصنوعی طور پر پیدا کیا جاتا ہے یہ مارکس کا نظریہ ہے۔

۷۲۔قلیل مدت(Short Period)

اتنی کم طویل مدت جس میں قائم عوامل پیداوار میں کوئی تبدیل نہ آسکے۔

۷۳۔قومی آمدنی(National Income)

کسی معیشت میں ایک سال کی مدت میں پیدا کی جانے والی آخری اشیاء اور خدمات کی مجموعی مقدار کا زرعی پیمانہ۔

۷۴۔ قیمت اثر(Price Effect)

اشیاء کی قیمت میں اضافی تبدیلی کا صارفوں کے صرف پر اثر۔

۷۵۔عوامی ملکیت(Public Ownership)

ایسا نظام جس میں وسائل پیدوار کی ملکیت اجتماعی ہوتی ہے یا مجموعی معاشرے کی ہوتی ہے۔

۷۶۔کاروبار(Tarde)

کاروبار سے مراد مال کا تبادلہ ہے یعنی مال فروخت کرنا مال خریدنا۔

۷۷۔کرنسی(Currency)

وہ زر ہے جس کو خاص ملک میں قانونی طور پر آلۂ تبادلہ قرار دیا ہو مثلاً روپیہ۔

۷۸۔کلی معاشیات(Macro-economics)

معاشیات کی وہ شاخ جس میں مجموعی معیشت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۷۹۔گھٹتے حاصل کا قانون(Law of Demandshing Returns)

اس قانون کے مطابق کسی بھی متغیر عامل کی حاشیائی پیداوار ایک حد پہنچنے کے بعد گھٹنا شروع ہوجاتی ہے اگر باقی عوامل جوں کے توں رہیں اور صرف اس ایک عامل کی اکائی بڑھائی جائیں۔

۸۰۔لمیٹڈ آڈر(Limited Order)

یعنی ایک وقت مقرر کرکے آرڈر دیا جائے کہ اگر قیمت پر شیئرز مل جائیں اس سے زیادہ قیمت پر نہ خریدے جائیں۔

۸۱مارکیٹ آڈر(Market Order)

یعنی ایسا آڈر جس میں دلال سے یہ کہہ دیا گیا ہو کہ مارکیٹ میں جو بھی ریٹ ہو اس پر فلاں کمپنی کے شیئرز خرید لئے جائیں۔

۸۲۔مبادلۂ دولت(Exchange of Wealth)

اس میں ان چیزوں سے بحث کی جاتی ہے کہ جو لوگ ایک چیز کے بدلے دوسری چیز حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔

۸۳۔متغیر لاگت(variable Cost)

متغیر عوامل پیداوار پر صرف کی جانے والی رقم (مصارف اجرت)۔

۸۴۔محنت(Labour)

اس سے مراد وہ انسانی عمل ہے جس کے ذریعہ ہے جس کے ذریعہ کوئی نئی پیداوار وجود

میں آتی ہے۔

۸۵۔مسابقت(Competition)

چونکہ اس دنیا میں معاش کے لئے استعمال ہونے والی چیزوں کی قلت پائی جاتی ہے اس لئے ہر فرد کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کو حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کرے یہ جدوجہد ''مسابقت'' کہلاتی ہے۔

۸۶۔مشترکہ سرمایہ کمپنی۔(joint Stock Company)

مشترکہ سرمایہ کمپنی ایک ایسے افراد کی جماعت ہے جو کسی کاروبار یا تجارت یا مہم کے ذریعہ عام طور پر محدود مگر کبھی کبھی غیر محدود ذمہ داری کے ساتھ قائم کی جاتی ہے۔

۸۷۔معاشیات(Economy)

معیشت روزی کی تلاش وجستجو اور اس کی حصولیابی کی تگ ودو کا نام ہے۔

۸۸۔معاشی اصول((Economic Theory

معاشی سرگرمیوں کے گرد کام کرنے والے معاشی متغیرین کے درمیان پائے جانے والے معاشرے کے اراکین کے درمیان معاشی تعاون کا طریقہ۔

۸۹۔معاشی تنظیم(Economic Organisation)

کسی معاشرے کی مخصوص قانونی اور سیاسی اداروں کے مدوں کے اندر رہ کر معاشرے کے اراکین کے درمیان معاشی تعاون کا طریقہ۔

۹۰۔مضاربت (Speculation)

مضاربت اسلامی بینک کاری کا ایک تمویلی ادارہ ہے اس میں ایک فریق سرمایہ فراہم

کرتا ہے اور دوسرا اس سرمایہ سے کاروبار کرتا ہے اس معاہدہ کے تحت کہ اسے کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا۔

۹۱۔مکمل مسابقت(Perfect Competition)

ایسا بازار جس میں ایک فروخت کرنے والے کے لئے قیمت ایک دی ہوئی چیز ہوتی ہے یا بازار قیمت پر تنہا اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

۹۲۔منصوبہ بندی(Planning)

تمام بنیادی معاشی فیصلے حکومت منصوبہ بندی کے تحت انجام دیتی ہے اس منصوبہ میں تمام معاشی وسائل کے اعداد وشمار جمع کئے جاتے ہیں اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کون سے وسائل کس چیز کی پیداوار میں لگائے جائیں؟ اور کون سی چیز کس مقدار میں پیدا کی جائے؟ اور نیز کس شعبے میں محنت کرنے والوں کی کیا اجرت مقرر کی جائے؟

۹۳۔کنبہ (Household)

ان تمام لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو ایک مکان میں رہتے ہیں اور صرف سے متعلق مشترک فیصلے کرتے ہیں یہ خاندان ہوتا ہے۔

۹۴۔نفع(Profit)

نفع کاروباری جدوجہد کا وہ نتیجہ ہے درحقیقت جس پر کاروبار کی کامیابی کا دارومدار ہوتا ہے۔

۹۵۔نقصان(Loss)

نقصان سرمائے کے ہلاک ہوجانے والے حصے کا نام ہے۔

۹۶۔وسائل کی تخصیص (Allocation of Resources)

اس کا مطلب یہ ہے کہ وسائل پیداوار سرمایہ، محنت، زمین کو ہم کن کاموں میں اور کس مقدار میں لگائیں؟

۹۷۔ ہنڈی (Bill of Exchange)

یہ ایک خاص قسم کی دستاویز ہے جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے تو بینک خریدار کے نام بل بناتا ہے اس بل کو ''ہنڈی'' کہتے ہیں۔

حواشی

۱۔المعجم الوسیط ۲/۶۴۰

۲۔القاموس المحیط ۳/۷۷

۳۔المنجد/۶۹۵ المصباح/۵۸۷

۴۔لسان العرب ۶/۳۲۱

۵۔مفردات الفاظ القرآن/۵۹۷

۶۔معاشیات کیسے پڑھائیں؟ ۱۴/۹۔

۷۔مقدمہ ابن خلدون/۳۸۲

۸۔معاشیات کیسے پڑھائیں؟

۹۔معاشیات کیسے پڑھائیں؟ ۲۸/

۱۰۔معاشیات کا اصول از عزیر احمد قاسمی

۱۱۔تلخیص از معاشیات کیسے پڑھائیں؟ ۴۸۔۴۱

۱۲۔مقدمہ ابن خلدون/۳۸۳/۳۸۲

۱۳۔اسلام اور جدید معیشت وتجارت/۲۲۔۲۱

۱۴۔اسلام اور جدید معیشت وتجارت ۴۵۔۴۴

۱۵۔اسلام اور جدید معیشت وتجارت ۴۶/۴۵

۱۶۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۸

۱۷۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۱۰۔۸

۱۸۔جدید ذہن کے شبہات/۱۱۶/۱۱۵

۱۹۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۱۰۔۸

۲۰۔الموسوعہ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرہ/۲۳۱

۲۱۔''البلاغ'' کراچی محرم الحرام ۱۳۸۸ھ
۲۲۔الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاھب المعاصرۃ/۲۳۲
۲۳۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۲۶۔۲۱
۲۴۔جدید ذہن کے شبہات/۱۳۰
۲۵۔حذف واضافہ از الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاھب المعاصرۃ/۲۳۷/۲۳۶
۲۶۔حذف واضافہ از اسلام اور جدید معاشی نظریات/۴۱۔۲۷
۲۷۔حذف واضافہ از اسلام اور جدید معاشی نظریات/۴۲۔۷۷
۸۲۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۸۶۔۸۲
۲۹۔نظام سرمایہ داری اور اسلامی معاشیات/۱۴۱۔۱۴۰
۳۰۔الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان المذاھب والمعاصرۃ/۳۰۹
۳۱۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا/۱۶۹
۳۲۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۴۴ کا حاشیہ
۳۳۔''البلاغ'' کراچی شعبان ۱۳۸۸ھ
۳۴۔اسلام یا سوشلزم/۲۰
۳۵۔الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاھب المعاصرۃ/۱۲۔۱۰
۳۶۔اسلام اور جدید معیشت وتجارت/۳۱۔۳۰
۳۷۔اسلام اور جدید معاشی نظریات/۵۴۔۵۳
۳۸۔تلخیص واضافہ از اسلام یا سوشلزم/۱۲۲۔۹۴
۳۹۔اسلام یا سوشلزم/۱۴۷۔۱۲۳
۴۰اسلام یا سوشلزم/۱۳۷
۴۱۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۳۶
۴۲۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۶۹
۴۳۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۷۱

۴۴۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۶۸
۴۵۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۴۷۔۴۶
۴۶۔سوشلزم اور اسلام/۳۱۔۳۰
۴۷۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۱۰۴
۴۸۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۱۷۳۔۱۷۲
۴۹۔اسلام یا سوشلزم/۱۴۹۔۱۴۸
۵۰۔حاضر العالم الاسلامی از ڈاکٹر ذکی علی مصری/۳۶۴
۵۱۔ماہنامہ تجلی دیوبند شمارہ ۱۰۔۹۔جلد ۲۰۔/۱۹۸
۵۲۔اشتراکیت اپنے آئینے میں/۱۷۶
۵۳۔اشترکیت اپنے آئینے میں/۱۸۱
۵۴۔اشترکیت اپنے آئینے میں/۱۸۴
۵۵۔سورۂ جمعہ/۹
۵۶۔سورۂ ھود/۶
۵۷۔سورۂ ذاریات/۵۸
۵۸۔سورۂ ذاریات/۲۲
۵۹۔سورۂ حجر/۲۰
۶۰۔سورۂ زخرف/۳۲
۶۱۔سورۂ رعد/۲۶
۶۲۔سورۂ نجم/۳۹
۶۳۔سورۂ ملک/۱۵
۶۴۔سورۂ نوح/۲۰۔۱۹
۶۵۔سورۂ رحمٰن/۱۳۔۱۰
۶۶۔رواہ الترمذی والترغیب والترھیب

٦٧۔رواہ البیہقی ،مشکوۃ المصابیح،کتاب البیوع
٦٨۔رواہ مسلم
٦٩۔احیاءعلوم الدین از امام غزالی
٧٠۔رواہ الترمذی والبیہقی
٧١۔رواہ البخاری
٧٢۔رواہ احمد فی مسندہ ومشکوۃ المصابیح
٧٣۔الحدیث
٧٤رواہ البخاری
٧٥۔رواہ البخاری
٧٦۔البدایۃ والنہایۃ جلد اول
٧٧۔البدایۃ والنہایۃ جلد اول
٧٨۔سورۂ مومنون/٢٧
٧٩۔سورۂ قصص/٢٧
٨٠۔احسن المقال/٦
٨١۔احسن المحاضرۃ
٨٢۔التجارۃ فی الاسلام
٨٣۔احسن المقال
٨٤۔رواہ مسلم
٨٥۔طبقات ابن سعد ١٥٨/٢
٨٦۔الاستیعاب ٢۔٨/١
٨٧۔طبقات ابن سعد
٨٨۔مومن انصاری برادری کی تہذیبی تاریخ/٦٠۔٥٩
٨٩۔سورہ ال عمران/١٨٠

٩٠۔سورہ توبہ/٣٤
٩١۔سورہ بقرہ/٢٦٥
٩٢۔سورہ بقرہ/٢٤٦
٩٣۔رواہ ابوداؤد والنسائی
٩٤سورہ بقرہ/٢٧٢
٩٥۔سورہ ذاریات/١٩
٩٦۔سورہ بقرہ/٢٧٢
٩٧۔سورہ بقرہ/٢٦٨
٩٨۔رواہ البخاری
٩٩۔سورۂ حشر/٧
١٠٠۔رواہ النسائی
١٠١معاشیات اسلام از مودودی/١٨٢
١٠٢۔سورۂ اسراء/٢٩
١٠٣۔سورۂ فرقان/٦٧
١٠٤۔سورۂ اسراء/٢٧۔٢٦
١٠٥کنزالعمال
١٠٦۔سورۂ نجم/٣٩
١٠٧۔حقیت الزکوۃ/٤٢
١٠٨۔سورۂ توبہ/١٠٣
١٠٩۔رواہ ابوداؤد
١١٠۔سورۂ توبہ/٥
١١١۔روالنسائی ١٦٠/٢ کتاب المحاربہ
١١٢۔نیل الاوطار/٤/١١٧

۱۱۳۔معاشیات اسلام۱۰۴/۱۰۳
۱۱۴۔سورہ توبہ/۶۰
۱۱۵۔حقیقت الزکوۃ/۲۰۔۱۹
۱۱۶۔سورہ بقرۃ ۲۷۳
۱۱۷۔حقیقت الزکوۃ/۲۱۔۲۰
۱۱۸۔لسان العرب/۶۱،۶۰
۱۱۹۔ہیگل،مارکس اور نظام اسلام/۱۲۴
۱۲۰۔رواہ البخاری
۱۲۱۔الحدیث
۱۲۲۔احکام القرآن۳/۱۵۲
۱۲۳۔اسلامی خطبات ۱/۴۸۵
۱۲۴۔تفسیر محمدی/۵۲۹
۱۲۵تفسیر محمدی/۵۲۹
۱۲۶۔تفسیر محمدی/۲۶
۱۲۷۔حقیقت الزکوۃ/۲۶
۱۲۸۔حقیقت الزکوۃ/۲۵۔۲۴
۱۲۹۔تفسیر محمدی/۵۲۸
۱۳۰۔ملخص تفسیر ابن کثیر للرفاعی/۱۲۸
۱۳۱۔رواہ البخاری
۱۳۲۔رواہ البخاری
۱۳۳۔مختصر الفقہ الاسلامی ازمحمد بن ابراہیم بن عبداللہ تویجری/۸۵۹
۱۳۴۔سورہ نساء/۷
۱۳۵سورہ نساء/۱۱

۱۳۶۔ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی محرم الحرام ۱۳۸۸ھ
۱۳۷۔ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی محرم الحرام ۱۳۸۸ھ
۱۳۸۔سورہ بقرہ/۲۷۹۔۲۷۸
۱۳۹۔معاشیات اسلام/۲۳۳
۱۴۰۔''البلاغ'' کراچی محرم الحرام ۱۳۸۸ھ
۱۴۱۔سورہ نساء/۲۹
۱۴۲۔سورہ بقرہ/۲۷۵
۱۴۳۔خروج ۲۲/۲۴
۱۴۴۔لوقا ۲۵,۲۔۲۴
۱۴۵۔اسلام میں عدل اجتماعی/۲۵۳
۱۴۶۔اسلام میں حلال وحرام/۳۴۴۔۳۴۲
۱۴۷۔رواہ احمد وابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ
۱۴۸۔اسلام میں حلال وحرام/۲۴۵
۱۸۹۔اسلام کے معاشی نظریے ۲/۴۲۸
۱۵۰۔مجموع الامثال/۱۰۷
۱۵۱۔الرحیق المختوم/۳۴۳
۱۵۲۔عربوں کی جہاز رانی/۱۰۶
۱۵۳۔بخاری شریف ۵/۸۶
۱۵۴۔عربوں کی جہاز رانی/۱۱۳
۱۵۵۔شرف محنت وکفالت/۵۳
۱۵۶۔کتاب المغازی للواقدی ۲/۴۴۶
۱۵۷۔رواہ الترمذی
۱۵۸مشکوۃ المصابیح

۱۵۹۔رواہ الترمذی ۴/۳/۵۷۴۔زھد ومسند احمد ۱/۳۰

۱۶۰۔شرف محنت وکفالت ۸۰/

۱۶۱۔رواہ الترمذی ۴/۶۶۸ قیامہ والجامع الصغیر ۱/۴۷

۱۶۲۔رواہ ابوداوَد ۲/۲۸۵ زکوۃ والنسائی ۵/۱۰۰ زکوۃ

۱۶۳۔رواہ ابوداوَد ۲/۲۸۶ زکوۃ والنسائی ۳/۴۲ زکوۃ

۱۶۴۔شرف محنت وکفالت

۱۶۵۔سورہ قصص ۲۶/

۱۶۶۔تفسیر ابن کثیر بحوالہ تفسیر محمدی ۲۷۷,

۱۶۷۔شرف محنت وکفالت ۸۴/

۱۶۸۔شرف محنت وکفالت ۸۵/۔۸۴

۱۶۹۔التفسیر الکبیر ۴/۳/۴۰

۱۷۰۔رواہ البخاری

۱۷۱۔سورہ زخرف ۳۲/

۱۷۲۔رواہ البخاری ۶/۲۱۴۔الاطعمہ وابوداوَد ۴/۱۸۵۔الاطعمہ

۱۷۳۔رواہ مسلم ۲/۱۲۸۳۔الایمان

۱۷۴۔مسند احمد ۲/۳۵۰

۱۷۵۔سورہ نساء ۱۴۸/

۱۷۶۔رواہ ابن ماجہ ۲/۸۱۰۔الصدقات

۱۷۷۔کنز العمال ۵/۴۰۱

۱۷۸۔رواہ ابوداوَد ۴/۱۰۷۔الدیات والنسائی ۸/۵۲۔القسامہ

۱۷۹۔شرف محنت وکفالت ۱۲۹/۔۱۲۸

۱۸۰اشرف محنت وکفالت ۱۲۹/۔والمغنی لابن قدامہ ۵/۵۴۲

۱۸۱۔رواہ البخاری ومسلم

۱۸۲۔سورہ حدید ۱۱/

۱۸۳۔سورہ بقرہ ۲۸۰/

۱۸۴۔رواہ مسلم ۲/۱۹۹۶۔المساقات

۱۸۵۔رواہ الترمذی ۳/۵۹۹

۱۸۶۔رواہ البخاری ۳/۹

۱۸۷۔رواہ الترمذی ۴/۲۱۲

۱۸۸۔رواہ الترمذی ۳/۵۲۴

۱۸۹۔رواہ البخاری ۳/۶۰۔۵۹

۱۹۰۔سورہ مائدہ ۹۰/

۱۹۱۔اسلام میں حلال وحرام ۳۸۵/۔۳۸۴

۱۹۲۔رواہ مسلم

۱۹۳۔رواہ ابوداوَد

۱۹۴۔رواہ ابواداوَد

۱۹۵۔سورہ نور ۲/

۱۹۶۔سورہ اسراء ۳۲/

۱۹۷۔رواہ ابوداوَد

۱۹۸۔سورہ اسراء ۳۴/

۱۹۹۔رواہ البخاری وابوداوَد والترمذی

۲۰۰۔سورہ بقرہ ۱۸۸/

۲۰۱۔رسورہ آل عمران ۱۶۱/

۲۰۲۔رواہ البخاری ومسلم

۲۰۳۔رواہ ابوداوَد

۲۰۴۔سورہ مائدہ ۳۸/

۲۰۵۔رواہ النسائی ۲/۲۲۰

۲۰۶۔رواہ البیہقی

۲۰۷۔سورہ لقمان/۶

۲۰۸۔جامع البیان فی تفسیر القرآن ۲۱/۲۹

۲۰۹۔تفسیر محمدی/۱۱۴۳

۲۱۰۔سورہ نور/۱۹

۲۱۱۔ملاحظہ فرمائیے تفسیر محمدی/۹۶۹

۲۱۲۔رواہ مسلم

۲۱۳۔رواہ احمد وحاکم وابن شیبہ وبزار

۲۱۴۔رواہ ابن ماجہ وحاکم

۲۱۵۔رواہ نساء/۳۰۔۲۹

۲۱۶۔رواہ البخاری ومسلم، کتاب البیوع

۲۱۷۔سورہ نوح/۱۲،۱۰

۲۱۸۔سورہ طلاق/۲

۲۱۹۔سورہ طلاق/۳

۲۲۰۔شرح السنہ ۱۴/۲۹۸

۲۲۱۔رواہ البخاری ۱۰/۴۱۵

۲۲۲۔رواہ البخاری ۱۴/۱۷۹۔المطبوع مع عمدۃ القاری

۲۲۳۔تلخیص از رزق کی کنجیاں قرآن وسنت کی رشنی میں

۲۲۴۔تلخیص از اسلام میں عدل اجتماعی/۲۴۰۔۲۳۳

۲۲۵۔اسلامی معاشیات کا ایک تعارف/۲۹۔۲۸

۲۲۶۔معاشیات اسلام/۱۱۵۔۱۱۴

مستفادات

کتب احادیث

۱۔صحیح البخاری ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری استنبول، ترکی ۱۹۸۱

۲۔صحیح مسلم ابوالحسن مسلم بن حجاج، استنبول، ترکی ۱۹۸۱

۳۔سنن ابی داؤد ابوداؤد سلیمان بن اشعث، استنبول، ترکی ۱۹۸۱

۴۔جامع الترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، استنبول، ترکی ۱۹۸۱

۵۔سنن النسائی احمد بن شعیب النسائی استنبول، ترکی ۱۹۸۱

۶۔سنن ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی استنبول، ترکی ۱۹۸۱

۷۔مسند احمد امام احمد بن حنبل ۱۹۸۲

۸۔صحیح ابن حبان علاء الدین علی بن بلبان الفارسی، دار الباز، مکۃ المکرّمۃ ۱۹۸۷

۹۔الترغیب والترهیب ابن المنذر، مطبع مصطفیٰ البابی، مصر ۱۹۵۴

۱۰۔الجامع الصغیر وزیاتہ للالبانی، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۶

۱۱۔المستدرک علی الصحیحین لحاکم مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بیروت لبنان

۱۲۔الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار لابن ابی شیبۃ، الدار السلفیۃ، ممبئی ۱۹۷

۱۳۔البحر الزخار لمسند البزار لامام بزار، موسۃ علوم القرآن ۱۹۸

۱۴۔السنن الکبریٰ للبیہقی، دار الفکر

۱۵۔مشکوۃ المصابیح محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۹

تفاسیر وشروحات

۱۶۔تفسیر ابن کثیر جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت ۱۹۹۶

۱۷۔تفسیر محمد جونا گڈھی شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس
۱۸۔تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۷۷
۱۹۔جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر طبری مطبع مصطفٰی البابی، مصر ۱۹۶۸
۲۰۔احکام القرآن الجصاص مطبعۃ النھضۃ، مصر ۱۳۴۷ھ
۲۱۔التفسیر الکبیر للامام الرازی، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۲۲۔نیل الاوطار، امام شوکانی مطبع مصطفٰی البابی، مصر ۱۳۴۷ھ
۲۳۔ریاض الصالحین

اسلامیات و متفرقات

۲۴۔اسلام اور اجتماعیت، صدرالدین اصلاحی، تاج آفسیٹ پریس دہلی، باردوم ۱۹۷۸
۲۵۔اسلام اور جدید معاشی نظریات، سیدابوالاعلیٰ مودودی ناز آفسیٹ ورکس دہلی ۱۹۶۹
۲۶۔اشتراکیت اپنے آئینے میں، اصغرعلی عابدی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۲۷۔اسلامی معیشت کے چند نمایاں پہلو، فہیم عثمانی، جے، کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی ۱۹۸۱
۲۸۔اسلام میں غریبی کا علاج ترجمہ نصیراحمد ملی، بھاوے پرائیویٹ لمیٹڈ بمبئی اشاعت چہارم ۱۹۹۹
۲۹۔الاشتراکیۃ المارکسیۃ ومقاصدھا السیئۃ الشیخ عبداللہ بن زید آل محمود قطر الوطنیۃ، دوحۃ، قطر
۳۰۔اسلام اور جدید معیشت وتجارت، مولانا محمد تقی عثمانی ضمن آفسیٹ بارسوم ۲۰۰۰
۳۱۔اسلام میں نظریہ ملکیت، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۷۸
۳۲۔اسلام میں عدل اجتماعی ترجمہ نجات اللہ صدیقی، زکوہ نور پرنٹنگ پریس لال کنواں دہلی ۱۹۶۰
۳۳۔اسلام کا معاشی نظام، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، جے، کے آفیسٹ پرنٹرز دہلی
۳۴۔اسلام یا سوشلزم، سید اسعد گیلانی، بھارت آفسیٹ دہلی
۳۵۔اسلامی معاشیات ایک تعارف، ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی، مرکز مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۹۹
۳۶۔اسلام میں حلال وحرام، علامہ یوسف قرضاوی، الدارالسّلفیہ ممبئی ۱۹۹۶

۳۷۔اسلامی نظام معیشت، مولانا صدرالدین اصلاحی، مرکزی کلیۃ اسلامی دہلی ۱۹۸۳
۳۸۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا، سید قاسم محمود، شاہکار بک فاؤنڈیشن شمالی کراچی
۳۹۔احیاء علوم الدین، امام غزالی، دارالاخیار الکتب العربیۃ مصر ۱۹۵۷
۴۰۔اسلام کا اقتصادی نظام، حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ندوۃ المصنفین نئی دہلی ۱۹۶۲
۴۱۔اسلام اور معاشی تحفظ، یوسف قرضاوی، مرکز مکتبہ اسلامی اکیڈمی دہلی ۱۹۸۱
۴۲۔اسلام خطبات، عبدالسلام بستوی، اسلامی اکیڈمی دہلی ۱۹۹۷
۴۳۔اسلام کے معاشی تحفظ، ڈاکٹر یوسف الدین، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۴۴۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الابن عبدالبر، مطبعۃ نھضۃ مصر
۴۵۔انشورنس اسلامی معیشت میں، نجات اللہ صدیقی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی
۴۶۔بیمہ زندگی (لائف انشورنس) اسلامی نقطۂ نگاہ سے، نعیم صدیقی، لبرٹی پریس دہلی ۱۹۷۳
۴۷۔بیمہ اوران کی شرعی حیثیت ترجمہ نصیراحمد ملی، فیاض بائنڈنگ و پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۸۳
۴۸۔البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر، مرکز البحوث الدراسات العربیۃ والاسلامیۃ دارھجر ۱۹۹۷
۴۹۔بینک انشورنس اور سرکاری قرضے، برہان الدین سنبھلی دارالکتاب دیوبند، یوپی
۵۰۔تقسیم دولت اور اسلام، عبدالمنان بیدل، برقی مشین پریس مراد پور پٹنہ
۵۱۔تجارتی سود، محمد فضل الرحمٰن، شعبۂ دینیات مسلم علی گڑھ یونیورسٹی ۱۹۶۷
۵۲۔تجدید معاشیات، عبدالباری ندوی، بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۱۹۹۳
۵۳۔جدید ذہن کے شبہات، ترجمہ محمد سلیم کیانی، جے کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی باردوم ۱۹۸۱
۵۴۔جدید طریقۂ تجارت وتنظیم تجارت، محمد عارف خان، کوہ نور پریس دہلی
۵۵۔حقیقت الزکوۃ، ابوالکلام آزاد، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی
۵۶۔خاتون اسلام، مقتدی حسن ازہری، جامعہ سلفیہ بنارس ۱۹۹۲
۵۷۔وست کاراہل شرف، حبیب الرحمٰن اعظمی، مئو
۵۸۔الرحیق المختوم، صفی الرحمٰن مبارکپوری المجلس العلمی علی گڑھ ۱۹۸۸
۵۹۔رسائل ومسائل، مودودی پاکستان ٹائمز پریس لاہور

۶۰۔رزق کی کنجیاں قرآن وسنت کی روشنی میں،فضل الٰہی مکتبہ مہر رسول آبادی بھیونڈی ۲۰۰۱ء

۶۱۔رشوت،نصیر احمد ملی،رنگ بھارتی پریس ممبئی ۱۹۸۳ء

۶۲۔زادالمعاد مختصر ترجمہ مقتدی حسن ازہری۔

۶۳۔شرکت ومضاربت کے شرعی اصول،نجات اللہ صدیقی،ضیاء آفیسٹ پرنٹر دہلی بارسوم ۱۹۸۴ء

۶۴۔شرف محنت وکفالت،شمیم طارق،ثناء پبلشرز مولانا آزاد روڈ ممبئی ۱۹۹۶ء

۶۵۔۔شرح اصطلاحات بنکاری،احسان الحق،نائس پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۹۲ء

۶۶۔شہری زندگی مترجم شمس الحق،بھارگو آفسیٹس مچھودری،وارانسی

۶۷۔شرح السنۃ للامام البغوی،المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۳ء

۶۸۔سیرت حافظ ابن حزم علمی وتاریخی خدمات کا جامع تعارف ترجمہ رئیس ندوی،نشاط آفسیٹ پریس ٹانڈہ ۱۹۸۵ء

۶۹۔سوشلزم اور اسلام،وحیدالدین خاں نائس پرنٹنگ پریس دہلی

۷۰۔سود پر مبنی معاشی مظالم اور ان سے نجات کی راہ،حفظ الرحمٰن سعود بک ڈپو بٹلہ ہاؤس نئی دہلی۔ ۱۹۹۹ء۔

۷۱۔سود،مودودی،اسلامی پبلیشنز لمٹیڈ لاہور ۱۹۶۱ء

۷۲۔سیاسیات ومعاشیات،ذاکر حسین،خدابخش اورینٹیل پبلک لائبریری پٹنہ ۱۹۹۸ء

۷۳۔سرمایہ کارل مارکس

۷۴۔طبقات ابن سعد الطبقات الکبریٰ لابن سعد،دار صادر بیروت

۷۵۔العلم والعلماء،عبدالرؤف رحمانی،ادارہ دعوۃ الاسلام مئو یوپی ۲۰۰۱ء

۷۶۔عربوں کی جہاز رانی،سید سلیمان ندوی،ادبی پرنٹنگ پریس دہلی

۷۷۔غیر سودی بینک کاری،نجات اللہ صدیقی،مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی باردوم ۱۹۸۴ء

۷۸۔فطری نظام معیشت،وحیدالدین خاں

۷۹۔قرآن کی معاشی تعلیمات،مودودی،ناز آفسیٹ ورکس دہلی ۱۹۶۹ء

۸۰۔کسب معاش کا اسلامی نظریہ،حامد علی خاں،جمال پرنٹنگ پریس جامع مسجد دہلی ۱۹۶۸ء

۸۱۔کتاب المبسوط،شمس الدین سرخسی،دارالمعرفۃ بیروت،لبنان ۱۹۹۳ء

۸۲۔کنزالعمال،شیخ علی المتقی دارالمعارف حیدرآباد ۱۹۶۴ء

۸۳۔کتاب المغازی للواقدی

۸۴۔لینن۔۔۔محمد مسعود جوہر،مقبول عام پریس لاہور ۱۹۴۹ء

۸۵۔لاٹری،شمس پیرزادہ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۱ء

۸۶۔مومن انصاری برادری کی تہذیبی تاریخ،مومن محی الدین،مومن دارالثقافہ ممبئی ۹۱۹۴ء

۸۷۔مقدمہ ابن خلدون،دارالقلم،بیروت لبنان ۱۹۸۱ء

۸۸۔معاشیات کیسے پڑھائیں؟ ریاض شاکر خاں ترقی اردو بیورو نئی دہلی

۸۹۔معاشیات کا اصول،عزیر احمد قاسمی

۹۰۔مسئلہ سود،مفتی محمد،ادارۃ المعارف،کراچی ۱۳۸۰ھ

۹۱۔معاشیات اسلام،مودودی،مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز نئی دہلی ۱۹۹۹ء

۹۲۔محاسن اسلام،شیخ عبدالعزیز محمد عبدسلمان،الدارالسلفیہ ممبئی ۱۹۹۳ء

۹۳۔مختصر کتاب الکبائر،امام شمس الدین ذہبی،مؤسسۃ سلیمان الراجحی الخیریۃ،کراچی

۹۴۔الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ،الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی الریاض ۱۹۸۹ء

۹۵۔الموسوعۃ العربیۃ المیسرۃ،دارنھضۃ لبنان للطبع والنشر بیروت لبنان ۱۹۸۶ء

۹۶۔المغنی لابن قدامۃ،دارالکتاب العربی بیروت ۱۹۷۲ء

۹۷۔المحلی لابن حزم،دارالحل بیروت

۹۸۔مارکزم تاریخ جس کو رد کر چکی ہے،وحیدالدین خاں جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۵۹ء

۹۹۔نظام سرمایہ داری اور اسلامی معاشیات حفظ الرب اسلامک فقہ اکیڈمی جامعہ نگر دہلی ۱۹۹۶ء

۱۰۰۔نظریہ معاشیات کا تعارف،سنجے کنول،جے کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی

۱۰۱۔ہمارا معاشی نظام،تقی الدین عثمانی،ربانی آفسیٹ پرنٹرز دہلی ۱۹۸۶ء

۱۰۲۔ہیگل،مارکس اور نظام اسلام محمد مظہر الدین صدیقی مکتبہ ابراھیمیہ حیدرآباد باردوم ۱۹۴۵ء

۱۰۳۔ ہندوستانی معیشت الک گھوش، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی ۱۹۹۹ء
۱۰۴۔ ہندوستان میں سود کی شرعی حیثیت، جمعیۃ الشبان اہل حدیث شنکر نگر بلرامپور یوپی

لغات

۱۰۵۔ المنجد عربی اردو، تاج پبلشرز دہلی
۱۰۶۔ المعجم الوسیط مطابع دار المعارف مصر ۱۹۷۳ء
۱۰۷۔ القاموس المحیط، محمد بن یعقوب فیرز آبادی، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۸۷ء
۱۰۸۔ لسان العرب، مکتبۃ صادر بیروت
۱۰۹۔ مفردات الفاظ القرآن، علامہ راغب اصفہانی، الدار الشامیۃ بیروت طبع دوم ۱۹۹۷ء
۱۱۰۔ (Einglish Urdu DIctionary) پروفیسر کلیم الدین احمد، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان۔

رسائل وجرائد

۱۱۲۔ ماہنامہ ''جامعہ الرشاد'' اعظم گڑھ
۱۱۳۔ ''فکر ونظر'' سا جن الرحمٰن'' ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
۱۱۴۔ ماہنامہ ''تجلی'' دیوبند
۱۱۵۔ ماہنامہ ''البلاغ'' الدار السلفیہ ممبئی